



سرچشمین

امام الاولیاء حضرت مولانا مولوی احمد علی صاحب زادہ مدظلہ

پاک زندگی کے پاکیزہ حالات

ترتیب تکمیل

عبدالحمد خان

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْأَلُكَ عِلْمًا يَنْفَعُنِىْ وَلِيَعْمَرَ لِيَّ وَجْهِيْ وَيُخَفِّضَ لِيَّ كَلْبِيْ
 يَارَبِّكَوْكَرْ جِوَادُكَ كَيْدُكَوْكَرْ اَنْ يَّزِيْدَ كَلْبِيْ كُفْرًا وَكَوْكَرْ اَنْ يَّكَاوِدَ فِتْنَتِيْ مِنْ لَدُنْكَ
 (پاکستان سیرت پریس آیت ۴۴)

سردھنوں

ایم ایڈیٹر حضرت مولانا مولوی احمد علی صابر صاحب مدظلہ
 کی

پاک زندگی کے پاکیزہ حالات

ترتیب و تکمیل

عبدالحمد خان



فیروز سنسکریپٹس، لاہور

مجلہ حقوق محفوظ ہیں

© دینار پبلیشرز

بار اول ----- ۱۹۹۲ء

مطبوع ————— دینار پبلیشرز

مجلد ۱ ————— 989 0 00198 1

حافظ حبیب اللہ صاحب (ترجمہ)

مولانا عبید اللہ صاحب انور

مولانا حافظ حمید اللہ صاحب

کے نام

جنہوں نے

اپنی زندگیاں اپنے والدِ گرامی کی پیروی میں

خدمتِ کتاب و سنت

کے لیے

وقف کر دی ہیں!

toobaa-elibrary.blogspot.com

۵۶	ذریعہ معاش	۱۰	۱) کتب خانہ
۵۸	مسجد النجہان بھان خان	۲	۲) فنی تعلیم
۶۰	مسجد کی تجدید و ترمیم	۷۹	۳) تبلیغی سرگرمیاں
۶۳	حضرت کا پہلا حج	۶	۴) ان میزانیے اور جائیداد
۶۵	ہجرت کابل	۸۰	۵) مدت اجناس
۶۶	قیام پشاور	۸۳	۶) شہر اشاعت
۶۷	پشاور سے واپسی	۸۷	۷) مفتہ و خدمت الدین
۶۷	کابل میں	۹۰	۸) حضرت کی روحانی تربیت
۶۹	کابل سے واپسی	۹۳	۹) طریقہ تربیت
۷۰	حکومت برطانیہ کی حکومت مل	۹۵	۱۰) لطائف روحانی
۷۱	انجمن خدام الدین کا قیام	۹۶	۱۱) اقرار نامہ
۷۲	انتخاب امیر	۹۷	۱۲) عورتوں کی بیعت
۷۳	تفسیر قرآن	۹۹	۱۳) حضرت کی عملی تربیت اور طلبہ فکر
۷۴	مدرسہ قائم العلوم	۱۰۰	۱۴) حضرت بطور شیخ علیہ السلام
۷۵	مدرسہ کی عمارت	۱۰۱	۱۵) تطلبہ اور شاگردوں کی تربیت
۷۷	مدرسہ کے شعبہ جات	۱۰۳	۱۶) شجرہ
۷۸	۱۷) درس قرآن مجید عمومی	۱۰۵	۱۷) حضرت کے خلفاء
۷۹	۱۸) درس قرآن مجید خصوصی	۱۰۶	۱۸) حضرت کی عمومی تعلیم
۸۰	۱۹) حفظ و ناظرہ	۸	۱۹) پہلی تعلیم و کلام

صحت قیام امن معاہدات ۱۲۷

معاشرت برصاوت ملک
۱۲۸ { میں یک جہتی اور علاقائی
حقوق بشری آزادی

اقیت، انداد ارتداد ۱۲۹

جہاد کشمیر میں حضرت کا جہد *

ملک میں استقامت ۱۳۰

عظیم آستان تجدیدی کارنامہ ۱۳۱

خدمت قرآن عظیم *

درس عام ۱۳۲

درس خاص الخاص ۱۳۳

قرآن کریم سے بے پناہ عشق ۱۳۵

غزائیں میں درس قرآن

درس قرآن میں لحاظ طہین ۱۳۸

جہاد و علوم ہندو اسلام کا بیلن *

ترجمہ قرآن کریم ۱۴۰

حضرت ترجمہ و تفسیر کی ضرورت ۱۴۲

علمائے امت کی رائے ۱۴۳

ارشاد تادمہ کی فہرست ۱۴۶

دوسری تعلیم - غازی ننگرانہ ۱۰۸

تیسری تعلیم - اصلاح نفس ۱۰۹

تعلیمات اسلامی کا چرچہ ۱۱۱

ذوق حلال اور ذوق کرہ *

حضرت کی ملکی اور برقی خدمات ۱۱۳

شہر و مل اور نسب نامہ حریت ۱۱۵

انجمن علماء اسلام کی سرپرستی ۱۱۶

دکار و رسالت کا تحفظ ۱۱۷

جماعت اسلامی کے متعلق ۱۱۸ {

حضرت کا اصلاحی عمل

قد انکار حدیث ۱۱۹

تحریر یک ختم نبوت ۱۲۱

جمعیت علماء اسلام کا قیام ۱۲۳

جمعیت علماء اسلام کا پہلا اجلاس ۱۲۴

انتخابی منشور *

پاکستان میں مادہ اسلام ۱۲۵ {

نظام کا قیام

دستور پاکستان ۱۲۵

تعلیم اور زبان ۱۲۶

۱۷۷	برہان کثرت اوقات ہفت روزہ خصوصی شہت ۱۷۷	۱۴۷	توحید کو خدمت قرآن کی ہدایت
۱۷۸	غزوات پر دم جہالت تنقید و تہدید	۱۵۰	خطبات جمعہ
۱۷۹	میں آپ کا قتادہ و مقتدی و قبیح	۱۵۳	جاس ذکر
۱۸۰	حق گرئی میں کمال جہالت و جہاک	۱۵۷	ذکر جبر کا طریقہ
۱۸۲	استغناء	۱۵۹	سائنس کی تقاضائیں برہمگشتی
۱۸۶	کشف و کرامات	۱۶۰	کاس کی صحبت کا اثر
۱۸۹	کشف و قہر	۱۶۱	صحیت، ادب، اطاعت
۱۹۲	کرامات	۱۶۲	غریب کی آہ
۱۹۸	مکاتیب	۱۶۳	ذکر جبر کا فائدہ، مصائب میں
۲۱۲	عملیات و معجزات	۱۶۴	خدا پر شوق کا مسلک
۲۱۹	الہیات و معجزات	۱۶۵	احکام شرعیہ کی تحصیل میں اعتقادات
۲۲۷	حضرت کے چند خصوصی ارشادات	۱۶۶	انحلاص فیض کیا ہے
۲۳۳	علاوت و رحمت	۱۶۷	کامل علم، انسان کی اصلاح
۲۳۴	رحمت کی بیش گزریاں	۱۶۸	اساتذہ کا ادب، مرشد کی مناجاتی
۲۳۶	سفر آخرت	۱۶۹	توکل علی اللہ
۲۴۲	حار و مبارک سے خوشبو	۱۶۹	حیات مبارکہ کی گزری مجلسِ ذکر
۲۴۵	میرزا مجید اللہ کی دستار بندی	۱۷۴	اخلاق عالیہ
۲۴۶	ایمانیات، اصلاحات	۱۷۵	کمال بے نفسی
۲۴۹	وحییت ترکہ، امرائے	۱۷۶	جمود و سناہ، انسان ہمدردی
۲۵۹	حضرت علیؑ کے کرام اور اس کا برکت کی تقریریں		

فہرست تصاویر

ماہین صفحات

- ۱۔ فاروق گنج کی وہ مسجد جہاں حضرت شیخ التفسیر نے { درس قرآن حکیم کی استاد کی
- ۲۔ چھوٹی مسجد میں مجلس ذکر کا کمرہ ۳۵، ۳۴
- ۳۔ جامع مسجد کی بالائی منزل جو صرف خواتین { کے سرمایہ سے بنی ہے ۵۱، ۵۰
- ۴۔ جامع مسجد واہ نگاؤں کے دو مناظر جہاں { حضرت نے تفسیر قرآن حکیم رکھی ۶۳، ۶۲
- ۵۔ شیخ التفسیر کا مکان
- ۶۔ درستہ البنات کی عمارت ۶۷، ۶۶
- ۷۔ انجمن خدام الدین کا دفتر
- ۸۔ دفتر ہفت روزہ خدام الدین ۶۹، ۶۸
- ۹۔ حجرہ اوراد و وظائف ۱۳۷، ۱۳۶
- ۱۰۔ حضرت کی خالی چارپائی جس پر حضرت استراحت فرمایا کرتے تھے ۲۱۵، ۲۱۶

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الْحَمْدُ لِلَّهِ وَكَفَى وَسَلَامٌ عَلَى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَى

حرفِ آغاز

قرآن حکیم نے انبیاء عظیم السلام کے حالات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:-
لَقَدْ جَاءَتْ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ (رُوم ۴۱)
(اللہ ہے ان کے احوال میں عبرت اہل عقل کے لیے (تسبیح القرآن))

اس ارشاد باری کی روشنی میں دانشمند، صاحبِ فہم و فراست وہی لوگ ہیں جو انبیاء عظیم السلام کے حالات و واقعات سے عبرت پکڑیں اور ان کے کارناموں سے سبق سیکھیں۔
کیونکہ یہی وہ نفوسِ قدسیہ ہیں جن کی زندگیوں دنیا والوں کے لیے شعلِ ہدایت اور نمائے منزل ہیں۔ جسکی ہوتی دنیا انہی کی حیاتِ حقیرہ کو اپنا کر سکھ کا سانس لے سکتی ہے اور یہی مقدس و پاکیزہ ہستیاں ہیں جنہ کی تعلیمات کے سائے میں سمسکتی ہوئی انسانیت امن و عافیت کی دولت سے بہرہ مند ہو سکتی ہے۔

اسی طرح ایسے بندگانِ خدا جو انبیاء کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں جن کے دل ذاتِ خداوندی کی طرف جھکے رہتے ہیں انابت الی اللہ جن کا اٹھنا بکھیرنا ہے، وہ بھی مرکزِ ہدایت بن جاتے ہیں۔ ان کی پیروی بھی خداوندِ قدوس کی طرف سے لازم کر دی جاتی ہے۔
وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ لِلْبَيْتِ وَإِذْ يَبْنِيهِ إِسْمَاعِيلُ
یہی انابت اور رجوع الی اللہ ہے جس کے باعث موت کے وقت آرامِ اطمینان کی ضمانت ملتی ہے۔ قرآن حکیم کا رُخسار کرکنا ہے کہ دُنیوی زندگی میں احاطتِ انابت کی راہ اختیار کرنے والوں کو موت کے وقت یہ پیغام ملتا ہے۔

يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ ——— وَأَدْخِلْ جَنَّتِي (الحجر ۱۷ تا ۱۸)

”اے جان الیمان والی! لوٹ چل اپنے رب کی طرف۔ تو اس سے راضی ہو تجھ سے راضی ہیں شامل ہو میرے بندوں میں اور داخل ہو میری جنت میں“ (تفسیر القرآن)

یہی وجہ ہے کہ مختلف ادوار میں اکثر دنیاوی انسانیت کے حالات زندگی اس غرض سے قبضہ کیے گئے کہ آئے والے نسلیں ان سے فائدہ اٹھائیں، ان کی روشنی میں اپنی زندگی کے خطوط متعین کریں اور کامیابی و کامیابی کی منزلوں سے ہمکنار ہوں۔

اس دور میں امام الاولیاء صدیقِ دُور ان حضرت مولانا احمد علی کامہری قدس سرہ العزیز کی ذاتِ گرامی بھی ایسی ہی عظیم الصفات شخصیات میں سے ایک تھی جن کی سیرت کا ہر پہلو نسلِ جدید کے لیے پیغامِ عمل اور نشانِ نزل بن سکتا ہے۔ آپ کے فیوضِ ابرکات کا سلسلہ صرف لاہور و پاکستان بلکہ چاروں ملکِ عالم میں پھیلا ہوا ہے۔ کوئی گزرا یہاں نہیں جہاں آپ کا کوئی نام میاں نہ ہو اور دنیا کا کوئی خطہ نہیں جہاں آپ کے کسی فیض یا فائدے سے مستند علم و عرفان نہ سمجھائی ہو پھر نہ صرف یہ کہ دیندار طبقہ ہی فیضیاب ہوا بلکہ لاکھوں کی تعداد میں مغرب زدہ لوگ اور ادیت پرست و مانع بھی آپ کی روحانی عظمت کے گرویدہ ہو کر حلقہِ گوشِ اراوت ہوئے۔ اس طرح آپ کی ذاتِ استودہ صفتِ جدید و قدیم ہر دو مکاتبِ فکر کے لیے مرکزِ ہدایت اور مجمعِ البحرین تھی یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ اس دور میں جس قدر لوگ حضرت کی ذاتِ گرامی سے متاثر ہوئے اور عوام و خواص، علمائے کرام، فضلاء نے عصرِ حاضر اور انجیزی دان حضرات نے جس درجہ عقیدتِ مندی کا اظہار آپ کی ذاتِ گرامی سے کیا اُس کی نظیر نا محال ہے۔ آپ کے فیضانِ صحبت کا یہ اثر کہ دیکھتے ہی دیکھتے دلوں کی دنیا بدل گئی، چنانچہ ضروری تھا کہ اس قلبِ زمانہ اور شیخِ گیارہ کے حالاتِ زندگی جن سے اکثر لوگ سچے فدائی اور شیدائی ہونے کے باوجود بھی ناواقف ہیں منظرِ عام پر آئے جائیں اور ان کو گنتلی

حضرت دی جانے تاکہ موجودہ دور کے علاوہ آئندہ نسلیں بھی اس چشمہ حقیقت و معرفت سے قیامت تک سیراب ہوتی رہیں۔

اس خیال کو عملی شکل دینے کی غرض سے متعدد مخلص اصحاب اور عقیدت مندوں نے حضرت سے بار بار درخواست کی کہ حضرت کی سوانح حیات ان کی زندگی ہی میں مرتب ہو جائے۔ لیکن حضرت شدید مجبوریوں و مصروفیتوں اور اپنی اُفتاد طبع کی وجہ سے غافل نہ ہوتے تھے۔ آخر جناب منظور سید احمد صاحب خانہ حری کے پیہم اصرار پر آپ نے ہفتہ میں ایک گھنٹہ اس مقصد کے لیے دینے پر آمادگی کا اظہار فرمایا۔ طریق کار یہ طے ہوا کہ چند سوالات مرتب کر کے لکھ لیے جائیں اور حضرت ان کے جوابات لکھوا دیں کریں۔ لیکن یہ سلسلہ حضرت کی مصروفیات کے باعث زیادہ دیر تک جاری نہ رہ سکا اور اس طرح یہ عظیم کام تشہید تکمیل نہ پاسکے۔ منظور سید صاحب کا جمع کیا ہوا اسودہ ایک قیمتی دستاویز اور قطعی یادداشت کی شکل میں محفوظ ہو گیا۔ یہ نظر کتاب کا ابتدائی حصہ اسی اسودہ سے اخذ ہے۔

حضرت کے افضالِ حال بخوبی جانتے ہیں کہ آپ کس درجہ مجاہد ہیں، معاملہ فہم اور خفائی شناس تھے۔ مرنانہ فرست کا تو یہ عالم تھا کہ "قد ہو سرج کو بدیدہ گوید کا مسر" آپ کی ذات گرامی پر چار چول چوکس بیٹھا ہے آپ کو علم ہو گیا کہ بعض اہل افراد جو علم و ادب کے ذوق سے قطعی عاری ہیں آپ کی سیرت جمع کرنے کے خواب لکھ رہے ہیں چنانچہ حرم و احتیاط کر کے کاروائے ہوئے آپ نے اپنے حال سے چند روز قبل مختلف اخبارات اور ہفت روزہ خدام الدین میں یہ بیان شائع کرایا کہ میرے حالات میری اولاد کے سوا کسی کو شائع کرنے کی اجازت نہیں۔"

مقصود صرف یہی تھا کہ سوانح حیات کی ترتیب و تدوین کے سلسلے میں کوئی شخص ذاتی منفعت کی غرض سے خود ساختہ دستاویز کے مسائل، طلب یا پس کا ذخیرہ جمع نہ کرے اور علم

صوفی مذاکرہ اصل حقائق و معانی سے غافل رکھ کر گمراہی کا شکار نہ بنائے۔

حضرت کئے سال کے بعد آپ کے عقیدت مندوں کے شدید تعارضوں اور عوامِ خاص کے بے پناہ اصرار پر میں نے آپ کے غلط ارشید اور جانیشیں حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم سے آپ کی سیرت ثریب کرنے کی درخواست کی لیکن آپ نے اپنی محرومیتوں اور حضرت کے سال سے پیدا شدہ زخموں کے باعث معذرت کا اظہار کر کے یہ فریضہ نہایت فراخ دلی اور کمال شفقت سے میرے پیر و فریاد میں نے اس کا بخیر میں اپنی سعادت اور نہایت اخروی کا زحمت کیا تو مجھے نصیب فضل ایزدی کچھ کر برحق اس عظیم کام میں شریک ہو گیا۔ حضرت مولانا عبید اللہ علیہ السلام نے ہر طرح سر پرستی فرمائی اور منظر و معید صاحب کا مرتب کردہ مذکورہ مسودہ جس پر حضرت نے اپنے نقادوں اور پاک ہاتھوں سے خود کئی مقامات کی تصحیح فرمائی تھی انوار و کرم مجھے عنایت فرمایا۔

حضرت مولانا عبید اللہ انور نے ازراہ بندہ نوازی ۱۹۶۲ء کے اگست ۱۹۶۲ء کے خدام الدین میں ایک اعلان شائع کرایا جس کا متن حسب ذیل تھا۔

”حضرت کے عقیدت مند یہ سن کر خوش ہوں گے کہ پاکستان کے مشہور ادارہ طباعت و اشاعت غیر دسترس نے اس بڑے نامزدینی رہنما کے سوانح حیات پر شمل ایک منسوخ دستخط کتابت جمع کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور اس گراں قدر کام کے لیے حضرت مولانا سے قریبی تعلق رکھنے والے ایک اہل قلم کی خدمات حاصل کر لی ہیں۔

لیکن ظاہر ہے کہ اس جلیل القدر شخصیت کی حیات پر قلم اٹھانا اور اس کی زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرنا کسی فرد واحد کی دسترس سے باہر ہے۔ یہ سوانح حیات اسی صورت میں جامع و مانع ہو سکتی ہے جبکہ وہ تمام علمائے کرام اور موفیاء مقام احمد نے کسی نہ کسی طرح میں حضرت سے فیض نہرمانی حاصل کیا ہے اور انھیں ہر توانا کی

صحبت میں بیٹھنے اور شاداب گرامی سُننے اور انہیں قریب دیکھنے کی صاف نصیب ہوئی ہے۔ مولانا کی زندگی کے متعلق وہ تمام حالات و واقعات جن کا انہیں علم ہو ارسال کر کے اس کا ذخیرہ منصفیت سے تعاون کریں۔

حضرت کے ذاتی خطوط بھی علم و عرفان کا سرچشمہ تھے۔ آپ کی تاریخ میں آپ کے وہ تمام خطوط بھی شامل کیے جائیں گے جو آپ نے اپنے اصحاب، مولانا، مریدوں اور عقیدوں کو تحریر فرمائے تھے۔ اگر کسی صاحب کے پاس حضرت مولانا کا کوئی مکتوب گرامی محفوظ ہو تو براہ کرم ہمیں ارسال فرمادیں۔ انشاء اللہ استفادہ کے بعد منظرِ راسخ کر دیا جائے گا۔

از اخبار خدام الدین لاہور

مؤرخہ ۱۸ اگست ۱۹۶۲ء امیر انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور

یہ امر روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ حضرت کا مطلق اثر اور عقیدین کا سلسلہ وسیع ہی نہیں بلکہ لامتناہی ہے۔ چنانچہ ان سب حضرات سے جو حضرت کی بابرکت صحبتوں سے مُسَرَّت ہو چکے ہیں یا جن خوش نصیب حضرات کو آپ سے قریبی تعلق کسی نہ کسی گوشے میں رہ چکا ہے حضرت کے حالات و واقعات فراہم کرنا آسان کام نہ تھا۔ پھر صحیحی میں نے سو اتین سو سترے اٹھ طوائف کرام، صوفیائے عظام اور حضرت کے تربیت یافتہ خدام کی خدمت میں عرضے ارسال کیے کہ وہ اس کام میں امانت فرمائیں۔ گوجندال کا میاں پانہ ہوئی۔ چنانچہ حضرت کے کھوٹے ہوئے مُصدقہ سہوہ کو حق کی حیثیت سے کہہ کر دیگر ذرائع سے حاصل کردہ حالات و تشریح کی شکل میں مضبوط کچھ اس کے علاوہ حضرت کے خطوط، کتب و مباحث اس کو اور خطبات سے بھی غلطیوں سے محفوظ کیا گیا۔

ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی کام کی تکمیل کرانے کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کے لیے ذرائع و اسباب خود میاں فرماتے ہیں۔ چنانچہ عین اس وقت جبکہ کام ابھی ابتدائی مراحل میں تھا حضرت مولانا رحمہ اللہ کے خلیفہ مجدد حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسنی صاحبِ ملبورہ نے مکمل ہو کر

ذاتِ گرامی ادا و نبی بن کر اڑے آئی۔ اگر اس مرحلہ میں قاضی صاحب بوصف کی پرفہم
 سامعی شامل نہ ہوتیں تو حضرتؑ کے سوانح حیات کا اس قدر جلد پائے تکمیل کو پہنچنا ممکن نہ
 تھا۔ کتاب کی ابتدائی ترتیب و تدوین میں بوصف کا نہایت قیمتی اور عظیم حصہ ہے۔ اللہ
 تعالیٰ آپ کے روحانی مراتب کو اور بلند فرمائے آمین!

اگرچہ اس امر کی پوری کوشش کی گئی ہے کہ حضرتؑ کے سوانح حیات کا یہ ایڈیشن
 ہر حیثیت سے جامع اور مکمل ہو مگر پھر بھی ایسی عظیم ہستی کی ساری زندگی جو ایک طرف
 رشد و ہدایت کا مرکز اور دوسری طرف پوری نصف صدی کی مکمل تاریخ ہو، مختصر وقت اور
 محدود صفحات میں سیٹھنے کی سعی مشکور ہونا بہت مشکل اور سخت دشوار ہے۔

وقت کی رفتار کے ساتھ ساتھ ایسے اکابر کی سیرت کے اہم اور مخفی پہلو اُبھر جاتے
 رہتے ہیں۔ اس امر کا قوی امکان ہے کہ حضرتؑ کی زندگی کے بہت سے گوشے میری اُحد
 اُن حضرات کی نظروں سے اوجھل رہ گئے ہوں جنہوں نے اس کتاب کی تدوین میں مجھ سے
 تعاون کیا ہے۔ چنانچہ استدعا ہے کہ قارئین میں سے جن اصحاب کے پاس حضرتؑ کے
 حالات زندگی کا کوئی حصہ محفوظ ہو اور وہ خواہ زندگی کے کسی گوشے سے ہی متعلق کیوں
 نہ ہو مجھے ارسال فرما کر عند اللہ بخیر ہو۔ دوسرے ایڈیشن میں شکر کے ساتھ شریکِ شاعت
 کیا جائے گا۔

آخر میں ان تمام بزرگوں اور دوستوں کا شکریہ ادا کرنا اپنا خوشگوار فرض سمجھتا ہوں
 جنہوں نے میری درخواست کو شرفِ قبولیت بخش کر میری اعانت یا رہنمائی فرمائی۔

واخود عوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

خاکِ پاکِ حضرتِ قدس سرہ العزیز
 عبد الحمید خاں

اکتوبر ۱۹۶۲ء

ابتدائی حالات

برصغیر کی تاریخ میں آٹھ سوں صدی کا نصف آخر مسلمانوں کے لیے جس حیثیت انورا
 بڑا ہی پر آشوب دور تھا۔ انگریز مسلمانوں کا نام و نشان تک مٹا دینے پر تکا ہوا تھا۔
 علمائے کرام کو چن چن کر سزائے موت دی گئی، بڑے بڑے علماء و اہل سنت و اہل فہمہ و اہل
 علم گئے۔ حتیٰ پرستوں کو ذلیل و خوار کیا گیا اور دینی اداروں کو تباہ و برباد کرنے میں کوئی
 کسر نہ اٹھا رکھی گئی۔ غرض انگریز کی حکمت عملی یہ تھی کہ برصغیر کے مسلمان ایک فعال
 اور زندہ قوم کی حیثیت سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائیں اور ان کے لوگوں میں
 وہ اسلامی روح اور ایمانی تڑپ باقی نہ رہے جس کے بل بوتے پر وہ ایک ہزار سال
 تک اس برصغیر پر حکومت کرتے رہے تھے۔ مسلمان عوام بے بسی اور بے تعلقی کا
 شکار تھے۔ خواص کی ایک بہت بڑی تعداد جن میں علمائے کرام پیش پیش تھے،
 انگریز کی سید و کاغذ مشق بن چکی تھی۔ اور جو بیچ گئے وہ خاموشی اور عزت نشینی
 ہی میں عافیت دیکھ رہے تھے۔ ان حالات میں ضرورت تھی کہ اللہ تعالیٰ کے
 چند جری اور ٹڈ بندے علمائے کلمۃ الحق کی خاطر اپنے سر بھیلوں پر رکھ لیں
 اور اس شمع توحید کو جو ہزار سال سے اس ظلمت کدوہ کفر کو اپنی ضیا باریوں سے
 منور کر رہی تھی، بجھنے نہ دیں۔

ارشادِ ربانی ہے کہ جب مسلمان اس حد تک دین سے بے پروا اور غافل

ہو جائیں گے کہ وہ اپنی آنکھوں کے سامنے گلشنِ اسلام پر کفر کی برقِ پاشیاں پھیں اور اُس سے مس نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کی جگہ دوسرے لوگوں کو دے آئے گا جو دین کے سچے خادم ہوں گے۔

(بخاری)

وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَتَّبِعِدِلَّ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ
ترجمہ۔ اور اگر تم نہ مانو گے تو وہ بدل دے گا اور قوم سے تمہارے پیروں کے پیروں کے تعارض کی طرح رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیروں کے پیروں کے برابر نہ ہوں گے۔

تاریخ گواہ ہے کہ جب تک مسلمانوں نے اسلامی تعلیمات کو حرزِ جان بنائے

رکھا، اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رحمتوں سے نوازا لیکن جب انہوں نے اس

مقصد سے منہ موڑ لیا جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں منتخب فرمایا تھا تو اس

نے چنگیز اور ہلاکو کی اولاد کو مسلمان کر دیا۔ جو پانچ سو سال تک خادمِ الاسلام

اور خادمِ الحرمین رہی۔ یسئلت اللہ بر صغیر میں بھی کار فرما ہوئی۔ عین اس وقت

جبکہ انگریزی حکومت کا عروج تھا، غیر مسلموں کا تو کم کیا ہے اکثر مسلمان انہیں

اپنا آقا مائے نعمت سمجھ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے پنجاب جیسے انگریز پرست صوبے

کے دو صفحہ اضلاع (گوجرانوالہ اور سیالکوٹ) کے ایک ہی خاندان کے دو غیر مسلم

گھرانوں کو دولتِ اسلام سے نوازا کر اپنے دین کی خدمت ان کی اولاد سے لی۔

میری مراد امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی قدس سرہ العزیز کے والد ماجد مولانا

شیخ حبیب اللہ (قصبہ جلال ضلع گوجرانوالہ) اور حضرت مولانا عبید اللہ سندھی

(قصبہ چانوال ضلع سیالکوٹ) رحمۃ اللہ علیہم سے ہے۔

حضرت مولانا احمد علی کا آبائی وطن قصبہ جلال ضلع گوجرانوالہ ہے۔ یہ

ولادت قصبہ ریوے اسٹیشن لکھنؤ سے چار میل بائیں بائیں واقع ہے۔

آپ کے والد ماجد شیخ حبیب اللہ صاحب ایک دیندار بزرگ اور نسبت چشتیہ میں بلند مقام کے مالک تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ پیدائشی مسلمان اور پابندِ مہوم و مصلوۃ تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں چار بیٹے عنایت فرمائے حضرت مولانا احمد علی قدس سرہ العزیزہ حافظ مولوی محمد علی صاحب تعلیم یا غفران، مولوی عزیز احمد صاحب تعلیم کراچی اور حکیم رشید احمد صاحب لائسنس حضرت سب بھائیوں میں بڑے تھے۔ ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۲۷ھ کو جمعہ المبارک کے روز آپ اسی قصبہ جلال میں پیدا ہوئے اور والد بزرگوار نے آپ کا نام احمد علی بخیر فرمایا۔ حضرت کے والدین نے آپ کی پیدائش سے قبل ہی یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اگر خدا نے بڑا عطا فرمایا تو اسے خدمتِ دین کے لیے وقف کر دیں گے جیسا کہ حضرت مریم علیہا السلام نے جناب باری میں منت الٰہی تھی۔

وَرَبِّ اِنِّیْ نَسَّكَ نَسْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا (آل عمران: ۳۵)
 اے میرے رب! میں نے خود کو تیرے لیے جبریل سے پیش میں آ کر آزاد کرنا قبول کیا (قرآن)

ابتدائی تعلیم
 جس ذاتِ باریکات نے دنیا میں علم قرآن اور تفسیر قرآن ہو کر قرآنی علوم و معارف کی اشاعت کا مقدس فریضہ سر انجام دیا تھا اس کی تعلیم کا آغاز بھی قرآن عزیز پڑھنے سے ہوا اور اُسے کائناتِ ارضی پر سوٹ بھی اسی اہو مبارک میں فرمایا کہ جس میں قرآن حکیم کا نزول ہوا تھا۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو قرآن خود پڑھایا اور تھوڑے دنوں بعد آپ اسکول میں داخل کرائیے گئے۔ یہ اسکول قصبہ جلال سے ایک میل دور کوٹ سدا اللہ میں واقع تھا۔ حضرت اپنے ہم کتبوں کے ساتھ ہر روز صبح اسکول جاتے اور شام کو واپس لوٹ آتے۔

حضرت کے والد ماجد کا فریضہ معاش تجارت تھا۔ انھوں نے اعزہ و اقرباء کی اسلام دشمنی

کے باعث قصبہ بھال کی سکونت ترک کر کے موضع باہوچک میں رہائش اختیار کر لی۔ یہ گاؤں
اول الذکر مقام سے ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ہے۔ یہاں چونکہ تعلیم کا خاطر خواہ انتظام
نہ تھا، اس لیے حضرت کو قریب کے ایک قصبہ ٹوٹھی کھجور والی کے اسکول میں داخل کرایا
گیا جس میں آپ نے باپنجری جماعت تک تعلیم پائی۔

بعد ازاں آپ کے والد ماجد نے آپ کو مولانا عبدالحی صاحب خلیفہ جامع مسجد
گوہر انوار کے حلقہ درس میں داخل کر دیا جہاں نصاب فارسی سے آپ کی ذہنی تعلیم کی
ابتدا ہوئی۔ اس خوش بخت استاد نے حضرت کو اپنے گھر ہی رکھا اور اپنے دونوں بیٹوں
محمد ابراہیم اور محمد اسماعیل کے ساتھ آپ کی تعلیم و تربیت کرتے رہے۔ اس دوران میں
حضرت مستقل طور پر گوہر انوار ہی قیام پذیر رہے لیکن گاہے گاہے والدین سے ملنے
کے لیے اپنے گاؤں بھی تشریف لے جاتے تھے۔

ابھی چند ہی مہینے گزرے تھے کہ حضرت مولانا عبدالحی
مولانا سندھی سے تلمذ سندھی رحمۃ اللہ علیہ فراغت از العلوم دیوبند کے بعد
حسب ارشاد شیخ السند رحمۃ اللہ علیہ دینی کتب کے مطالعہ اور تدریس علوم کے سلسلے میں سندھ
جاتے ہوئے اپنی والدہ ماجدہ سے ملنے کے لیے سیالکوٹ تشریف لے گئے۔ آپ کی والدہ
نے آپ سے حضرت کے والد ماجد کے قبول اسلام اور دینی شغف کا تذکرہ کیا اور مولانا
سندھی کو ان سے ملنے کے لیے باہوچک ہزار لائیں۔ حضرت کے والد ماجد نے اس موقع
پر تعلیم و تربیت کے لیے حضرت کو مولانا سندھی کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا یہ پتھر میں
نے دین کے لیے وقف کیا ہے۔ اسے قبول کیجئے۔ مولانا سندھی نے غرضی سے
حضرت کو قبول کر لیا۔ اور جاتے ہوئے حضرت کو اپنے ساتھ سندھ لے گئے۔ چنانچہ مولانا

سندھی حضرتؑ کو تفسیر قرآن مجید اور علم حدیث کی سند دیتے ہوئے یوں فرماتے ہیں:-
 ان الصالح السعيد المولوى احمد على لاهورى كفلته
 لنزد من ربه ابوا -

ترجمہ: سادات خدو مولوی احمد علی لاہوری کو میں نے اس غذا کی وجہ سے اپنی تربیت میں
 سے لیا جو آپ کے والدین نے دین کی خدمت کے لئے مانا تھا۔

حضرتؑ بھی صرف نو برس کے تھے کہ والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا، چچ کو مولانا
 عید اللہ سندھیؑ اور حضرتؑ کے والد ماجد کے درمیان قرابت داری کے تعلقات تھے، اس لیے
 ان کی وفات کے بعد بچوں کی نگہداشت کے خیال سے حضرت دین پوری نور اللہ مرقدہؑ
 نے حضرتؑ کی والدہ ماجدہ کا نکاح ثانی مولانا سندھیؑ سے کر دیا اور اس طرح حضرتؑ کو لانا
 سندھیؑ گویا حضرتؑ کے سوتیلے والد بن گئے، چنانچہ حضرتؑ اور آپ کے دوست بھائی
 مولوی محمد علی، مولوی عزیز احمد اور حکیم رشید احمد بچپن ہی سے مولانا سندھیؑ کے زیر تربیت
 آ گئے۔

مولانا سندھیؑ کی پہلی امیہ فوت ہو چکی تھیں۔ یہ دوسرا نکاح محض مکمل سنت
 اور تعمیل ارشاد و مرشد تھا۔ اس عقد ثانی سے مولانا سندھیؑ کے ان کوئی اولاد نہ ہوئی اور
 یہ حضرتؑ کی والدہ ماجدہ نکاح کے بعد زیادہ عرصہ تک زندہ رہیں۔ چنانچہ حکم کنی میں ہی
 حضرت رحمۃ اللہ علیہ والد کے بعد والدہ کی شفقت سے بھی محروم ہو گئے۔
 حضرتؑ کے بچپن اور لڑکپن کا زمانہ بہت پر مشقت اور تکلیف دہ تھا۔ مولانا
 سندھیؑ سخت مزاج تھے۔ وہ آپ کو ہر وقت کام میں مصروف رکھتے، جنگل سے لکڑیاں کاٹ
 کر لانا، گھر کا پانی بھرنا، مولانا سندھیؑ اور اپنے تینوں چھوٹے بھائیوں کے کپڑے دھونا بھی

کے فاصلے پر واقع ہے۔ مشہور ہے کہ کوئی بزرگ حضرت حافظ صاحبؒ کو ان کے روحانی ترجمے کے پیش نظر بیعت کرنے کی جہالت نہ کرنا تھا۔ ہر کوئی یہ کہہ کر معذوری کا اظہار کرتا کہ ایسے جلیل القدر شخص کا بیعت کرنا ہمارے بس کی بات نہیں۔ ایک مرتبہ کسی بزرگ نے آپ سے فرمایا: تجھے وہ شخص بیعت کرے گا جس کے سامنے تجھنی ہوئی پھیل زندہ ہو جائے حضرت حافظ صاحبؒ یہ جواب سن کر یوں ہو گئے۔ نہ تجھنی ہوئی پھیل زندہ ہو، نہ آپ کسی سے بیعت کریں۔

اتفاق سے کچھ عرصہ بعد شاہ حسن رحمۃ اللہ علیہ کا گزر اس طرف ہوا تو آپ حضرت حافظ رحمۃ اللہ علیہ کے اہل مہمان ٹھہرے۔ حافظ صاحبؒ کے اہل اس دن سوائے پھیل کے اور کوئی چیز گھر میں مہمان کی ملاقات کے لیے موجود نہ تھی۔ آپ پھیل بھون، دسترخوان میں رکھ کر شاہ صاحب کی خدمت میں لائے۔ شاہ صاحب نے سسکا کر فرمایا کیا زندہ پھیلیاں بھی کبھی کھائی جاتی ہیں؟ حافظ صاحبؒ نے دسترخوان اٹھایا تو پھیل اٹھی زندہ تھی۔ بس اب یہ کہنا تھا کہ درویش کی کسی ہوئی بات یاد آگئی اور آپ بیعت کے لیے دوڑا تو ہو کر شاہ صاحب کی خدمت میں بیٹھ گئے۔ شاہ صاحب نے آپ کو ہانسی تامل کے بیعت فرما دیا۔ پٹرول تو پہلے ہی موجود تھا۔ دیا سلائی دکھانے کی ضرورت ہوئی آگ بھڑک اٹھی اور شاہ صاحبؒ نے چند دنوں کے بعد آپ کو غرقہ خلافت عطا فرما دیا۔

حضرت مولانا سندھیؒ انہی حافظ صاحبؒ کے دست حق پرست پر ولایتِ اسلام سے روشناس ہوئے۔ پھر چوڑی شریف میں ہی آپ کی سنتِ تعلیم (تختہ) ادا ہوئی۔ اور حافظ صاحبؒ رحمۃ اللہ علیہ سے ہی سلسلہ قادریہ میں بیعت ہو کر آپ نے اسباقِ سلوک کی

ابتدا کی بھر حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مولانا سندھی سے اس درجہ لگاؤ ہو گیا کہ آپ نے اپنے محبوب ترین خضراء شیخ المشائخ فرط زماں حضرت عینۃ غلام محمد دین پوری اور قطب الاقطاب امروٹی کی وجہ دگی میں فرمایا: "بید اللہ نے چونکہ خدا کے بیٹے الدین کو چھوڑا ہے اب اس کے والدین کے تمام فرائض میں اور کروں گا؟" گویا حافظ صاحبؒ نے مولانا سندھی کو اپنا مسرہ بلا بیٹا قرار دیا۔ ویسے بھی مریدین اپنے پیر کی روحانی اولاد ہوتے ہیں لیکن ان الفاظ نے مولانا سندھی کی شخصیں کر دی۔

پھر اس کے بعد جب مولانا سندھی دینی تعلیم کے حصول کے لیے بھر چوڑی شریف سے رخصت ہونے لگے تو حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بارگاہِ خلافتی میں اتھارٹھاکر یہ التجا کی "اے اللہ! بید اللہ تیرے حوالے ہے اسے کسی راستہ فی العلم اور عالم باعمل سے استفادہ کا شرف عطا فرما"۔ چنانچہ حضرت حافظ صاحبؒ کی دُعا کا ثمرہ امام زمان حضرت شیخ السنہ قدس سرہ العزیز کی شاگردی کی ضرورت میں ظاہر ہوا اور اس طرح دھڑے صدیقیؒ نے طالبِ صافق کو صدیقیؒ دوران کی خدمت میں پہنچا دیا پھر یہی دُعا کا نتیجہ تھا کہ مولانا سندھیؒ دیوبند میں تحصیل علم کے دوران ہی حضرت شیخ الہندؒ کی توجہات کامرکز بن گئے اور اپنی خدا داد قابلیت، ذہانت اور انتھاک محنت کے باعث سائے مدرسہ میں امتیازی خصوصیات کے حامل ہو گئے۔

اس اثناء میں مولانا سندھیؒ کو بہت جیسے صدر سے دو چار ہونا پڑا حضرت حافظ محمد صدیقی رحمۃ اللہ علیہ اپنے اللہ کو پیارے ہو گئے اور مولانا سندھیؒ کے لیے شب و روز دُعا میں کرنے والا ایک عظیم سداؤنیا سے اٹھ گیا۔ اب ارشادات شیخؒ کی روشنی میں مولانا سندھیؒ کی روحانی تربیت حضرت دین پوریؒ کے حصہ میں آئی اور باقی ضروریات کی کفالت

حضرت امروٹی فرماتے رہے۔

معلوم ہوتا ہے اس میں بھی حکمت خداوندی بدرجہ اتم کارفرماتی تھی۔ حضرت دین پوریؒ سرتاسر مظهر جمال الہی تھے اور حضرت امروٹیؒ کا لہلال کے آئینہ دار۔ مولانا سندھیؒ بھی طبیباً جلال تھے۔ اس لیے ان کی رومانی تربیت مظهر جمال خداوندی حضرت دین پوریؒ کے ذکر کردہ گئی تاکہ ان کے جلال پر جمال کا پرتو پڑتا رہے جو لوگ اقبہ سال میں وہ شہادت دیں گے کہ مولانا سندھیؒ باوجود حضرت دین پوریؒ کی تربیت کے سخت جمال تھے۔ اگر تربیت میں بھی جلال کا جذبہ ہوتا تو نہ جلتے کیا ہوتے۔

بہر حال اب چونکہ حضرت حافظ صاحبؒ کا دس سال ہو چکا تھا اقطاب قطاب امروٹیؒ نے مولانا سندھیؒ کو دیوبند سے فراغت کے بعد امروٹ شریف میں قیام کی دعوت دی۔ مولانا سندھیؒ نے ان کی اس دعوت کو بخوشی قبول کر لیا۔

حضرت کی سندھ کو روانگی جب مولانا سندھیؒ حضرت امروٹیؒ کے ارشاد کے مطابق دیوبند سے سندھ کو روانہ ہوئے تو حضرت کو اپنے ہمراہ امروٹ شریف لے گئے۔

رہتے میں مولانا سندھیؒ اپنے شیخ حضرت خلیفہ نظام محمد صاحب دین پوری رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی غرض سے دین پور شریف غھرے۔ اس سہی کی کل کامنات حضرت امروٹیؒ مسجد اور قیام گاہ تھی۔ حضرت دین پوریؒ اپنے زمانے کے عارف اکمل اور ولی بے بدل تھے۔ حضرت شیخ الحدادؒ اور محدث اعظم حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت دین پوریؒ کے چہرے پر صرف نظر ڈالنے سے کئی مقامات طے ہو جاتے ہیں شیخ الاسلام سید العرب العجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ قرآپ

پرجہاں سے خدا تھے اور مسئلہ قادری میں آپ سے تبرکاً مبارک بھی تھے حکیم الامت حضرت
 قاضی رحمۃ اللہ علیہ مولانا سندھی کی معیت میں دین پور شریف لے گئے۔ تو آپا بندہ نشین
 سے اُتر کر گھوڑے پر سوار ہوئے۔ دین پور شریف سے قریب حضرت شیخ المشائخ دین
 پوری پیشوا کے لیے آگے آئے ہوئے تھے حضرت قاضی ابھی کئی سو گز کے فاصلہ پر
 تھے کہ اپنے انوار و تجلیات کا شاہد کیا، فرزا گھوڑے سے چھلانگ لگا دی اور فرمایا
 ”اے عید اللہ! تو نے مجھے مار ڈالا۔ ارے عید اللہ! تو نے مجھے چاک کر دیا۔ یہ نہ بتایا
 کہ یہاں اس درجہ کا ولی اللہ رہتا ہے اور مجھے گھوڑے پر سوار کر دیا۔“ اسی طرح وقت
 کے تمام اولیاء میں حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں حضرت
 دین پوری رحمۃ اللہ علیہ کا بے حد احترام کرتے تھے۔

بہر حال بتانا یہ مقصود ہے کہ مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا امجد علی فرید اللہ
 مرحومہ سفر امر دہ شریف کے دوران جب دین پور میں قیام فرما تھے تو حضرت دین پوری رحمۃ
 علیہ نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ کر پہلی نظر میں ہی اپنے نور فراست بجاپ لیا کہ آیندہ
 چل کر یہ گوہر کیا کس درجہ کا انسان بننے والا ہے۔ چنانچہ آپ نے خود ہی ازراہ شفقت
 حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو مسئلہ قادری میں بیعت فرمایا اور اللہ کے نام کی تعین کی حضرت فرمایا
 کرتے تھے کہ وہ اس وقت بیعت کے مفہوم تک سے نا آشنا تھے۔ اور یوں حضرت کی
 تعلیم کتاب اللہ اور تزکیہ باطن دونوں ساتھ شروع ہوئے۔ بیعت کے وقت آپ کی عمر سن
 نو سال تھی اور یہ غالباً ۱۸۹۵ء کا واقعہ ہے۔

لے شیخ الصوفی مولانا محمد عبداللہ دہلوی کی روایت ہے۔

امروٹ شریف میں قیام
 دین پور میں مختصر قیام کے بعد حضرت مولانا سندھی کی
 معیت میں امرٹ شریف آ گئے۔ مولانا سندھی نے خود
 ہی مولانا کو فارسی اور عربی کی ابتدائی صرف و نحو پڑھا اور شروع کی۔ امرٹ شریف اور دین پور
 ایک دوسرے سے دور ہونے کے باوجود ایک ہی تھے۔ دونوں علم و معرفت کے دریا ایک
 ہی چشمہ سے جاری ہوئے تھے۔ یعنی دونوں حضرات حافظ محمد صدیقؒ کے خلفاء میں سے تھے۔
 گوٹھ پیر جھنڈا میں مدرسہ
 حضرت مولانا حاج محمد و امرٹ کی بڑے متوکل اور
 فنا فی اللہ بزرگ تھے۔ اگر رزق کا کوئی سبب خود
 دارالارشاد کا قیام
 ہی بن جانا تو ستر ورنہ دو دو وقت فاقہ کی نصبت

آجاتی۔ آپ کی خانقاہ متفقہ کا نہ رہتی۔ رومانی بغض کے متلاشیوں کے لیے تو وہ بہت
 بڑا دارالعلوم تھا۔ مگر علوم ظاہریہ کی تدیس اور تکمیل کے لیے جن اسباب کی ضرورت تھی
 وہ وہاں موجود نہ تھے۔ اور یہی حضرت امرٹ کی قدس سترہ العزیز اس طرف توجہ فرماتے تھے۔
 کیونکہ ان کا مسلک استغناء اس کی اجازت نہیں دیتا تھا کہ لوگوں سے چندہ مانگیں۔

ادھر مولانا سندھی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد داہن کے شاگرد رشید اور فیض یافتہ
 تھے۔ ان کا مسلک یہ تھا کہ علماء حق کی ایک ایسی انقلابی جماعت پیدا کی جائے جو اگر بزرگی
 و دنیایت کا مقابلہ اسی طرح کرے جس طرح مجدد ملت ثانیؒ نے اکبر کی دنیایت کا کیا تھا۔
 اس کے لیے کسی دارالعلوم کا قیام ناگزیر تھا۔ چنانچہ آپ صوبہ سندھ کے ضلع نواب شاہ میں
 واقع گوٹھ پیر جھنڈا تشریف لائے۔ گوٹھ پیر جھنڈا کے سجادہ نشین پیر لچاڑو کے چچا داد
 بھائی ہیں۔ مولانا سندھیؒ نے سجادہ نشین گوٹھ پیر جھنڈا حضرت مولانا پیر رشید اللہ صاحب
 کے سامنے اپنی تجویز پیش کی تو انہوں نے نہ صرف اس کو منظور فرمایا بلکہ ہر طرح کی امداد کا

یقین دلایا۔

چنانچہ ۱۳۱۹ھ میں گوثر پیر جھنڈا میں مولانا سندھیؒ نے اپنے دست مبارک سے مدرسہ دارالارشاد کی بنیاد رکھی۔ پیر صاحب اپنے مریدوں سے چندہ لے کر طلبہ کی ضروریات، اساتذہ کی تنخواہ اور مدرسے کے دوسرے مصارف پورے کرتے تھے۔ مولانا سندھیؒ تنہا گوثر پیر جھنڈا تشریف لے گئے تھے۔ کچھ عرصہ بعد آپ نے حضرت مولانا احمد علیؒ صاحب کو بھی اپنے پاس بلایا اور یہاں حضرتؒ نے چھ سال کے عرصہ میں درسی نظامی کی تکمیل کر لی۔

حضرت کی دستار بندی مدرسہ دارالارشاد کی سب سے پہلی فارغ التحصیل سونے والی جامعیت میں پانچ طلبہ تھے

ان میں حضرت مولانا احمد علیؒ کے علاوہ حضرت پیر رشید اللہ صاحب کبیرے صاحبزادے مولانا ضیاء الدین صاحب موجودہ گدی نشین گوثر پیر جھنڈا بھی تھے۔ اس جامعیت کی دستار بندی کے لیے تہارہ نشین گوثر پیر جھنڈا نے عبد بنعقد کیا اور اس کی صدارت کے لیے شیخ حسین ابن یحییٰ انصاری بمبئی کو ریاست بھوپال سے بلوایا جو نائب صاحب کی موت پر شیخ مولانا علیؒ پہلے آئے تھے شیخ صاحب جب بائٹہ بھنڈی کی صدارت کے لیے تشریف لائے تو عرصہ ہونے کی وجہ سے اس قدر ضعیف اور کمزور ہو چکے تھے کہ کسی سوار پر چڑھنے کے قابل نہ تھے۔ چنانچہ انھیں پاکی میں شجاکر شیشین سے گوثر پیر جھنڈا لایا گیا تھا جہاں تک حضرت مولانا احمد علیؒ کی یادداشت کا تعلق ہے یہ دستار بندی ۱۳۲۲ھ کے آخر یا ۱۳۲۴ھ کی ابتدا میں ہوئی تھی۔

تکمیل علم کے بعد مولانا سندھیؒ نے حضرت کو مدرسہ دارالارشاد میں مدرس مقرر کر دیا۔

بیان آپ نے تین سال تک درس نظامی کی تعلیم دی۔

حضرت کی پہلی شادی حضرت مولانا سندھیؒ کے بہت ہی بخود نظر تھے۔ آپ نے مدرسہ دارالاشاد میں تدریس

کا کام شروع کیا تو مولانا سندھیؒ نے پہلی اہلیہ سے اپنی صاحبزادی مریم بی بی کا عقد آپ سے کر دیا۔ شادی کے قریب ایک سال بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک بیٹا عنایت فرمایا جس کا نام حسن رکھا گیا۔ مگر یہ ناشگفتہ غنیمت سات دن کے بعد ہی گھر چھوڑ گیا اور حضرت کی اہلیہ عزمہ بیچنے کی موت کے دوسرے دن انتقال فرما گئیں۔

دونوں کے مرنے پر گھر پر محبت میں ہیں جہاں حضرت کی والدہ ماجدہ بھی آرام فرما ہیں۔
حضرت کی دوسری شادی پہلی اہلیہ کے وصال کے کچھ عرصہ بعد حضرت کے لیے بے شمار شتے آئے مگر مولانا سندھی

کی نظر کسی پر نہ پڑی۔ انہیں ایام میں ہنگوال کے مولانا ابو محمد احمد صاحبؒ نے مولانا سندھیؒ کو لکھا کہ وہ اپنی لڑکی کا رشتہ حضرت سے کرنا چاہتے ہیں۔

مولانا ابو محمد احمد صاحبؒ دارالعلوم کے فارغ التحصیل اور قطب الرشاد گنگوہیؒ اور شیخ الحد کے شاگردوں میں سے تھے۔ مولانا سندھیؒ کم سن ہونے کی وجہ سے دلوں کے آپس میں جوار و تعلقات تھے۔ علاوہ ازیں وہ مولانا سندھیؒ کی قائم کردہ جمعیۃ الانصار کے سرگرم رکن بھی تھے۔ لہذا آپ کا قیام شیرازی بازار کی صوفی مسجد میں تھا اور آپ طبعِ مہذب والی کتبِ احادیث کی تصحیح فرمایا کرتے تھے۔ مولانا سندھیؒ نے آپ کی درخواست منظور کر لی اور محرم الحرام ۱۳۲۲ھ میں حضرت شیخ الحد کے مبارک ہاتھوں دارالعلوم دیوبند کی مسجد میں حضرت شیخ التفسیرؒ کی رسم نکاح سرانجام پائی۔

۱۹۰۹ء میں مولانا سندھی دوبارہ دیوبند تشریف لے گئے اور اپنے شیخ حضرت شیخ ابوبکر دہلوی

کے مشورے سے جمعیۃ الانصار کی بنیاد ڈالی۔ اس انجمن کا مقصد ملک اور بیرون ملک میں موجود فضلاء دیوبند کی تعلیم کرنا تھا۔ اس تعلیم کا مقصد ایک بہت بڑی حکیم سے تھا جس کا حلقہ اثر ہندوستان کے علاوہ افغانستان، ایران، ترکی، ہندو اور عرب وغیرہ تمام اسلامی ملک تک پھیلا ہوا تھا۔ مولانا سندھی اور ان کے رفقاء نے کار کی کوششوں سے جمعیۃ بے حد مقبول ہوئی۔ ۱۹۱۵ء اور ۱۹۱۶ء میں ۹۱۱ کو مراد آباد میں جمعیۃ کے زیر اہتمام عظیم الشان جلسے منعقد ہوئے جن میں تقریباً تیس ہزار مسلمانوں نے شرکت کی۔ اس قدر عظیم اجتماع اس سے پیشتر کبھی نہ ہوا تھا۔

جمعیۃ الانصار دیوبند کے قیام کے ساتھ ہی حضرت

نظارۃ المعارف القرآنیہ شیخ ابوبکر دہلوی نے دس افراد کی ایک جماعت کو قرآن حکیم کی انقلابی تفسیر پڑھانا شروع کی اس جماعت میں پانچ مسند علماء اور پانچ گریجویٹ شامل تھے۔ بعد میں بعض مصالح کی بنا پر جب مشہور شیخ ابوبکر دہلوی نے دہلی کی مسجد فتحپوری میں اس مقصد کی تکمیل کے لیے ڈاکٹر انصاری اور حکیم اہل خانہ رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی نظارۃ المعارف القرآنیہ قائم کیا۔ جب مولانا سندھی دارالعلوم دیوبند اور بعد ازاں دہلی تشریف لے گئے تو چند سال تک دارالادب شاہ گڑھی میں ہیڈ کوارٹر قائم کرنے کے دست مبارک میں رہا۔ مگر بعد میں بعض مصالح کی بنا پر آپ نے دارالادب سے علیحدگی اختیار کر کے مولانا سندھی کے حکم پر نواب شاہ میں ایک مدرسہ قائم کیا اور مولانا نے آپ کے ساتھ کام کرنے کے لیے اپنے دو شاگردوں مولانا عبد اللہ نقاری اور

مولانا محمد صالح کو مقرر فرمایا۔

مولانا سندھی نے دہلی میں نظارتہ العارف قائم کیا تو حضرت کو بھی شیخ الہند کے ایام پر نواب شاہ سے دہلی بلایا جس سے نواب شاہ کا وہ در و درجہ ابھی ابتدائی مراحل طے کر رہا تھا، جاری نہ رہ سکا اور حضرت دہلی آکر نظارتہ العارف قرآنیہ سے منسلک ہو گئے۔
دوسرے نظارتہ العارف حمیریہ کی نظر میں لکھنؤ آکر آتا تھا اس لیے کدوٹ ایکٹ کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق مدرستہ نظارتہ العارف کے قیام سے مقصود ہندوستانی مسلمانوں میں مذہبی دلدل اور جنگل جوش پیدا کرنا اور ان کو فریضہ جہاد کی ادائیگی پر آمادہ کرنا تھا اس رپورٹ کے مطابق حضرت مولانا محمد حسن کلاسل پر وگرام یہ تھا کہ اسلامی طاقتوں کا ہندوستان پر زبردست حملہ اور ہندوستانی مسلمان اندرونی جہاد سے اسے تقویت پہنچائیں۔

آگرہ کا تبلیغی دورہ
نظارتہ العارف قرآنیہ دہلی میں حضرت کے ایام قیام میں مولانا سندھی کو ان کے بعض اصحاب نے مشورہ دیا کہ انھیں گامیے ملائے جہاد کی جہاد کو تبلیغی دورہ پر بھی بھیجنا چاہیے تاکہ وہ دیہات میں پیدل سفر کرنے، آریہ کی شذی اور اٹھمن تحریکات کی مدد کرنے اور دوسری ضرورتیں اٹھانے کے عادی ہو جائیں۔ اس تجویز کے تحت آگرہ کے لیے تین ملا کا انتخاب کیا گیا جن میں حضرت کے علاوہ

مولانا سندھی اپنی ذاتی ملازی میں فرماتے ہیں کہ ۱۳۳۷ھ میں حضرت شیخ الہند نے یہ بدطلب فرمایا اور فضائل و معاصات میں کرد و بندہ کو کام کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اس کے ساتھ سندھ کا تعلق بھی قائم رکھو چار سال تک جمعیت انصار میں کام کرتا رہا اس جمعیت کی تحریک تاسیس میں مولانا محمد امجد علی پوری اور فریدی امجد علی سے شریک تھے۔ (۱)

مولانا علی اسد اللہ صاحب مرحوم اور حکیم مولانا فضل الرحمن صاحب بھی شامل تھے
مولانا جی عہد کی اس شہرہ صحت کے ساتھ آگے آئے اور ان کے طلعتے ستیج کے
واپس دہلی تشریف لے گئے کچھ عرصہ بعد اپنے ملاقوں کا دورہ کر کے یتیموں حضرت بھی دہلی
دہلی آ گئے۔

حضرت نے سفر آگرہ میں پچیس دیہات کا دورہ کیا مگر سوائے ایک سبکی کے کہیں سجد
نہ پائی۔ ان دیہات کے باشندے اسلامی حکومت کے زمانے میں علاقہ بگوش اسلام تھے
تھے مگر اسلامی تعلیم و تربیت سے بالکل بے بہو تھے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ تو الگ سے
مگر کرمہ کے نام تک سے نا آشنا تھے۔ ان کے نام بھی غیر اسلامی تھے مثلاً محمد سنگھ، محمد اکرم
وغیرہ۔ ان کا تمدن اسلام سے دور اور بالکل ہندوستان تھا اسلامی تصوراتوں سے بالکل
بیگانہ تھے اور ہندوؤں کے تصورات میں شریک ہوا کرتے تھے حضرت کے ملام کرنے پر
لوگ انھیں مسلمانوں کے گھروں کا پتہ دینے اور جب آپ مسلمانوں سے مل کر پوچھتے کہ تمہارے
نکاح اور جانے کوں پڑھا تا ہے تو جواب دینا کہ اچھیریہ سے قاضی آیا کرتا ہے۔ اچھیریہ
اس سفر میں حضرت کا صدر مقام تھا۔ آپ اچھیریہ آئے اور قاضی صاحب کے مکان پر
تشریف لے گئے لیکن ان کو گھر موجود نہ پا کر ایک مسجد میں اپنے قیام کا پتہ لے کر واپس چلے
آئے۔ قاضی صاحب کے پڑھا ہے کے باعث ان کا سا جنوارہ ہی نکاح اور جنوارہ پڑھانے
کی خدمات سر انجام دیا کرتا تھا۔ لہذا قاضی صاحب کی طرف سے وہی حضرت سے ملنے
کے لیے آیا حضرت نے قاضی زادہ سے پوچھا کہ اس نے عربی کی کوئی تعلیم حاصل کی
ہے؟ اس نے جواب دیا نہیں۔ پھر حضرت نے فارسی کے متعلق پوچھا تو اس نے پھر نفی
میں جواب دیا۔ حضرت نے اردو کے متعلق پوچھا تو قاضی زادہ نے فیصلہ کن جواب دیتے ہوئے

کہا کہ وہ خطہ ڈپڑھنے کے سوا کچھ نہیں جانتا۔ عوام کی جماعت سے زیادہ آپ کو عوام کے اس مذہبی مقتدر پر افسوس ہوا۔

جب آپ آگرا کا دورہ ختم کر کے اچھنیرہ سے واپس دہلی آ رہے تھے تو گکاری گئے میں دوڑا رہا جی گھٹنے کی دیر تھی۔ آپ تین تڑپ کے زیر اثر اس فرصت میں غریب کے ایک گناؤں جا پہنچے۔ گناؤں کے باہر آپ کو ایک خوش پوش نوجوان ملا جو اسی گناؤں کا باشندہ تھا۔ آپ اس نوجوان کو لے کر گناؤں پہنچے اور تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کو جمع کیا۔ لوگوں نے آپ کے لیے ایک چار پائی بچھا دی۔ نوجوان بھی حضرتؑ کے ساتھ چار پائی پر بیٹھ گیا۔ حضرتؑ نے لوگوں سے دریافت کیا: تمہیں کد آتا ہے؟ سب نے فنی میں جواب دیا۔ آخر حضرتؑ نے اس نوجوان سے پوچھا کہ تم کو تو آتا ہو گا۔ مگر اس نے بھی فنی میں سر ہل دیا۔ آخر آپ نے سب کو ایک آواز کھڑے کیا اور ان کے عیل اسلامی نام تبدیل کر کے اسلامی نام رکھے۔ وہ لوگ سب کے سب رچھڑت تھے۔ یہ اسلام کے نام ہی کی بکت تھی کہ سب نے کلمہ بھی پڑھ لیا اور نام بھی تبدیل کر دیا۔

تظاہر العارف القرآنیہ کی ایک جماعت میں پانچ گزیر بحث علیگر ٹھہ میں قیام تھے۔ ان میں سے ایک امیر احمد بنی اے تھے۔ وہ دینی جماعت کے ساتھ ڈپڑھنے کے علاوہ فارغ وقت میں حضرتؑ سے علم صرف بھی پڑھا کرتے تھے۔ ان کو اپنے بعض علمی مشاغل کی تکمیل کے لیے عربی کے ایک ایسے عالم کی ضرورت تھی جو ان کے ساتھ علیگر ٹھہ میں رہے۔ انیس احمد کے والد مولوی ادیس احمد علیگر ٹھہ کالج میں ایک ترازہ مند پرفانز تھے۔ مولانا سندھیؒ نے ان کی التماس پر حضرتؑ کو مع اہل عیال ان کے ساتھ علیگر ٹھہ بھیج دیا۔ آپ کے قیام کو ایک ماہ ہی گزرا تھا کہ آنے والے واقعات کو

حضرت کی دُور رس نگاہ اور دینی فرامت نے بجانبِ کُفرانہ تعزائے دہلی کو ترجیح دی اور آپ واپس دہلی تشریف لے آئے۔

خرقہ خلافت (الف) ان تمام علمی اور تبلیغی سرگرمیوں کے باوجود آپ جہاں کیسے بھی رہے، دُعا فرماتے اپنے شیوخ کے ہاں دین پھلوا کر مرثیہ

شریف حاضری ضرور دیتے اور ان سے تزکیہ باطن کے دُعا کی اسباق حاصل کرتے رہتے تھیں۔
 حکیم کے بعد حضرت امروٹیؒ نے حضرت کو کمالِ شفقت سے ایازتِ بیتِ امیر شاہِ علاء فرمائی اور حضرت دین پوریؒ نے اس خلافت کی تصدیق فرمائی۔

(ب) کچھ عرصہ بعد حضرت سلطانِ عارفین دین پوریؒ نے بھی حضرت کو خرقہ خلافت سے نوازا۔ یہ خلافت اس اعتبار سے بہت اُونچا مقام رکھتی ہے کہ حضرت دین پوریؒ نے حضرت ہمدانیؒ کے علاوہ کسی کو اپنا مجاز قرار نہیں دیا۔ (حسب روایت مولانا عبد الباقی جانشین حضرت دین پوریؒ)

سیاسیات میں حصّہ اور گرفتاری

۱۹۱۲ء میں برطانیہ اور اس کی حلیف طاقتوں نے ریاست اٹلی بھٹان کے میاںوں کو ترکوں کے خلاف کھڑا کر کے دنیائے اسلام پر ایک نئی مصیبت توڑی جس نے ۱۹۱۳ء میں کاپور کی مسجد کی شہادت کا ایہ خواہشوارہ اگریزہ یہ سازش اس لیے کرائی تھی کہ ہندوستانی مسلمان اس کشمکش میں مبتلا ہو کر ترکیہ کی امداد کی طرف توجہ نہ دے سکیں مگر ۱۹۰۹ء اور ۱۹۱۱ء میں شیخ الہند کی دُور رس نگاہ اور قوتِ کشمیر کی بدولت جمعیتِ الانصار قائم ہو چکی تھی، مسلمانوں نے مسجد کی حمایت میں فوج کی گریوں کے سامنے اپنے سینے سپرد کیے ہر دو جگہوں نے شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن کے دل و دماغ پر سب اثر ڈالا اور سامی جہاد کے لیے صیغہ کا کام دیا۔ چنانچہ آپ کی زیرِ نگرانی آزاد حکومت کے قیام کی داغ بیل ڈال دی گئی اور جہاد کی تبلیغ تیزی سے شروع ہو گئی۔ دہلی میں نوجوانانِ ہند کو درسِ جہاد دینے کے لیے مدرسہ قائم کرنے کا منصوبہ بنایا گیا جو منزلِ جہاد کی طرف جمعیتِ الانصار کی تائیس کے بعد دوسرا قدم تھا۔ ۱۹۱۳ء بمطابق ۱۳۳۱ھ میں جب مولانا سیدھی نے حضرت شیخ الہند کے ایما پر جامع مسجد فتح پوری میں نظائرۃ المعارف قائم کیا تو کچھ عرصہ بعد حضرت بھی دہلی تشریف لے آئے۔ اس مدرسہ میں ۱۹۱۵ء تک مجاہدین کی خاصی تعداد نے تربیت حاصل کر لی تو حضرت شیخ الہند نے منزلِ جہاد کی طرف فیصلہ کن قدم اٹھایا۔ چنانچہ اس سال جبکہ جنگِ عظیم ابتدائی مراحل میں تھی، آپ نے مولانا سیدھی کو مکمل

اتحاد کی غرض سے ہندوستان سے کابل جانے کا حکم دیا۔ مولانا سندھی نے شیخ الہندؒ کے مشورہ سے حضرت کرپنا بانشین تجویز فرمایا۔

ریشمی خطوط کی سازش جمیۃ الانصار دیوبند، نظارتہ العارفہ دہلی اور ریشمی خطوط کی سازش دراصل اس عظیم انقلابی پروگرام کی تین اہم کڑیاں تھیں جسے حضرت شیخ الہندؒ نے اتحاد عالم اسلام اور آزادی ہند کے لیے تجویز فرمایا تھا۔

جب شیخ الہندؒ نے مولانا سندھی کو کابل میں اور حضرت کو دہلی میں تعینات فرمایا تو خود حجاز تشریف لے گئے۔ مولانا میاں محمد انصاری تحریک کے رابطہ افسر بننے کے علاوہ ہندوستان اور آزاد قبائل میں تحریک آزادی کے قیام اور محرک قرار پائے ۱۹۱۴ء میں حضرت شیخ الہندؒ اپنی تحریک کی تائید میں غازی اتر پاشا اور بھاجا کے گورنر غالب پاشا کی حمایت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ ان کا برٹش انڈیا اور آزاد قبائل کے باشندگان سے برطانیہ کے خلاف جہاد کی ایسی جاری کیں جو ایک متحدہ کامیاب رہیں۔

حضرت مولانا محمد میاں انصاری تحریک کے آخری مراحل میں ان کا برکے پنیات سے کرمچانہ سے ہندوستان آئے اور آپ نے ہندوستان، قبائلی علاقہ اور افغانستان میں شہادتِ وسیع پرمانہ پر ان ایپلوں کی تشہیر کی۔ یہ ایپلوں زرد ریشمی کپڑے پہننے والے تھے۔ تحریک کے تمام کارکن آپس میں زرد ریشمی کپڑے پہننے والے تھے۔ ۸ رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ بروز جمعہ ۱۳ اگست ۱۹۱۴ء مولانا محمد میاں نے تحریک سے متعلق ایک مفصل رپورٹ حیدرآباد سندھ کے شیخ عبد الرحیم کی طرف حضرت شیخ الہندؒ کی خدمت

میں مجاہد روانہ کی۔ یہ پروٹ بھی زبردستی رومال پر تھریختی اور اس میں ترکہ و فود کے درہ و کابل مجاہدین ہند کی نقل و حرکت اور شاعت تحریک جہاد کی نسبت تفصیلات درج تھیں۔ پروٹ میں آزاد حکومت ہند کے قیام کی تجویز اور خلائی فوج کی مجوزہ تشکیل کا پُر آغا کر بھی صرح تھا۔ اس فوج کا ذیلی ہیڈ کوارٹر کابل اور مرکز دینہ پور تھا۔ (حزب ام) کا ٹڈا پنجیت حضرت شیخ المسد تھے۔ کابل میں تمام کام مولانا سندھی کی زیر سرکردگی ہونا طے پایا تھا۔ ان کے علاوہ بارہ کمانڈروں اور بیت سے اعلیٰ فوجی افسروں کے نام بھی مذکور تھے۔

یہ اہم دستاویز قسطنطنیہ سے برطانوی حکومت کے ہاتھ لگ گئی اور اس طرح اگست ۱۹۱۳ء میں اس تحریک جہاد کا انکشاف ہو گیا۔ جسے انگریزوں نے رشی خطوط کی سہاوش کا نام دیا۔

تحریک کے انکشاف کے بعد سرکردہ رہنماؤں اور جدیدہ جدیدہ کارکنوں کی گرفتاریاں اور نظر بندیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ حضرت شیخ المسد کو جلازمین گرفتار کر لیا گیا اور حضرت کو گرفتار کر کے قلعہ مقامات (جانبہ ہر داسپور وغیرہ میں) نظر بند رکھا گیا۔ اس طرح حضرت کے ہر دو شیوخ جو اپنے اپنے مراکز کے امیر تھے گرفتار کر لیے گئے۔ یہ سب گرفتاریاں ۱۵ دسمبر ۱۹۱۳ء کی رات کے مطابق مولانا عبد اللہ کے خلاف میں حزب اللہ کا حربہ مکمل نقشہ تھا۔ اس فوج کا مرکز دینہ میں قائم ہونا اور محمود الحسن صاحب کو اس کا سالار اعلیٰ بننا تھا۔ اردو کشمیر کی پروٹ اور نقش حیات ۲ صفحہ ۱۴۲ ۱۵ نقش حیات میں حضرت مولانا قسطنطنیہ کی حضرت دین پوری کی طرح جہاد شہادت تھے اور عوام کے اشتعال کی بنا پر چھوڑ دیئے گئے۔ حضرت امروٹی کو چند دنوں کے بعد لکھنؤ لایا گیا (۲ صفحہ ۱۹۶) حضرت امروٹی کے حالات میں بھی درج ہے کہ وہ اپنی کراست سے رہا ہو گئے۔

بیک وقت اس طرح عمل میں لائی گئیں کہ کوئی بھی ایک دوسرے کو اٹکلا نہ پہنچا سکا۔
حضرت کی گرفتاری بعد نظارۃ العارف القرآن، دہلی میں بطور شیخ التفسیر
 درس قرآن مجید سے ہے۔ تھے کہ اتنے میں ایک انگریز سپرنٹنڈنٹ پولیس اور دو انگریز
 مجسٹریٹ درگاہ میں پہنچے۔ انگریز سپرنٹنڈنٹ آگے بڑھا اور وارنٹ گرفتاری حضرت
 کو لکھا کہ شریک درس طلبہ کو باہر نکال دیا۔ اب حضرت پولیس کی حراست میں تھے کہ وہ
 منتقل کر کے پولیس کا قلعہ حضرت کو لے کر ان کے مکان پر پہنچا۔ جو فتح پوری مسجد کے قاضی
 حوض جانے والی شریک پر کٹرہ بڑیاں میں تھا۔ مکان پر پہنچ کر پولیس نے حضرت کے بری
 تچوں کو جھپٹ پر چڑھایا اور غارتلاشی شروع کر دی۔ مولانا کی قلمی تحریریں منتقلہ قرآن
 مجید اور وہ کتابیں جو اس قلعے نے غنڈہوش کھیں، ایک ٹرک میں بھر دی گئیں۔

سپرنٹنڈنٹ غارتلاشی سے قانع ہو کر باہر صحن میں آیا تو سی۔ آئی۔ ڈی کا ایک
 مسلمان ملازم جو دروازہ حضرت کے درس میں شریک ہوتا تھا، اندر گیا اور جھپٹ کی طرف
 تجسس سے انداز میں دیکھنے لگا۔ جھپٹ کی کڑیوں میں اس کو مین کی ایک جھپٹتی ہوئی ٹکلی نظر آئی
 اُس نے باہر آ کر اس۔ ڈی کو بتایا اور اس نے ایک ٹیرہری منگوا کر وہ ٹکلی اُتر والی۔ اس
 ٹکلی میں حضرت اور مولانا سنجی کی سندات تھیں جو آپ نے اس غرض سے جھپٹ میں لکھی
 تھیں کہ اگر خدا نخواستہ مکان میں چوری ہو جائے تو کم از کم یہ محفوظ رہیں۔ اسپن۔ ڈی کے
 حکم سے وہ ٹکلی بھی ٹرک میں رکھ لی گئی اور ٹرک کو منتقل کر کے مہر لگا دی گئی۔ یہ سندات
 اور اشیاء آج تک حضرت کو واپس نہیں ملیں۔

۱۳۴۶ھ میں الحاکم علماء نے حضرت کو دوبارہ اسناد علوم عطا کیں حضرت غلام احمد قادیان

صاحب کاشمیری نے لاہور میں حضرت گوشت عطا فرمائی اور حضرت مولانا عید اللہ صاحب سندھی نے حضرت کے سفر حرمین ۱۳۲۸ھ میں آپ کو دوبارہ سندھ تخریر فرمادی جن کی نقل بہ ترجمہ شامل کی جا رہی ہیں :-

(۱)

ترجمہ

سب ترغیوں کا وہ اللہ مستحق ہے جس نے ہم
کے مجتہدوں کو مہذ فربایا اور اس کے آثار کو توحید
بخشی اور ہم کو ہر دور میں عزت دی بیان کیا
مشرق و مغرب علم کے انوار سے مستور ہو گئے
اور اسی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور ان کی اولاد
کو اسی علم کی بدولت ہر زمانہ میں خطہ ارضی پر
حاکم مقرر فرمایا، اور صلوة و سلام اس نبی اتمی
عربی ہاشمی پر نازل ہوں جنہوں نے قرآن حکیم
کے پردوں کو کھول کر اسرار قرآنی کو ظاہر فرمایا
اور قرآنی حقائق کو حیرت انگیز طریقے پر واضح فرمایا
آما بعد علم حدیث در اصل ثبوت کے مبارک
انفاس اور رسالت کے تقدس اثرات ہیں، جو
در اصل داریں کا ذخیرہ برکت ہیں اور یہی اللہ تعالیٰ
کی وحی تخی ہیں، اگرچہ عملی نہیں اور یہ اعادہ
ہی سب ظاہر و ذریعہ اور وسیلہ ہیں جن کی برکات

الحمد لله الذی ارفع اعلام
العلم و اعلیٰ اثاره و اعزه في
كل قرن حق شوق و غروب و
اضاء ما حوله و نور انوارہ
و جعل ادم و بنيه خليفة به
في بسطة الارض حاکما على الطول
و العرض ليعادوا النعمان و اواره، و الصلو
و السلام على النبی الامی العربی الهاشمی
الذی کشف عنه اساره و ابانت
اسرارہ و افصح عن کل حق و حقیقة
بما یجیر افکار العالم و یبیین الحوارہ
آما بعد فان علم الحدیث انفس النبوة
و نفقات الرسالة و هو ذخیر الدنیا و
الدین و هو وحی اللہ غفیا ان لم یکن
جلیلا و هو اشرف ما ترسل به العبد

الْحَضْرَةُ النَّبِيُّ الْأَمِينُ وَ
 هُوَ أَوثَقُ مَا وَجَدَ عَلَى الْبَسْطَةِ
 وَاسْتَدَاهُ وَأَشْرَفُ مَا
 يَغْتَنِيهِ الطَّالِبُ وَيَعْنِيهِ فِي
 الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ أَفُودَةٌ -
 قَضَى الْحَقُّ فِيهِ أَعْمَارَهُمْ
 وَلَبَسُوا ثَنَاءَهُمْ وَلَقَدْ قَدَّرَ
 اللَّهُ لَهُ خِدْمَةَ فِي كُلِّ حِينٍ
 يَضْرِبُونَ أَكْبَادَ الْأَبْلِ وَلَوْ
 أَلْصَقَ مِنْهُمْ أَخُونَا فِي
 اللَّهُ الْوَلِيُّ الْمَوْلَى الْعَلَامَةُ
 أَحْمَدُ عَلَى آدَامِ اللَّهِ بِرُكَاثَتِهِ
 هُوَ الْمَحْدَثُ الْمَفْسُومُ مِنْ
 هُدَى اللَّهِ بِهِ جَمَاعَاتُ
 مِنَ النَّاسِ وَخَلَقَ عَلَى الْفَلَاحِ
 وَالنِّيَّةِ قِرَاءَ الْحَدِيثِ وَالتَّضْيِيرِ
 وَالْفَقْهِ أَوَّلًا عَلَى الْعَلَامَةِ
 الشَّهِيرِ مَوْلَانَا عَبِيدُ اللَّهِ آدَامُ
 اللَّهُ فَيُضْهِ ثُمَّ حَضَرَ دَرَسَ

ہے ایک انسان دربار رسالت نبی امین صلی اللہ
 علیہ وسلم تک پہنچ سکتا ہے اور یہی علم اس دنیا
 کے سب علوم سے زیادہ یقینی اور اشرف علم
 ہے جس کی سند سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم
 تک محفوظ ہے۔ یہی وہ علم ہے جو داریں میں
 رہنائی کا کام دیتا ہے۔ اس علم کے حصول
 اور نشر و اشاعت میں حفاظِ محدث نے اپنی
 ساری عمریں صرف کر دیں۔ اس علم کی حفاظت
 کے لیے خداوند قدوس نے ہر زمانہ میں ایسے
 خوش بخت انسان پیدا فرمائے جو مشفقین انصاف
 کر دُور دراز کا سفر اختیار کرتے ہیں خواہ ان
 کو صہیں ہی تک کیوں نہ مانا پڑے۔ ان ہی
 بزرگوں میں میرے دینی بھائی احمد علی صاحب ہیں
 اللہ تعالیٰ ان کی برکات ہمیشہ قائم رکھے، یہ ان
 عالی مقام محدثین اور مفسرین میں سے ہیں جن کو
 اللہ تعالیٰ نے مہنقات کی کثیر تعداد کی ہدایت
 کے لیے پسند فرمایا۔ آپ نے حدیث و تفسیر اور
 علم فقہ کی کتابوں کی تکمیل پہلے تو مشہور مقامِ محدث
 و مفسر کبیر مولانا عبید اللہ علیہ السلام کے اہل

مسند الوقت ومحدث ذلك

الزمن شيخنا ومولانا محمود حسن

الدوبندی رحمہ اللہ فاجازہ

الاول وكتب له بها غيران غير

الزمان دارت وفقدت اشياء

وقتی زمانہا جبراً مجبوراً فاستعاض

مفی ما لت له باهل ولا من ذلك

فی وعرو ولا سهل لکن اردت

التبرک به لکبر دینہ فاحوزت بكل

ما يجوز لي اجازته من الكتب التي

وغيرها ما هو فی الاثبات مذکور و

فی الاجازات مسطور بالاسناد

المذكور فی کتاب الایام الغنی فی

اسانید الشیخ عبدالغنی کما اجازنی

به شیوخی اجلهم الشیخ محمود حسن

رحمہ اللہ شیخ الهند ورحلہ الایام

واللہ تعالیٰ اسأل ان یوفقنا بحیث یو

وان یجعل اخرتہ خیرا من الاولی آمین

فرمانی اور پھر حجۃ اللہ فی اوانہ محدث مسر سادہ

محمود الحسن دوبندی رحمہ اللہ سے شرف قلم حاصل

کیا۔ زمانہ کے تحولات سے آپ کی سندات اور

دوسری ضروری علمی دستاویزات ضائع ہو گئیں آپ

نے مجھ سے دوبارہ سندینے کا ارشاد فرمایا میں

میں اس کا اہل نہیں مگر اس کے باوجود میں نے بطور

تبرک کے ان چند ترین مقام کے پیش نظر

ان کو صحاح ستہ اور باقی تمام کتب کی اجازت کی

جو میں دے سکتا تھا۔ ہاری یہ سندات (ایام الغنی

فی اسانید الشیخ عبدالغنی) میں مسطور میں جیسا کہ

مجھ میرے اساتذہ کرام خصوصاً شیخ الہند

محمود الحسن رحمہ اللہ تعالیٰ نے اجازت فرمائی۔

اور اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ حضرت

سومرت کو انہی محبت اور رضا کی توفیق عطا فرمائے

اور ان کی آخری زندگی کو پہلی زندگی سے بہتر

فرمائے۔ آمین!

عبدالحق محمد انور کشمیری عفا اللہ عنہ

۲۲ صفر ۱۴۳۶ھ

وانا العبد الذلیل محمد انور الکشمیری عفا اللہ عنہ

۲۲ صفر ۱۴۳۶ھ بلید لاہور

اس طرح حضرت مولانا عبید اللہ سندھی نے جو سند آپ کو عنایت فرمائی وہ نہ صرف علمی سند ہے بلکہ حضرت سندھی کے اس گہرے قلبی تعلق کی آئینہ دار ہے جو مولانا سندھی کو آپ سے تھا۔ ذیل کی سند مع اردو مضمون کے درج کی جاتی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم	تمام تعریفوں کا مستحق وہی اللہ تعالیٰ ہے جو
الحمد لله رب العالمین	تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی
والعاقبة للمتقين واصلی اللہ	رحمتیں اور سلام ہمارے سرور محمد صلی اللہ علیہ
علی سیدنا محمد والہ وصحبہ وسلم	وسلم پر نازل فرمائے۔ آمین
اما بعد فيقول العبد عبید اللہ	سعید و صالح سرسوی احمد علی صاحبؑ جوہری جو
بن الاسلام الصالح السعيد	میرے بھائی حبیب اللہ بن اسلام کے بیٹے ہیں
المولوی احمد علی اللاهوری	جو میری تربیت میں اس فخر کی وجہ سے ہے
هو ابن اخي حبيب الله بن الاسلام	جو ان کے والدین نے اپنی تھی۔ یہ میرے پاس
كفيلته لنفذ دنذاریه ابواه۔ فكلن	اس وقت سے قیام پذیر ہے جبکہ آپ کی عمر
عندی منذ كان ابن ثمانية منین	صرف آٹھ سال کی تھی۔ یہ میرے نزدیک میری
بمنزلة اعز اولادی فاخذتني	عزیز ترین اولاد جیسے ہیں۔ انھوں نے مجھ سے
علوم الالیه والعالیة وتربی	علوم آریہ (صرف بخود غیر ہا) اور علوم عالیہ
بعمرای منی ومسمع حقا جزیہ	احادیث تفسیر وفقہ حاصل کیے اور یہ میری
لروایۃ القرآن العظیم والحديث	زیر تربیت ہے۔ درس کی تکمیل پر ان کو میں نے
وغیرهما من العلوم فی سنة	قرآن عظیم، اور حدیث وغیرہ علوم کی روایت
۱۳۲۶ھ اذ كنت بن ارا الرشاد	کی اجازت دے دی ۱۳۲۶ھ میں جب کہ میں

واستجرت له عن شیخی شیخ
 حسین بن محسن الانصاری
 فاشتغل بالتعلیم والکتاب
 ثم مکرر اخذہ القرآن العظیم
 عنی وحیة الله البالغة وما
 یناسب ذلک اذ کنت بدھل
 واشتغل بتعلیم الکتاب و
 السنة ونشرهما فی شبان
 المسلمین وشيوخهم فانما
 بآراء الله فیہ واجاد فما
 کانت له حاجة الی تجدید
 الاجازات لکن امر ما سألنی
 بعد ما لقیته بمكة سنة ۱۳۳۶ھ
 ان اکتب له الاجازة واثافه
 بها فاقول ان اجزت للعروی
 احمد علی بن حبیب الله بن
 الاسلام ان یروی عنی جمیع
 ما اجازنی به مشائخی العظام
 علیهم من الله تحیه والسلام

دارالارشاد میں تھا اور ان کے لیے میں نے اپنے
 شیخ حسین بن محسن انصاری سے بھی اجازت لے
 لی جس کے بعد مولانا تعلیم اور تدریس میں
 مشغول ہو گئے۔ مگر پھر دوسری بار ترجمہ قرآن
 عظیم اور حجة الله البالغة اور اس کے حسابات
 مجھ سے حاصل کر لیے جبکہ میں وہی چلا آیا جس
 کے بعد مولانا احمد علی صاحب پوری محنت کے
 ساتھ مسلم نوجوانوں اور پڑھوں میں اشاعت
 قرآن مجید اور احادیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں
 سرگرم عمل رہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بڑی برکت اور
 اثر سے مشرف فرمایا۔ مگر کچھ عرصے کے بعد کسی وجہ
 سے (امنا قریباً) تگہ تکرمر کی طاقت
 ۱۳۳۶ھ پر انھوں نے مجھ سے دوبارہ اجازت
 طلب کی چنانچہ میں اب بھی مولوی احمد علی صاحب
 بن حبیب اللہ بن اسلام کو اجازت دیتا ہوں
 کہ زمرہ کو ہر طرف سے اجازت ہے کہ تمام
 علوم شریعہ اور یہ جتیبہ خصوصاً قرآن عزیز، موطا،
 صحیحین سنن ابی داؤد و ترمذی، نسائی، حنفی کی
 فتح الباری، تحفیم الامم، شیخ اعظم ولی اللہ دہلوی

من العلوم الشرعية والادينية
والعقلية عموماً والکتاب العزيز
ودواوين السنة المستند الموطأ
والصحيحين وسنن ابن داود و
الترمذی والنسائی وفتح الباری
للحافظ ومصنفات حکیم الامة
الشیخ الاجل ولی الله الدہلوی
مثل فتح الرحمن والفتوح الکبیر
والمصنف و حجة الله البالغة و
غيرها ومصنفات اشہادہ مثل
الشیخ الاجل عبد العزيز الدہلوی
والشیخ الشہید محمد اسمعیل
الدہلوی والشیخ الاجل محمد
قاسم النافونوی خصوصاً لثلاث
یتجاوز فی التأویل عند الحاجة
عن ملوک هؤلاء الاجل و
لیعلم انی اروق الشیخ الاجل
الذی انتہت الیہ ریاسة
الدین بالہند الشیخ محمود حسن

مشہ فتح الرحمن، الفتوح الکبیر، المصنف،
حجة الله البالغة، وغیرہ اور آپ کے
نکذہ اور پیروان باوقار شیخ اجل،
عبد العزيز دہلوی، شیخ محمد اسمعیل
دہلوی، شیخ اعظم محمد قاسم نانوتوی کی
تصانیف کی اہانت دیتا ہوں تاکہ آپ
بوقت ضرورت ان بزرگوں کے مسلک
سے باہر قدم نہ رکھیں۔ میری اپنی
اہانت شیخ اعظم، مہد کمر حجۃ الاسلام
شیخ محمود حسن دہلوی سے ہے
حضرت برصوف کو شیخ محمد قاسم
نانوتوی سے، ان کو حضرت شیخ
عبد الغنی دہلوی سے، ان کو شیخ
محمد اسحق دہلوی سے (تخوّل) اور
اسی طرح حضرت شیخ السہد کربلا علیہ السلام
شیخ عبد الغنی سے بھی اہانت حاصل
ہے اور ہمارے شیخ حافظ الہدیث
شیخ احمد علی سارنہوری سے بھی
روایت کرتے ہیں جو کہ حضرت شیخ

محمد اسحق سے روایت فرمائیے (تحریر)
 اور اسی طرح ہمارے شیخ عبدالرحمن
 یاقوتی سے بھی روایت کرتے ہیں جو کہ
 شیخ محمد اسحق سے روایت فرماتے
 ہیں۔ (تحریر) اسی طرح مجھ کے شیخ
 حسین بن محمد انصاری نے اجازت
 فرمائی جن کو شیخ محمد بن ناصر عازمی سے
 اور ان کو شیخ محمد اسحق سے حاصل
 ہے۔ علیٰ ہذا القیاس میں چند دوسرے
 اصحاب بھی روایت کرتا ہوں، جن
 کی سند شیخ محمد اسحق و طریق تک
 پہنچتی ہے۔ حضرت شیخ محمد اسحق،
 حضرت شیخ عبدالعزیز دہلوی سے اور
 وہ حضرت ولی اللہ دہلوی سے روایت
 کرتے ہیں۔ جس کی تفصیل کتاب
 الارشاد اور یا نفع الجنی
 وغیرہ میں موجود ہے۔ پس میں ابوی
 احمد علی صاحب کو ایسی عام اجازت
 دیتا ہوں، جو میری تمام روایات کو

الذی یسند ی من الشیخ محمد قاسم
 النانوتوی عن الشیخ عبد الغنی
 الدہلوی عن الشیخ محمد اسحق
 الدہلوی ح وشیخنا شیخ الہند
 محمود حسن بروی عن الشیخ
 عبد الغنی بلا واسطۃ ایضاً ح
 وشیخنا بروی عن حافظ الحدیث
 الشیخ احمد علی السہارنپوری
 عن الشیخ محمد اسحق ح وشیخنا
 بروی عن الشیخ عبد الرحمن
 الباقی بنی عن الشیخ محمد اسحق
 ح واجازتی الشیخ حسین بن محمد
 الانصاری الیمان عن الشیخ
 محمد بن ناصر الحازمی عن الشیخ
 محمد اسحق واخذت عن جملة
 من الشیوخ اسانید ہم تنفی
 ال الشیخ محمد اسحق الدہلوی
 عن الشیخ عبد العزیز الدہلوی
 عن ولی اللہ الدہلوی والتفصیل

موصول الی الارشاد و یا نفع البقی
 رضیرہما من الاثبات فان احسن
 اصولی احمد علی اجازة عامة
 شاملة لجميع ما اوردہ و جملة
 وکیلا ان یحیی عقی من راه اهلا
 لذلک من ادل حیا ق و
 اوصی و نفسی بتقوی الله و
 الله برنی کتاب الله والاعتصام
 بسنة سید المرسلین صلی الله
 علیه و آله وسلم و سنة الشیخین
 من خلفائه الراشدین و
 الاجتناب عن الافراط و
 المقریط و ارجو منه ان یترک
 و مشائخی الکرام فی صالح
 دعواته و افر دعوئنا انت
 الحمد لله رب العلمین -
 المجیز

شامل ہے اور میں ان کو اپنا وکیل مقرر
 کرتا ہوں کہ وہ جس کو اہل کتبیں اس
 کو اجازت دیں۔ جن لوگوں نے میرا
 زنا پایا ہو میں اپنے آپ کو اور ان کو
 وصیت کرتا ہوں کہ فقوے کو اپنا شا
 بنائیں اور کتاب اللہ میں تدبیر ہفت
 نبویؐ سے اعتصام، خلفاء راشدین
 کے طریق کو مشعل راہ بنائیں، اور
 افراط و تفریط سے مہذب رہیں۔
 اور میں امید کرتا ہوں کہ مجھے بھی
 اور میرے معزز اساتذہ کو اپنی دعاؤں
 میں یاد فرمادیں۔

عبید اللہ بن اسلام
 آخر ایام تشرنی -
 ۱۳۳۲ھ

عبید اللہ بن الاسلام نزہیل مکہ

کتبہ فی آخر ایام تشرنی - بمکة سنة ۱۳۳۲ھ

نظارۃ المعارف القرآنیہ
گھر کی تلاشی کے بعد اسیں چلی اور باقی عملہ حضرت کو
لے کر واپس نظارۃ المعارف القرآنیہ گیا۔ وہاں انھوں
کی تلاشی
نے درس گاہ کی تلاشی لی اور کتابوں کا ایک اور
نرمک بھر کر سیل لگا دی۔

یہ ہر دو ٹرمک خدا جانے کہاں بھجوائیے گئے مگر پوسن حضرت کو کو توالی لے
گئی۔ وہاں پہنچ کر حضرت کی جائز تلاشی لی گئی۔ آپ نے جو کوٹ پس رکھا تھا، وہ پولیس
نے اپنی تحویل میں لے لیا اور اس کو جگہ جگہ سے اُدھیر کر دیکھا، مبادا اس کی تسمیٰ میں
سازشی مخطوط ہوں۔ یہ کوٹ راہوں ضلع جالندھر میں جہاں حضرت نظر بند تھے واپس
کیا گیا۔ حضرت کچھ عرصہ دہلی کی حوالات میں رہے۔ پھر آپ کو شہر سے باہر ایک اور
حوالات میں منتقل کر دیا گیا۔

شملہ کو روانہ
بعد ازاں ایک رات حضرت کو تنجکڑی لگا کر دہلی ریلوے اسٹیشن
لایا گیا اور وہاں سے آپ کو شملہ بھیج دیا گیا۔ آپ کو شملہ
کے انگریز ڈی آئی جی کے سامنے اس حالت میں پیش کیا گیا کہ آپ کے تنجکڑی لگی
ہوئی تھی۔ اس نے حکم دیا کہ درم کو شملہ حوالات میں بند کر دیا جائے۔ اس حوالات کا نگران
انپکٹر پولیس نہایت شریف الطبع اور علم دوست انسان تھا۔ اُس نے حضرت کو
ایسی خاص رہائش دیا کہ وہاں جو عمرٹا حوالاتیوں کو نہیں دی جاتیں۔ اُس نے ماتحت محلے
کو حکم دیا کہ جب کبھی حضرت کو دھوکہ کرنے کی ضرورت پیش آئے تو آپ کو تنجکڑی کے
بغیر طے دیا جائے۔ چنانچہ آپ کو حاج ضروریہ سے فارغ ہو کر اطمینان سے دھوکہ دے
اور پھر واپس شریف لے آئے۔ اس کے علاوہ اس شریف النفس انسان نے آپ کے

کھانے پینے اور پٹنے اور چھنے کا بھی خاص خیال رکھا۔

ایک دن یہ انسپکٹر حضرت کو اپنے مکان پر لے گیا اور آپ کی بڑی برحق دعوت کی۔ اس کے بعد عرض کیا: اگر اس وقت ڈی آئی جی آپ کو حوالات میں دیکھنے آجائے اور آپ کو دہاں نہ پا کر مجھ سے استفسار کرے تو میرے پاس اس کا تسلی بخش جواب ہے؟

وہ انسپکٹر پولیس حضرت پر بحیثیت نگہبان مقرر تھا۔ تعینات اس کے فرائض میں داخل نہیں تھی جس سے یہ گمان ہو سکے کہ اس کا غلطہ دہشت گردانہ کھاوا تھا۔ یا وہ اپنے عین سلوک سے حضرت کو گرویدہ کر کے آپ سے مخربک کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ بلکہ اس کا تمام حسن سلوک حصہ قنداد تھا۔

لاہور میں آمد کچھ عرصہ بعد پولیس نے حکام بالا کی تعمیل میں حضرت کو سبکوادی لگا کر لاہور بھیج دیا۔ پولیس حضرت کو لاہور ریوے اسٹیشن سے پیدل میاں عبدالعزیز صاحب پولیس انسر کے پاس لے گئی، جن کا مکان اُن دنوں امرت دھارا شہرک پر واقع تھا۔ میاں عبدالعزیز نے حکم دیا کہ آپ کے نوکھا حوالات میں رکھا جائے۔ چنانچہ کئی روز تک آپ ریوے اسٹیشن سے متصل نوکھا خانہ کی حوالات میں نظر بند رہے۔

چند روز بعد پولیس حضرت کو لاہور سے پھر جالندھر لے جالندھر کو روانگی گئی اور جالندھر ریوے اسٹیشن کے قریب زیر حراست رکھا۔ وہاں بعض پولیس انسر ان گلاہے گلاہے آتے رہتے۔ میں کچھیں دن اس حوالات میں رکھنے کے بعد آپ کو جالندھر شہر کی حوالات میں منتقل کر دیا گیا اور اسی دن آپ

جیل بھیج دیئے گئے۔

عصر کے وقت دارود جیل کے حکم سے آپ کو باہر نکال گیا تو آپ نے دیکھا کہ کچھ دُور دارود کے پاس آپ کے شیخ حضرت دین پوری نور اللہ مرقدہ بھی تشریف لائے ہیں۔ اس وقت آپ کو معلوم ہوا کہ آپ کے شیخ بھی اس مقدمہ میں گرفتار ہیں اس سے پیشتر آپ کو ان کی گرفتاری کا قطعاً کوئی علم نہ تھا۔ حضرت نے دُور ہی سے اُن کی زیارت کی حضرت دُور کرنے کے لیے نکلے کے پاس پہنچے تو مولوی عبدالحق لاہوری مالک رنٹاہ عام شہیم پریس میں دکھائی دیئے۔ وہ بھی اس مقدمہ میں گرفتار تھے۔

جائزہ جیل میں چند روز قید رہنے کے بعد پولیس آپ کو راہوں میں نظر بندی کو راہوں وضع جائزہ کی جیل میں لے گئی یہاں آئے آپ کو جو میں گھنٹے ہی گزرے تھے کہ وضع جائزہ کا ڈپٹی کسٹرن دورہ پر آیا۔ حضرت کو اس کے روبرو پیش کیا گیا۔ اس نے حکم سُنا یا۔

”گورنمنٹ اس مقدمہ کے مجرم ہیں آپ کو راہوں میں نظر بند کرتی ہیں اس قصبہ سے تم باہر نہیں جاسکتے اور نہ کوئی سیرانی آدمی یہاں آکر تم سے مل سکتا ہے کہیں خط بھیجنا ہو تو اُسے سب انسپکٹر پولیس کے حوالے کر دو سرکاری افسر سامنے کر کے مکتوب الیہ کو بھیج دیا کریں گے تمہیں گورنمنٹ کی طرف سے پندرہ روپیہ برائے خورد و نوش مہیا کر دیا کریں گے“

اس کے بعد حضرت کو حوالات سے آزاد کر دیا گیا۔

راہوں میں حضرتؑ
 اس کے اور تھانے کے درمیان صرف چند فٹ کی گلی
 کے شب و روز تھی حضرتؑ دن بھر مسجد میں رہتے اور شب سبزی کے
 لیے تھانے میں چلے جاتے۔ تھانے کا سب انیسٹر ایک سیکھ تھا۔ اس نے سلمانؓ پر
 سے کہہ رکھا تھا کہ دکان سے آنا دال دال کر اپنے کھانے کے ساتھ حضرتؑ کا کھانا بھی
 پکا دیا کرو۔ مہینے کے اختتام پر ان کا وظیفہ آئے گا تو دکانداروں کو راشن کی قیمت
 ادا کر دی جائے گی۔

حضرتؑ کو راہوں میں نظر بند کیا گیا تو حضرتؑ کے جسم پر باریک پکڑے کا صرف
 ایک ٹکڑا اور اس پر عربی مبارکبات تھیں۔ اور ہنسنے چھونے کے لیے کچھ بھی آپ کے
 پاس موجود نہ تھا۔ اس طرح نو مہرہ سبر کی سخت بستر راتیں آپ نے صرف ایک عبا
 میں بسر کیں۔

جو مسلمان نماز عشاء کے لیے اس پرانی مسجد میں آتے ان میں سے ایک نمازی
 آپ سے اکثر کہتا تھا: اگر آپ فرمائیں تو بستر لا دوں؟ مگر چونکہ اس کے جواب میں
 یہ کہنا کہ ان لا دو' خود ایک قسم کا سوال بن جاتا تھا، اس لیے حضرت رحمۃ اللہ علیہ
 جواب میں صرف یہی فرماتے: اللہ جس حال میں رکھے میں راضی ہوں۔ کبھی کسی چیز کی
 ضرورت نہیں؟ آپ کے شیخ کی تربیت ہی یہی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے کچھ نہ
 مانگا جائے۔ غیر کے سامنے اپنی حاجت کا اظہار کرنا اللہ کی غیرت کو چیلنج دیتا ہے۔ یہی
 نہیں حکایت حال بھی شکایتِ دُعا اجدال ہے چنانچہ اسی تسلیم کا اثر تھا کہ حضرتؑ نے
 بستر کی انتہائی ضرورت کے باوجود بھی یہ کہنا گوارا نہ فرمایا کہ ان بھائی مجھے بستر لا دو۔

آخر رحمہ الراحین کو اپنے فیور اور صابر بندے پر رحم آیا اور اس نے اپنے ایک شخص بندے کے دل میں حضرت کی غروت کا احساس پیدا فرمادیا۔ آدھی رات کے وقت ایک سفر، شقی اور پرہیزگار بزرگ جسے حضرت نے اس سے قبل کبھی نہ دیکھا تھا، ایک نیا مکان اور فرش لے کر حاضر ہوئے اور کہا: یہ بستر صرف آپ کے لیے بنایا گیا ہے۔ اور اگر کم اسے قبول فرمائیے۔ یہ کہہ کر وہ بزرگ چلتے بنے اور حضرت نے وہ بستر علیٰ النبی سمجھ کر قبول فرمایا۔ ذَلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْنَا وَاللّٰهُ یُؤْتِیْ مَنْ یَّشَآءُ بِعَیْرِ حِسَابٍ۔

حضرت سب انپکٹر راجوں کے کیے ہوئے انتظام کے مطابق چند دن باطل نماز، سپاہیوں کا پکا ہوا کھانا کھاتے رہے۔ مگر بعد میں اس بنا پر کہ کھانا پکانے میں ایندھن دشوت کا استعمال ہوتا ہے، آپ نے کھانا کھانے سے انکار کر دیا۔ حضرت کے کھانا نہ کھانے کی اطلاع سب انپکٹر کو دی گئی تو اس نے یہ بھی دریافت نہ کیا کہ ایندھن آپ کے کھانے کا کیا انتظام ہو گا۔ اس طرح آپ کے کھانے کا کوئی غامبری انتظام نہ رہا تو ایک پارما عورت مصر کے بعد کنٹی کے ٹھنڈے ٹوٹے ڈالنے اور کچے گڑ پر روز حضرت کو دے جاتی۔ خدا جانے وہ عورت کون تھی۔ آپ نے کبھی اس گفتگو نہ کی۔

اسی طرح ایک دن کوئی بزرگ جو کسی دوسری جگہ کے رہنے والے تھے مسجد میں تشریف لائے۔ انھوں نے اپنا نام ”سلطان لاؤ کار“ بنایا اور حضرت کو ایک وظیفہ تقاضا کرتے ہوئے کہا: ”اے سات دن تک مسلسل بعد از نماز عشاء باقاعدگی سے پڑھیے۔ انشاء اللہ آپ رہا ہو جائیں گے“ چنانچہ ساتویں روز آپ نے وہ وظیفہ ختم کیا

قورات کو آپ کو رائی کی خبر مل گئی اور دوسرے دن آپ کو لاہور لایا گیا۔
لاہور کو واپسی لاہور میں آپ سی، آئی، ڈی کے ایک انگریز افسر کے سامنے
 پیش کیے گئے جس نے کہا کہ گورنمنٹ آپ کو صاحب ہندھیا
 دہلی بھیجنے پر تیار نہیں۔ اگر آپ ایک سال کے لیے دو ضامن ایک ایک ہزار روپے کے
 بطور ضمانت پیش کر دیں تو گورنمنٹ آپ کو لاہور رہنے کی اجازت دے دے گی۔
 دراصل پولیس جانتی تھی کہ دہلی اور سندھ میں آپ کا کافی رُخ ہے۔ اس لیے
 آپ کو کسی ایسے علاقے میں رکھنا چاہتی تھی کہ جہاں آپ کی ذات سے کسی قسم کا خطرہ
 پیدا نہ ہو سکے۔ حضرت نے کہا کہ پنجاب میں میری کوئی واقعیت نہیں مگر افسران
 وٹاں سے ضامن لینے پر رضامند نہ ہوئے۔

بعد ازاں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے غور کیا تو قاضی حافظ ضیاء الدین صاحب
 ایم اے فاضل دیوبند کا نام یاد آیا۔ حافظ صاحب حضرت کی امید ختم کر کے چھاپا زاد
 بھائی ہونے کے علاوہ نظارۃ العارف دہلی میں انگریزی کے استاد بھی رہ چکے تھے۔
 حضرت ان کے پاس پہنچے تو وہ بڑے شوق سے ضمانت دینے پر تیار ہو گئے۔ دوسرے
 ضامن کے لیے قاضی صاحب نے خود ہی ملک ل خاں صاحب کے نام تجویز کیا۔ ملک
 صاحب نے بھی اس خدمت کو عین سادت سمجھا۔ جزا اللہ احسن
 الحجزاء فی الدارین ۛ

ضمانت اور رہائی جب قاضی صاحب اور ملک صاحب حضرت کی ضمانت کے
 لیے لاہور پہنچے، تو پولیس نے خود ہی ضمانت میں
 تخفیف کر دی اور بجائے ایک ایک ہزار کے پانچ پانچ سو کی ضمانت ایک سال کے لیے
 ملے کہ حضرت کو رہا کر دیا۔

لاہور میں مُستقل قیام

حضرت کی گرفتاری کے بعد آپ کی اہلیہ کے برابر حقیقی حافظ سہروردی عبد الغنی صاحب آپ کے بال بچوں کو دہلی سے لاہور لے آئے تھے۔ چونکہ حضرت کے خسر موصوفہ ابو محمد احمد صاحب بھی اس مقدمہ میں گرفتار ہو کر دہلی پر ضلع انہا میں نظر بند تھے۔ اس لیے حضرت کی اہلیہ ان کی غیور موجودگی میں لاہور نہ رہ سکیں اور اپنے کم سن بھائی ڈاکٹر عبد القوی کے ساتھ نوابشاہ دسندھ چلی گئیں۔

حضرت نے نوابشاہ میں اپنے قیام کے زمانے میں تھوڑی سی زمین مکان بنانے کی غرض سے خرید لی تھی۔ آپ مکان تو نہ بنوا سکے مگر ایک مینڈ پار دیواری ضرور تیار کروا چکے تھے۔ دوسرے نوابشاہ میں حضرت کا کافی اثر و رسوخ تھا۔ حضرت کی اہلیہ نے خیال کیا کہ زمین تو اپنی موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے گا تو ایک چھوٹا سا مکان بھی تعمیر کر میں گے۔ نوابشاہ پہنچ کر انھوں نے حضرت کے چھوٹے بھائی حکیم رشید احمد کو جواہر کم سن ہی تھے اپنے پاس بلا لیا۔

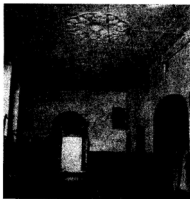
جب حضرت لاہور میں پابند کر دیئے گئے تو اپنے اپنے اہل و عیال کے علاوہ حکیم رشید احمد کو بھی اپنے پاس بلا لیا اور انھیں طیبہ کالج لاہور (انجمن حمایت اسلام) میں داخل کرا دیا۔ جہاں سے انھوں نے زبدۃ المحکمہ کا امتحان پاس کیا اور پھر اسی کالج میں پروفیسر مقرر ہو گئے۔

درس کی ابتدا زمانہ قیام دہلی میں مولانا سندھیؒ نے حضرت سے یہ عہد کیا تھا کہ آپ تمام عمر اشاعت قرآن مجید کرتے رہیں گے۔ اس لیے اگرچہ حضرت لاہور میں نظر بند تھے مگر پھر بھی آپ نے اس وعدہ کو پورا کرنے کے لیے دو آدمیوں کو قرآن مجید کا ترجمہ پڑھانا شروع کیا۔ ان میں سے ایک نورانا عبد العزیز تھے جو بازار سربراہ بازار میں دکان کرتے تھے اور دوسرے میاں عبدالرحمن جو بازار سربراہ میں امام مسجد تھے۔ حضرت کو یہ معلوم تھا کہ دونوں حضرات آپ کے خسر مولانا ابو محمد احمد صاحب کے مخلص دوستوں میں سے ہیں۔ اس لیے آپ کو ان پر اعتماد تھا۔ آپ حتی الامکان یہ کوشش کرنے کے کوئی مشتبہ شخص آپ کے درس میں شریک نہ ہو، کیونکہ آپ کو خدا شہداء کہہ کر مبادا کوئی آدمی آپ کے خلاف رپورٹ کرے اور آپ کے خاندانوں کی ضمانت ضبط ہو جائے۔ اس کے بعد جوں جوں حضرت کی صداقت مخلص، پاکبازی اسلامی اخوت اور تقویٰ کے راز لوگوں پر کھلتے گئے، مخلص اصحاب کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔

رائش ان دنوں حضرت کا مکان کٹرہ مستری اللہ دتہ کی بالائی منزل پر تھا۔ آپ نماز پنجگانہ مسجد لائن سجان خاں میں ادا کیا کرتے تھے۔ مگر درس مسجد میں نہ دیا کرتے تھے۔ پھر کچھ عرصہ بعد کٹرہ کی ایک چھوٹی سی مسجد میں درس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ مسجد ہذا شیرازہ سے فاروق گلیج کو جاتے چمٹے ہی۔ ٹی روڈ سے نیچے اتر کر دائیں ہاتھ پر واقع ہے۔ جب سمسین کی تعداد بڑھی اور مسجد مذکورہ میں بیٹھنے کی گنجائش نہ رہی تو آپ نے مسجد سے ملحقہ ایک منزلہ دوکانوں کی چھت پر درس کی ابتدا کی۔

مستری اللہ دتہ کا کٹرہ شیرازہ دروازہ کے باہل سامنے بپ ٹرک واقع ہے۔

خداوند کے لاکھوں
 وہ سبھی ہیں حضرت
 شیخ الفیروز نے دس
 قرآن عظیم کی ابتداء



چرنی مسجد کا دروازہ
 جہاں ہر روز
 تکریم و قرآن ہوتا
 ہے ہر جمعرات کا
 جس کا رخصتہ قرآن ہے



१३५
 १३६
 १३७
 १३८
 १३९



१४०
 १४१
 १४२
 १४३

جب لوگوں نے ان درس مجتہد دیکھا تو مجمع اور بھی بڑھنے لگا۔ پھر حنفیہ ائمہ کے پیش نظر کرسی آئی، ڈی کاکوئی آدمی آپ کے خلاف رپورٹ نہ کرے۔ حضرت نے ان درس کا سلسلہ بند کر دیا اور مولانا عبدالحق مرحوم کے مکان کی میٹھک کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنا لیا۔ مولانا عبدالحق کا مکان نواں محلہ اندرون شیرانوالہ دروازہ میں واقع ہے۔ درس کا سلسلہ کافی عرصہ تک جاری رہا۔

کچھ عرصہ بعد مولوی عبدالحق کو اس کمرہ کی ضرورت پڑی تو حضرت نے خود ہی منیر کسی تحریک کے کمرہ چھوڑ دیا۔ اور مسجد لائن سیمان خاں شیرانوالہ دروازہ میں درس کا آغاز کیا۔ واصل یہ مسجد پولیس لائن کی مسجد تھی۔ چونکہ اس علاقہ میں پولیس راکر تھی، اس وجہ سے مسجد کا نام لائن والی مسجد پڑ گیا۔ جب حضرت نے یہاں درس کا سلسلہ شروع کیا تو حاجی فضل الدین نواں محلہ والے جو کہ ایک عابد اور صحیح الغیال باخدا بزرگ تھے اور بزرگی کی دکان کرتے تھے اور جہد اس مسجد کی خدمت سرنگام تھے۔ اسی دوران میں حضرت مولوی امام الدین کے مکان میں منتقل ہو گئے جس کے بارے میں حضرت خود فرماتے ہیں۔

”مولوی امام الدین پرائمری سکول کے مدرس تھے۔ اکبری منڈی کے پاس ان کے تین مکان تھے۔ ایک دن میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ مجھے خواب میں حکم پہنچا ہے کہ ایک مکان آپ کو دے دوں۔ میں نے بہت اچھا کہا اور وہ چلے گئے۔ کچھ عرصہ بعد پھر آئے اور کہا کہ مجھے دوبارہ حکم پہنچا ہے۔ میں نے پھر بہت اچھا کہہ دیا اور ساتھ ختم ہو گیا۔ کچھ مدت کے بعد پھر آئے کہ آج تو مجھے ڈانٹا گیا ہے کہ کیا تمہیں اپنی زندگی پر بھروسہ ہے جو حکم کی تعمیل نہیں کرتے۔ اب چلیے، ہل کر مکان پسند کر لیجیے۔

جنا خیران کے اصرار پر میں نے جا کر ایک مکان پسند کر لیا۔ مولوی صاحب نے اس کی جھٹری کر داری اور میں نے اس مکان میں رانٹ اختیار کر لی۔ میں عام طور پر وقت دیکھ کر نماز کے لیے آیا کرتا تھا جب گھر سے نکلتا تو راستے میں کبھی کوئی لی جاتا اور کبھی کوئی۔ اس طرح سیری کبھی ایک رکعت اور کبھی دو رکعتیں چھوٹ جاتیں۔ میں نے مولوی صاحب کو جاکر کہا کہ آپ نے اشاعتِ دین کے لیے مکان دیا ہے مگر میرے دینی پروگرام میں خلل پیدا ہو رہا ہے۔ آپ یا تو مجھے مکان بیچ کر لاشِ بھان خاں میں دوسرا مکان خریدنے کی اجازت دیں یا اپنا مکان داسے لے دیں۔ مولوی صاحب نے غوشی سے مجھے اجازت دے دی اور ان کے مکان کو بیچ کر میں نے اپنے موجود مکان کا ایک حصہ بنایا۔

ذریعہ معاش یوں تو حضرتؑ نے لاہور میں سکونت اختیار کر لی تھی گو وہ لگا لگا کوئی مناسب انتظام نہیں تھا۔ اور چونکہ حکومت کے باغی تھے۔ اس لیے شروع شروع میں لوگ بھی کم تعلقات کرتے تھے۔ گھر میں کئی کئی روز ناقص رہتا تھا۔ لیکن فخر حضرت دین پوریؒ سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ گھر کے برتن مانجھ کر رکھ دیا کرو اور دو رکعت نماز نفل پڑھ کر بدستور اللہ اشد کرتے ہو۔ اس کے بعد خدا سبب اسباب ہے۔

جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے، حضرتؑ کے خسر مولانا ابو محمد احمد صاحب لاہور میں کشمیری بازار کی صوفی مسجد میں رہا کرتے تھے۔ ان کا ذریعہ معاش طبع ہونے والی کاپیوں کی تصحیح کرنا تھا۔ بدین وصال کے کتب فروشوں سے اچھے تعلقات تھے۔ حضرتؑ کا ابتدائی زمانہ تو بڑی عسرت میں گزرا لیکن بعد میں کتب فروشوں نے مولانا ابو محمد احمد سے تصنیف کی بنا پر

تصحیح کا کام حضرت کو دینا شروع کر دیا۔ حضرت کے شرانِ دلوں رو پڑ مصلحِ اسلام میں مدنی غلطی کی سازش کے سلسلہ میں نظر بند تھے۔ اس کے علاوہ حضرت دوسرے کام بھی کر رہے تھے۔ اس سلسلے میں قاضی محمد مدلل کا بیان ہے کہ:-

”حضرت جنتے میں ڈیڑھ دن اپنی معاش کا بندوبست کرتے تھے کبھی صابن بناتے اور کبھی حرابی کتابوں کی کتابت کی تصحیح فرماتے تھے۔ میں نے انھیں صابن بناتے دیکھا نہیں، اس کا اہتمام شاید گھر کے اندر رہتا ہو، لیکن کتابت کی اصلاح میں مشغول دیکھا ہے۔ یہ کام آپ سجدہ کے عہد میں کرتے تھے۔ اس ڈیڑھ دن میں جتنی آمدنی ہوتی تھی اُسے بھرتہ بھر کھاتے تھے۔ یہ آمدنی کتنی ہوتی تھی یہ میں قطعی طور پر نہیں جانتا، لیکن ظاہر ہے کہ وہ بہت قلیل ہوتی ہوگی۔ میں نے سنا ہے کہ بعض دن پوسے گھر نے صرف چنے چیا کر گز دیا۔ لیکن بایں ہمہ یہ ممکن نہ تھا کہ آپ کی شانِ خودداری اور فقر و استغنا کی آن میں کوئی فرق آسکے۔“

چنانچہ ایک دفعہ آپ کا ہوسے کلکتہ جمعیتہ العلماء کی مجلسِ علم میں شرکت کے لیے تشریف لے گئے۔ واپسی پر کچھ لوگ گورکھ پور ٹرینیشن پر گئے اور اصرار کیا کہ انھیں اسلامیہ کے مدرسے میں شرکت کے لیے جیں آپ نے منظور کر لیا اور ایک تقریر کی جس میں مدرسہ قرآن کریم کو عام کرنے پر زور دیا۔ آپ کی تقریر سے لوگ حیرت و حیرت ہوئے جب آپ واپس ٹرینیشن پر پہنچے تو منتظلمین نے پچاس روپے پیش کیے۔ حضرت نے سوال کیا کہ یہ کیا ہے؟ لوگوں نے یہ کہہ کر ٹاننا پاتا کہ کرایہ ہے۔ حضرت نے فرمایا

”لاہور سے کلکتہ تک اور کلکتہ سے لاہور تک کا کاروبار حبیبیہ العلماء نے بھرتے دیا ہے۔ آپ بھے اپنے تانگے پرے گئے اور وہاں کھانا کھلا دیا میرا کچھ خرچ نہیں ہوا تو گریہ کیا؟“ لوگ کہنے لگے کہ نذر کھج کر لے لیجئے۔ حضرت نے فرمایا: میں نذر نہیں لیتا“ اور انکار کر دیا۔

انہیں ایام کا ذکر ہے کہ ایک تاجر کہتے جو اپنا نام بتانا پسند نہیں کرتے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی نگہداشتی اور محسرت کے پیش نظر ایک سو پے کا نوٹ لٹانے میں ڈال کر ایک سال کیا حضرت نے ڈاک کھول تو لٹانے میں سو پے کا نوٹ دیکھ کر سوچ میں پڑ گئے اور پھر فرمایا: ”نذر جانے اس شخص نے کس مقصد کے لیے یہ روپیہ بھیجا ہے؟ یہ کما اور تمام رقم دینی کام کے لیے وقف کر دی۔ اس میں سے ایک پائی بھی اپنے مصروف میں نہ لے۔“

اللہ والوں کا سب سے پہلا اور ضروری کام یہ ہوتا ہے کہ وہ مسجد لائن سچان خال جہاں بھی جائیں سب سے پہلے اللہ کا گھر بنائیں تاکہ اپنے معبود کی عبادت کر سکیں اور دوسروں کو اس کی دعوت دیں۔ روئے زمین پر سب سے پہلے جو عمارت بنائی گئی، وہ بیت اللہ ہے۔ خود سید الانبیاء علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں دل اجلاں فرماتے وقت سب سے پہلے مسجد قبا کی بنیاد ڈالی جسٹور کا ارشاد و گرامی ہے کہ:

”جب تم دیکھو کہ ایک آدمی مسجد کی ستری اور اس کو آباد کرنے کی طرف لگا رہتا ہے تو تم شہادت دو کہ وہ جنتی ہے۔“ (رواہ الترمذی)

حضرت جب لاہور تشریف لائے تو جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے مسجد لائن والی میں نماز اور دوسری قرآن حکیم شروع کیا۔ اس مسجد کی توسیع اور ترقی کے سلسلے میں ستری عبداللہ صاحب رحمہ اللہ حاجی فضل دین صاحب کے ”بیان درج ذیل ہیں:-“

(۱) لائن سبھان خاں میں سرکاری سپاء کا ہونا مجھے یاد ہے۔ میری عمر اس وقت تیرہ چودھ سال کی ہوئی۔ آج کل جہاں بڑی مسجد ہے، یہاں سرکاری اوٹوں کا طوطا تھا۔ انجمن خدام الدین کے مدرسۃ البیات کے منتقل حافظ علی محمد کا مکان ہے۔ یہاں پولیس کی چانداری کی جگہ تھی اور جہاں کسی بوڑا گھر کا مکان ہے۔ یہاں سرکاری گھوڑے بازے ملتے تھے۔ یہ مسجد پولیس لائن کے وقت چھوٹی سی تھی۔ پولیس والے یہاں نماز پڑھتے تھے۔ اس مسجد کے قریب ایک بیری کا درخت بھی تھا۔

(۲) مسجد لائن والی پولیس لائن کے وقت سے ملتی اور نیا محکمہ بعد میں قریباً پچاس سال بعد آباد ہوا۔ میری عمر اس وقت اکثر سال کی ہے۔ جب میرے والد صاحب صاحبی فضل الدین انے یہاں رہائشی مکان خریدا تھا۔ اس وقت ہائے مکان کے سوا اس محلے میں کل دو تین گھر مسلمانوں کے تھے۔ باقی سب ہندوؤں اور سکھوں کے تھے مسجد لائن والی کے باہر سے لے کر نئے محلے تک تہی و کانی میں، دو سب ایک ہندو کا تھیں جو "تبا کر والا" کہلاتا تھا۔ پولیس لائن چلے جانے کے بعد اس مسجد میں باقاعدہ نماز سوائے والد مرحوم کے اور کوئی نہیں پڑھتا تھا۔ جو دو تین گھر مسلمانوں کے تھے وہ اکثر بے نماز تھے۔ بدعاش لوگ بدکاری کے لیے ہندوؤں سے مکان کر لیا پر پیا کرتے تھے۔ مگر جب مولانا احمد علی بیان آنے تو بفضلہ تعالیٰ مسلمانوں کی آمدرفت یہاں بڑھتی گئی اور حاجی فضل الدین مرحوم مسجد میں توسیع کرتے گئے۔ انھوں نے بھرے اور دکانیں بنادیں اور بعد میں اپنی خوشی سے مولانا احمد علی کی توسیع میں ملے دیں۔

اسی سلسلے میں حضرت کا بیان ہے کہ:-

"کابل سے واپس آنے کے بعد میں نے دوبارہ مسجد لائن سبھان خاں میں رہ بس

قرآن مجید شروع کر دیا۔ اور بفضلہ تعالیٰ ۳۴۰ھ میں انجمن خدام الدین کی بنیاد رکھی۔ تبلیغی
فصل دین پولیس لائن کے اٹھ جانے کے بعد مسجد کے چھوٹے سے کمرے اور صحن میں
سردی اور گرمی میں نماز پڑھتے تھے جب انھوں نے دیکھا کہ درس قرآن مجید کی برکت
لوگوں کی تعداد بڑھ گئی ہے۔ اور لوگ نماز صبح کے بعد آدھے مسجد کے اندر آدھے سخت
سردی کے باوجود کھلے صحن میں بیٹھتے ہیں تو انھیں مسجد کے بڑھانے کا خیال آیا۔ مسجد کے
شمال اور جنوب کی طرف کچھ زمین خالی پڑی تھی۔ اس کا کچھ حصہ شمال اور جنوب کے مسجد میں
داخل کر کے انھوں نے پہلے کمرہ کو وسیع کر دیا۔

عاجی فضل الدین کے انتقال کے بعد انجمن خدام الدین
مسجد کی تجدید و توسیع نے تین مرتبہ مسجد میں ترمیم و اضافہ کیا اور تینوں مرتبہ

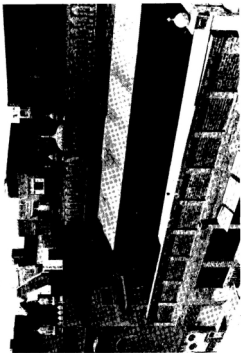
مستری عبداللہ کے انھوں نے کام سرانجام پایا۔

(۱) پہلی مرتبہ مسجد کی چھت اوپری کرائی گئی۔ سابقہ کڑیاں اتار کر نئی ڈالی گئیں اور
باہر کا صحن جو کہ غیر مسقف تھا وہ مسقف کیا گیا۔ دیوار میں روشندان بنیں تھیں
روشندان لگوانے گئے۔

(۲) دوسری مرتبہ — دوسری منزل۔ انجمن خدام الدین کا دفتر اور حضرت کے رہنے
کا بالائی کمرہ بنوایا گیا۔

(۳) تیسری مرتبہ۔ مسجد کے زریں جھنڈے کی مرمت پر کئی ہزار روپیہ صرف کیا۔

حضرت ۳۰ حیات اس مسجد کے متوفی ہے اور اپنے عبدالغفور نے مولانا عبداللہ
ہمزواج کو انجمن کی ادارت کے ساتھ مسجد کا متولی بھی مقرر فرما دیا۔ حضرت نے لاہور میں چار
مساجد اور بھی بنوائیں۔ حضرت ارشاد فرمایا کرتے تھے :-



جامع مسجد خلیفہ اولیٰ باغیچہ خلیفہ اولیٰ خلیفہ اولیٰ خلیفہ اولیٰ خلیفہ اولیٰ



مجھے مساجد بنانے کا شوق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجاز مساجد مجھ سے
 بنوائیں۔ ان میں سے دو پر صرف عورتوں کا پیسہ لگا ہے مردوں کا ایک
 پیسہ نہیں لگا۔ ان میں کونسی اور ٹھہرے بھی ہیں۔ دو میں مردوں اور
 عورتوں کا برابر کا حصہ ہے۔ اس مسجد میں جس میں ہم بیٹھے ہیں اور کاجھ
 خاصہ ایک عورت کے پیسے سے بنا ہے۔

حضرت کا پہلا حج ۱۹۱۴ء میں لاہور تشریف لے گئے۔ اسی سال کے آخر
 میں یا اگلے سال کے شروع میں آپ نے سفر حج کا ارادہ کیا
 جس کے ساتھ ہی ہجرت کر کے حرمین شریفین میں مستقل قیام کرنے کا سکہ زیرِ غور تھا اس
 مقصد کے پیش نظر آپ نے پاسپورٹ کی درخواست میں بال بچوں کا نام بھی لکھوا دیا۔
 درخواست دیتے وقت حضرت کے مخلص دوست خواجہ محمد رشید صاحب (دائیں) آپ کے
 ساتھ تھے۔ اس بات کو راز میں رکھنے کے لیے خواجہ صاحب کو یہ تاکید کر دی کہ پاسپورٹ کے
 بار میں کسی سے ذکر نہ کریں۔

جس دن حضرت نے درخواست دی آپ کے پاس صرف دس روپے تھے۔ مگر اس
 سبب اسباب نے ہر دروازہ داری کے چاروں کے اندر اندر انیس سو روپے جمع کرائیے۔ جو اس
 وقت کے صاف کچے کہیں زیادہ تھے۔

ارشاد نبوی پڑھ کر تے ہوئے ہجرت حرمین شریفین کے لیے حضرت نے اللہ تعالیٰ کی

لے بعد میں حضرت نے چھ سات مساجد بنوائیں جو بطور باقیات الصالحات موجود ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں:-
 مسجد اچھرہ، قاروقی گنج، شامہ، مصری شاہ، رحمان پورہ، میر ہستال کی مسجد۔

ہر گاہ میں مافرائی کرتے اللہ اگر میری یہ ہجرت میں دنیا کے لحاظ سے مفید اور بہتر ہے تو امانت فرما اور اگر مفید نہیں تو اپنے علم سے روک دے۔

چنانچہ جس دن پاسپورٹ آیا اُسی دن ہی حضرت سفر کے لیے تیار ہو گئے بستر اچھا کچھ برتن بوری میں ڈال لیے اور جیسے سامان کچھ تو فروخت کر دیا اور کچھ لوگوں کو دے دیا لیکن اللہ تعالیٰ کو آپ کی یہ ہجرت اس وقت منظور نہ تھی۔ خدا کی قدرت آپ کی ایندخت پر بار ہو گئی اور وہ سفر کے قابل نہ رہیں۔

چند روز بعد آپ کے خسر اپنے اعماموں اقربا کے ساتھ لاہور تشریف لائے اور اپنی صلاحی کی نازک حالت دیکھ کر حضرت کو مجبور کیا کہ ان کو اپنے ساتھ لے جائیں چنانچہ حضرت بال پرکھ کر اللہ کے پیردار کے خود جی پر روانہ ہو گئے اور ہجرت کا ارادہ ترک کر دیا۔

ابتدائی عیاشی میں آپ کے ساتھ صرف مستعدین ہی تھے مگر آخری جمل اور عموں میں حضرت کی امید اور صاحبزادگان باری باری ساتھ جایا کرتے تھے۔ آپ اکثر تہذیب و نصرت کے طور پر ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ یہ اللہ کا فضل ہے کہ اس نے مجھے چودہ مرتبہ زیارت حرمین شریفین سے مشرف فرمایا۔

ہجرتِ کابل

حضرت حج سے واپس آئے تو تحریکِ خلافت کا دور دورہ تھا۔ کراچی اترنے کے بعد معلوم ہوا کہ ہندوستان میں خلیفۃ المسیح (ترکیہ) کی حمایت میں خلافت کیٹیاں قائم ہو چکی ہیں۔ مسلمان بڑے جوش و خروش سے اس تحریک میں جھڑے رہے ہیں اور خلافتِ اسلامیہ کی حمایت میں تن نہ دینا سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار ہیں۔

جنگِ کابل اسی اثنا میں امیرِ امان اللہ خاں والٹے کابل نے انگریزوں کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا۔ اور ہندوستان کے مسلمان انگریزوں کے خلاف اشتعال میں تھے۔ کیونکہ فرانسیسی اور انگریزی فوجوں نے قسطنطنیہ پر قبضہ کر لیا تھا اور خلیفۃ المسیح اُن کی قید میں تھے۔ امیرِ امان اللہ خاں نے ہندوستان کے مسلمانوں کو ہجرت کر کے افغانستان آنے کی دعوت دی۔ ہندی مسلمانوں نے اس دعوت پر بیک کھی اور ہزاروں کی تعداد میں کاروان درکارواں افغانستان جانا شروع ہو گئے۔ (لیکن یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ ادھر تو امیرِ امان اللہ خاں انگریزوں سے صلح کر لیا تھا اور ادھر ہندی مسلمانوں کو ہجرت کی دعوت دے رہا تھا، جنگ کے فائدے پر انگریزوں نے مجبوراً افغانستان گورنمنٹ کے ساتھ صلح کر لی۔

حضرت کی ہجرت حضرت ہندوستان سے ہجرت کاروانہ تو رکھتے ہی تھے لیکن آپ کا خیال حرمینِ شریف طے نہ لگا تھا۔ مگر یہ خدا کو معلوم ہوا اب جبکہ ہندوستان کے مختلف مہاجرات سے ماحرین نے کابل جانا شروع کیا تو آپ کی تباہی

اور آپ بھی ہجرت کے لیے تیار ہو گئے۔ آپ کے دو فل جھوٹے بجائی پہلے ہی کابل میں قیام پزیر تھے۔

حضرت کو پنجاب کے صاحبزادے کا میر کارواں مقرر کیا گیا۔ پنجاب کے بڑے بڑے شہروں کی طرف سے صاحبزادے کے لیے دس ہزار روپے حضرت کی خدمت میں پیش کیے گئے اور تنفقہ طور پر فیصلہ ہوا کہ حضرت یہ روپہ میرا ان اللہ خان کی خدمت میں پہلی قسط کے طور پر پیش کریں۔ چنانچہ حضرت نے اس روپہ کا سونا لاہور سے خرید فرمایا اور عام اجلاس میں امیرالمان اللہ خان کے پیش کر دیا۔

قیام پشاور مسلمانان پشاور کو صاحبزادے کے قافلے کی پہلے سے اطلاع مل جاتی تھی۔ اور شہر کے چند سرکردہ حضرات رضا کاروں کو ساتھ لے کر صاحبزادے کے استقبال کے لیے ریلوے اسٹیشن پر آ جاتے تھے۔

جب حضرت کے قافلے والی گاڑی اسٹیشن پر پہنچی تو حسب دستور مسلمانان پشاور اسٹیشن پر موجود تھے۔ انھوں نے درخواست کی کہ سب لوگ اپنا سامان جوں کا توں چھوڑ کر باہر نکل آئیں۔ چنانچہ تمام مرد و زن و بچوں سے باہر نکل آئے۔ پشاور کے مسلمانان لوگوں کو ناگوار لگا رہنما کر محسوس کی صورت میں عبورۂ قیام گاہ پر لے گئے۔ اس عرصہ میں رضا کاروں نے گاڑی سے تمام سامان اُتار کر ایک جگہ جمع کر دیا اور بعد میں صاحبزادے سے کہا گیا کہ وہ اپنا اپنا سامان اُتار کر طعیدہ کر لیں۔ قافلہ کی خورداک اور فائش کا کام بحفاظت سے قابل ستائش تھا۔ ہر صاحبزادے کے دل سے بے ساختہ دعا نکلتی تھی کہ اللہ انھیں جنت دینا میں سرفراز کرے۔ آمین یا اللہ العالمین!

پشاور سے روانگی دو تین روز پشاور میں قیام کرنے کے بعد یہ قافلہ ناگوار

پر پشاور سے کابل روانہ ہوا۔ قافلے کا سامان بیل گاڑیوں میں بچھے بچھے آرا تھا۔ یہ
تاجکے ایک غیر منظم طریقے پر سزلیں طے کرتے ہوئے مختلف مقامات پر ٹھہرتے ہوئے
کاتانگہ بادل ٹھہرا، جہاں مہاجرین کا ایک اور تانگہ پہلے سے موجود تھا۔

حضرت کاتانگہ قبل از عشاء ذکر و مقام پر پہنچا مگر ان کے سامان والی بیل
کاڑی جس پر غور و دوش کا سامان بھی تھا بہت بچھے رہ گئی۔ دوسرے تانگے میں لاپٹو
ہی کے مہاجرین تھے اور ان کے پاس خورد و نوش کا سامان تھا۔ ان لوگوں کے بیل
بچوں کا تانگہ کسی دوسرے مقام پر جا پہنچا تھا۔ اس لیے انھوں نے خورد و نوش کا
سامان حضرت کے ہال بچوں کو دے دیا۔ دوسرے دن تانگہ بھٹی کوٹ پہنچا، جہاں
مہاجرین نے رات بسر کی اور تیسرے دن مہال آباد پہنچ گیا۔ اس کے بعد یہ مہاجر
مختلف مقامات پر ٹھہرتے ہوئے کابل کی حدود میں داخل ہوئے۔

حضرت کے دو چھوٹے بھائی مولانا سندھیؒ کے ساتھ امیر لال اللہ
کابل میں خاں کی کوٹھی (محین الامارۃ) میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ شہزادگی کے زمانہ
میں یہ کوٹھی امین اللہ خاں کی قیام گاہ تھی۔ تخت نشینی کے بعد امین اللہ خاں نے یہ کوٹھی
مولانا سندھیؒ کو دے دی۔

حضرت کے قافلہ کے کئی آدمی آپ سے پہلے ہی کابل پہنچ گئے تھے۔ اس لیے
حضرت کی مع اہل و عیال ہجرت کی خبر مولانا سندھیؒ کو پہنچ چکی تھی۔ انھوں نے حضرت
کے پہنچنے سے پہلے ہی ایک مکان کرایہ پر لے لیا تھا۔ حضرت نے کابل پہنچ کر اسی
مکان میں اقامت اختیار کی۔ جو کہ مکان بہت وسیع تھا، اس لیے حضرت نے داخلہ
(شیخ میرزا بخش اور میاں عبداللہؒ) کو بھی اسی مکان میں ٹھہرایا۔ حضرت بالائی منزل میں

مقیم تھے اور پہلی منزل کے دو دن حصوں میں ان حضرات کے کھنے پینے تھے۔

حضرت کا قافلہ کابل پہنچا تو سب پہلے عید گاہ میں قیام کیا۔ یہ عید گاہ مستحق
بھتی اور پہلے پہنچے ہوئے مہاجرین میں تقسیم تھے۔ ان لوگوں نے حضرت کے پہنچنے ہی آپ کو
اطلاع دی کہ ہندی مہاجرین یہاں بڑی کس پرسی کی حالت میں ہیں اور افغانستان کے
حکام ان کے ساتھ بے اعتنائی سے پیش آ رہے ہیں۔ اکثر مہاجرین جو وہاں پہلے پہلے لائے
تھے غریب کر چکے ہیں۔ اب ان کے پاس واپس جانے کے لیے کوئی ایک نہیں رہا۔ یہ لوگ
افغانوں کے سلوک سے اتنے بدل ہو چکے تھے کہ انھوں نے حضرت سے واپس جانے کی
اجازت چاہی حضرت نے بہت کچھ کہا یا مگر وہ اپنی مندر قائم ہے۔

حکومت افغانستان نے شروع میں مہاجرین کی آباد کاری کے لیے کافی گری
دکھائی۔ مہاجرین کے کمپوں کو مختلف اصولوں میں بسایا گیا۔ کاشت کے لیے حسب
ضرورت زمین الاٹ کر دی گئی۔ مگر مہاجرین کی اکثریت زراعت کے اصولوں سے ناواقف
بھتی اور جو لوگ اس پیشے سے متعلق رہ چکے تھے، وہ بھی ہندوستان کی آب و ہوا میں
رہنے کے عادی تھے۔ برفانی علاقے میں کھیتی باڑی کرنا ان کے بس کی بات نہ تھی چنانچہ
اکثر لوگ سردی اور بھوک سے مر گئے۔ جو باقی بچے وہ بھی موت و ذمیت کی کشمکش میں
مستغرق تھے۔ حالت یہ تھی کہ مرنے چھ بچے دن تک بے گور و کن پڑے رہتے تھے۔ بیماریوں
کا کوئی پر سائن مال نہ تھا۔ ڈاک و تار کا فرسودہ انتظام کرنے کے باعث ایک علاقے
کے مہاجرین کو دوسرے علاقے کے مہاجرین کے حالات کا بااصل پتہ نہ چلتا تھا۔ اس
زہل حالی کی طرف حکام کی توجہ دلائی جاتی تو وہ سخت بے رخی سے پیش آتے۔

انہیں دنوں حکومت افغانستان اور انگریزوں کا معاہدہ ہو گیا جس میں ایک شرط

یہ بھی تھی کہ تمام مہاجرین کو ہندوستان واپس کر دیا جائے۔ چنانچہ مہاجرین نے اسے بخوشی منظور کر لیا۔

اگر دوسرے مسلمان ہندوستان واپس آ بھی جاتے تو حضرتؑ کے کابل سے واپسی لیے کابل کا قیام نامناسب نہیں تھا۔ کیونکہ مولانا سندھیؒ اور آپ کے دو چھوٹے بھائی وہاں موجود تھے۔ مگر چونکہ معاہدہ کی شرط یہ تھی کہ تمام مہاجرین اپنی ہندوستان بھیج دیئے جائیں اس لیے مولانا سندھیؒ نے حضرتؑ سے فرمایا کہ اب ہمیں بھی واپس چلے جانا چاہیئے۔ کیونکہ حکومت افغانستان نے اشارہ کر دیا ہے کہ سب لوگ افغانستان سے چلے جائیں۔ اس معاہدہ کی رو سے میں بھی یہاں سے جبراً اٹھنا پڑے گا۔ مولانا سندھیؒ فرماتے ہیں:-

”مولوی احمد علی صاحب کو ہم نے ہندوستان واپس بھیجا ہی مناسب خیال کیا۔ منت سے ہم اسے اس پر راضی کر سکے۔ ذاتی ڈائری ص ۴۳

چنانچہ اس فیصلے کے بعد حضرتؑ واپس ہندوستان تشریف لے آئے۔ مولانا محمد علی کو مولانا سندھیؒ نے افغانستان بھیج دیا اور خود حضرتؑ کے دوسرے بھائی کو لے کر روس چلے گئے۔

مہاجرین بڑے شوق اور عقیدت سے حکومتِ برطانیہ کی حکمتِ عملی افغانستان گئے تھے اور انھوں نے

ایک اسلامی ملک میں رہنے کے خیال سے اپنے آبائی وطن سے ہجرت اختیار کی تھی۔ مگر حکومتِ برطانیہ نے وہاں ہا کر انھیں باہر ہی بٹھائی اور وہ افغانی حکام کی بے اعتنائی سے دل برداشتہ ہو کر واپس لوٹ آئے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ ہندوستانی مسلمان حکومتِ افغانستان سے بدظن ہو گئے۔ اگر تحریر بک ہجرت کا بیاب ہو جاتی تو اس کے نتائج انگریزوں کے حتیٰ میں

ملک ثابت مجتے مگر معلوم ہوتا ہے کہ امیر امان اللہ خاں کی یہ ایک سیاسی چال تھی انھوں نے ہجرت کا حربہ شاید اس لیے استعمال کیا تھا کہ انگریز اس کے نتائج سے غور و فکر نہ کران کی خیرات صلیح مان لیں۔

ادھر بھائی نے حکمت عملی سے کام لیا اور وہیں آنے والے مہاجرین کی بہت دل جوئی کی۔ انھیں پشاور کی سڑکوں میں مفت جگہ دی گئی اور خورد و نوش کے مصارف بھی حکومت نے خود برداشت کیے۔ نہ صرف یہ بلکہ دو چار دن کے قیام کے بعد کٹ بھی خود حکومت ہی کی طرف سے خرید کر دیئے گئے۔ اس طرح ہندی مسلمان حکومت افغانستان سے اور بھی زیادہ پرگشتہ ہو گئے۔

حکومت نے پشاور سے دو تین میل کے فاصلے پر ایک فوجی افسر مقرر کر رکھا تھا جو وہاں آنے والے مہاجرین کی سہسری دیکھ بھال کر کے انھیں پشاور بھیج دیتا تھا۔ حضرت بھی منہ دوستان کی حدود میں داخل ہوئے۔ دانتھ پر سب رگوں کے نام وغیرہ پوچھے گئے اور جب حضرت کی باری آئی تو افسر نے سوال کیا: کیا تم مولانا سندھی کے رشتہ دار ہو اور آپ کا نام (مولانا) احمد علی (صاحب) ہے؟ حضرت نے اثبات میں جواب دیا اور اس کے بعد آپ کو پشاور بھیج دیا گیا۔ جہاں آپ دوسرے مہاجرین کے ساتھ ایک سرائے میں ٹھہرے۔

دوسرے دن صبح آپ کو ایک انگریز افسر کے سامنے پیش کیا گیا۔ اُس نے بھی آپ کو بنو دیکھ کر پوچھا: کیا تم مولانا سندھی کے عزیز ہو؟ حضرت کے اثبات میں جواب دینے پر آپ کو سرائے میں واپس بھیج دیا گیا۔

حضرت دو تین دن پشاور رہے۔ پھر آپ کو لاہور کا کٹ دے دیا گیا اور آپ صبح اہل و عیال لاہور واپس آ گئے۔ یہ سب کچھ کے داخل کی بات ہے۔

انجمن خدام الدین کا قیام

ہجرت واپسی کے بعد حضرت نے حسب سابق درس قرآن مجید شروع کر دیا۔ ۱۹۴۲ء کا واقعہ ہے کہ ایک دن صبح کے درس سے فارغ ہونے کے بعد حکیم فرزا الدین صاحب اٹھے اور حاضرین مجلس کو مخاطب کر کے کہا: آپ لوگ مولانا احمد علی سے اکثر سنتے رہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے دین کی اشاعت کسی منظم طریق پر ہونی چاہیے۔ اور یہ کام کسی ایسے شخص طریقے پر کیا جائے جو منہج مجتہد کے علاوہ دیر پا بھی ہو۔ لہذا آپ کو چاہیے کہ ایک انجمن کی بنیاد رکھنے میں حضرت کی مدد فرمائیں۔

سامعین نے اس تجویز سے اتفاق کیا اور حضرت نے اس انجمن کا نام انجمن خدام الدین تجویز فرمایا۔ اس کے غائبانہ پانچ چھ روز بعد حضرت نے ان احباب کو جمع کیا جنہوں نے اپنی خدمات پیش کی تھیں اور بعض دوسرے بزرگوں کو بھی شمولیت کی دعوت دی۔ چنانچہ مولانا ابو محمد احمد جو مولانا رشید احمد لکھنوی اور حضرت شیخ الہند کے شاگرد تھے اور مولانا افضل حق صاحب جو مولانا نذیر احمد دہلوی کے شاگرد تھے، اس انجمن میں شامل ہو گئے۔

انجمن خدام الدین کا نصب العین اشاعت قرآن حکیم اور اشاعت سنت نبوی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرار پایا۔ انجمن کے تحت دینی مسائل میں متعلق حضرت کے مسائل شائع کیے گئے حضرت کا مسلک یہ تھا کہ وقتی طور پر جو ضروریات پیش آتی ہوں ان کو قرآن اور سنت کی روشنی میں حل کیا جائے حضرت کے تمام مسائل میں یہ رنگ نمایاں ہے۔ آپ نے ہر موضوع پر

قرآن حکیم کی آیات سے ثابت کیا اور اس کی تفسیر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا حوالہ دیا۔ اللہ تعالیٰ آپ فقہی مسائل کو فقہ حنفی کی روشنی میں حل فرماتے تھے جنہوں نے اپنا مسلک بیان کرتے مجھے فرمایا ہے :-

”میرا مسلک یہ ہے کہ اولاً حکم کتاب اللہ میں تلاش کیا جائے۔ اس میں نہ ملے تو کتاب اللہ کی شرح حدیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اگر حدیث سے حکم ذیل سکے تو پھر امام ابوحنیفہؒ کے قول کا اتباع کیا جائے۔ کیونکہ میں حنفی ہوں۔ امام کا اتباع یہی سنی ہے کہ امام صاحب کتاب اللہ اور سنت رسولؐ سمجھتے ہیں اور اس سے احکام نکالنے میں ملے معتد ہیں۔“

انتخاب امیر جب انجمن کا اجلاس شروع ہوا تو حضرت نے تجویز پیش کی کہ انجمن کا ایک امیر ہونا چاہیے۔ آپ نے اس امر کی خاص طور پر مباحث کی کہ صدر اور امیر میں نمایاں فرق ہے۔ صدر مجلس منظر کی تجاویز کو اپنی سرپرستی میں علی بار بندنے کا ذمہ دار ہے اور مجلس منظر کو فیصلہ کرے صدر کے لیے اس کی پابندی لازمی ہے۔ صدارت کی صورت میں ممکن ہے کہ انجمن میں پارٹی بازی ہو جائے اور کام میں رکاوٹ ہو۔ اس کے برعکس امیر مجلس منظر سے مشورہ ضرور لے گا۔ لیکن مشورہ کے بعد اگر وہ اسے انجمن کے مفاد کے خلاف سمجھے تو مجلس منظر کی رائے کو رد کر کے اپنی رائے پر عمل کر دے سکتا ہے۔ مدت کی صورت میں پارٹی بازی نہیں ہو سکتی۔ اگر بغیر من بحال دو پارٹیاں جو بھی جائیں تو امیر اپنے اختیار کی بناء پر سب کی رائے کو رد کر سکتا ہے۔ اس طرح پارٹیوں کے اختلافات انجمن کے کام میں حلیج نہیں ہو سکیں گے۔

انہی کی مجلس منتظر نے اور دیگر حضرات نے جن کے نام لوہر آچکے ہیں، حضرت کا اس رائے سے اتفاق کیا حضرت نے یہ بھی کہا کہ جس شخص کی دیانت، امانت، صلاحیت اور اوصاف حمیدہ پر سب کو اعتبار ہو اسی کو امیر منتخب کیا جائے۔

جب انتخاب کی نوبت آئی تو سب حضرات نے متفقہ طور پر حضرت کا نام تجویز کیا۔ حضرت نے اس حمد سے کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ مجلس ہذا میں میرے دو اساتذہ کرام اور تیسرے ایک بزرگ تشریف رکھتے ہیں۔ میرے نزدیک ان کی موجودگی میں یہ قطعی نامزدوں ہے کہ مجھے امیر منتخب کیا جائے حضرت کی کوشش سختی کو ان ہر سرفراز میں سے کسی کو امیر منتخب کیا جائے۔ اور ان بزرگوں کا یہ اصرار تھا کہ حضرت ہی کو امیر چننا جائے۔ آخر نوبت بیان تک پہنچی کہ تینوں حضرات ناراض ہو کر مجلس سے جانے لگے اور انہوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ اگر آپ ہماری رائے کو قابل قبول نہیں سمجھتے تو ہم اس مجلس میں شامل ہونے کے لیے تیار نہیں۔ اس پر حضرت نے لوہ پر اصرار کو ترجیح دی اور آپ باتفاق ہو گئے انہی کے امیر مقرر ہو گئے حضرت مولانا فضل حق صاحب ناظم اور خواجہ محمد رشید صاحب (وامیں) آشریہ والے خواجہ مخی مقرر ہوئے اور انہی نے باقاعدہ کام شروع کر دیا۔

اب حضرت نے قرآن مجید کے دو درس شروع کر دیے۔ پہلا درس عام بدستور مذاہج کے بعد ہوتا رہا۔ اور دوسرا درس حیدر زمانہ مغرب ہونا قرار پایا۔ یہ درس تعلیم یافتہ طلبہ کے لیے مخصوص تھا۔ اس میں انگریزی تعلیم یافتہ حضرات، کالج کے طلبہ اور ملازمین شامل ہوتے تھے۔

پہلا درس حضرت خود ۱۹۱۷ء سے لے کر تا دمِ زسیت بلاناغہ پڑھتے رہے اور دوسرا دس بیس سال تک پڑھنے کے بعد آپ سکندرش ہو گئے اور آپ کے فرزند ارجمند

مراد حافظ حبیب اللہ صاحب مزلکہ فاضل دیوبند بنے گئے۔ واللہ شہد علی ذلک۔

تفسیر قرآن ۱۹۲۵ء میں حضرت کو بعض معتقدین کی درخواست پر خیال ہوا اگر اسی درس قرآن کریم کو تحریر کی شکل میں لاکر طبع کرادیا جائے تو یہ ابدی فائدہ کا حامل ہوگا۔ چنانچہ بعض معتقدین کے مشورہ سے یہ طے ہوا کہ لاہور میں کثرت اشغال اس کام میں مانع ہوگی، اس لیے حضرت لاہور سے کسی پرسکون جگہ پر تشریف لے جاتے ہیں کہ یہ طبع کمپیوٹر کی سستی واہ کا انتخاب ہوا چنانچہ اسی سال ایک ۱۱ کے لیے حضرت واہ تشریف لے گئے اور وہاں آپ نے ترجمہ القرآن کا کام شروع کر دیا۔ اس طرح ۱۹۲۷ء میں یہ ترجمہ اور محشی قرآن مکیم شائع ہو گیا۔

مدرسہ قاسم العلوم ۱۹۲۴ء میں حضرت نے تجویز پیش کی کہ انجمن کی زیر نگرانی ایک عربی مدرسہ قائم کیا جائے جس میں منقطعہ نے حضرت کی رائے سے اتفاق کرتے تھے مدرسہ کے اجرائی تجویز پاس کر دی اور مدرسہ کا نام "مدرسہ قاسم العلوم" رکھا گیا۔ انجمن کے پاس کوئی جگہ نہ تھی جو طلبہ کے لیے رہائش کا کام دیتی۔ اس مقصد کے لیے اندرون شیرانوالہ دروازہ، نوال محلہ کے باہر ایک مکان کرایہ پر لیا گیا اور اسباق کا انتظام لائسنس والی مسجد میں کیا گیا۔

عام عربی پڑھنے والے طلبہ کے علاوہ فارغ التحصیل بھی تفسیر پڑھنے کی غرض سے آنے لگے۔ ان کی آمد پر حضرت نے اعلان کیا کہ ایسے طلبہ کو تین ماہ میں مکمل قرآن مجید پڑھا کر سند دی جائے گی۔ جس پر مولانا حسین احمد مدنی، مولانا نور شاہ اور مولانا شبیر احمد عثمانی کے دستخط ہوئے۔

مدرسہ کی عمارت کرایہ کے مکان میں طلبہ کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔

جان کھردہ گاؤں
 دزد حسن بہال اہس
 کے نیچے نیچے ہوتے
 جہیں میں حضرت نے
 قرآن مجید کی تفسیر کی



جان کھردہ گاؤں کا درجہ
 جہیں حضرت تھے
 جہوں میں قرآن مجید کے
 سرور پادشاه کی تفسیر ہوئی
 دیکھو اور یاد آئی کہ قرآن
 (قرآن عثمان غنی)



۱۳۰۰
 ۱۳۰۰
 ۱۳۰۰
 ۱۳۰۰
 ۱۳۰۰

۱۳۰۰
 ۱۳۰۰
 ۱۳۰۰
 ۱۳۰۰
 ۱۳۰۰
 ۱۳۰۰



اس لیے انہیں نے اپنی عمارت بنانے کے لیے لائن شہان خان میں ایک قطعہ راہنی خریدی۔ جس پر مدرسہ کی عمارت تعمیر کی گئی۔ یہ عمارت ۵ اکروں پر مشتمل ہے۔ اہل ان کے علاوہ بچے۔ تعمیر عمارت کے بعد مولانا شبیر احمد عثمانی محکومہ کے افتتاح کی دعوت دی گئی۔ چنانچہ مولانا سہت نے ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۹۳۲ء میں دم افتتاح اور افزائی جو طلباء دورہ تفسیر کے لیے آئے ان کا انتظام اس مدرسہ میں کیا جاتا۔ مدرسے کے ساتھ مطبع بھی ہے جہاں طلباء لکھا لکھتا ہے۔ ان تمام مصارف کی ذمہ داری انہیں تمام الدین ہوتی ہے۔

۱۔ درس قرآن مجید (عمومی)

مدرسہ کے شعبہ جات

۱۹۱۷ء سے درس قرآن مجید (عمومی) جاری ہے۔ یہ درس نماز فجر کے ایک گھنٹہ بعد ہوتا ہے۔ حضرت کی زندگی میں اگر آپ لاہور قیام فرماتے تو آپ کے کوئی نائب یا فرزند یہ خدمت سرانجام دیتے تھے لیکن نانہ کی حال میں نہیں ہوتا تھا۔ مستورات کے لیے پردہ کا باقاعدہ انتظام ہے۔

درس کا پہلا دور آٹھ سال میں مکمل ہوا۔

درس کا دوسرا دور ۵ سال میں مکمل ہوا۔

تیسرا دور ۱۹۲۹ء سے حضرت کے وصال تک جاری رہا اور اب چوتھا دور حضرت

کے حاشیوں مولانا عبید اللہ انور صاحب نے اسی طرز پر شروع کر رکھا ہے۔

(ب) درس قرآن مجید (خصوصی)

ہر سال رمضان المبارک میں ایک سہ ماہی درس تفسیر ہوتا ہے۔ اس میں پاکستان کے صرف دینی مدارس کے فارغ التحصیل علماء حضرات ہی شریک ہوتے ہیں۔ قیام پاکستان سے پہلے بالعموم دارالعلوم دیوبند، مظاہر العلوم سارنپور، دارالعلوم ڈابھیل اور دوسری

مراد آباد اور دہلی میں دہلی کے سند یافتہ طلبہ شریک ہوتے تھے۔ اب بھی جی ہندوستانی طلبہ کو پمپورٹ اور ویزا مل جاتا وہ شریک ہوتے ہیں۔

قیام پاکستان کے بعد شرقی پاکستان، بھارت، افغانستان، ایران، افغانستان، روس، ترکی، پاکستان اور بھارت دارالعلوم حقانیہ کوڑہ تنگ کے فارغ التحصیل علماء شریک رہتے تھے۔ اس کے علاوہ ملایا، انڈونیشیا، ایران، افغانستان، روس، ترکی، پاکستان اور دیگر اسلامی ممالک کے علماء بھی اس درس میں شرکت اپنے لیے باعث سعادت خیال کرتے اور بڑے فوق و فوق سے اس میں شامل ہوتے تھے۔

(ج) حفظ و ناظرہ :-

درس میں بچوں کے لیے قرآن مجید حفظ و ناظرہ کی تدبیر کا انتظام بھی ہے۔
۱۳۵۴ھ سے یہ شعبہ جاری ہے اور اس وقت تک سیکڑوں طلبہ حفظ و ناظرہ قرآن مجید ختم کر چکے ہیں۔

(د) کتب خانہ :-

درس قائم العلوم کا ایک اعلیٰ درجے کا کتب خانہ بھی ہے۔ اس میں ہر علم و فن کی کتاب موجود ہیں۔ ————— ان میں تفسیر، حدیث، اصول، حدیث، فقہ، اصول فقہ، فلسفہ، شریعت، تاریخ و سوانح اور ادب کے علاوہ قابل مذاہب اور مناظروں کی کتابیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

(ه) فنی تعلیم :-

ابتداء میں فنی تعلیم کا انتظام بھی تھا۔ طلبہ کو صناعیت اور کتابت کا کام سکھایا جاتا تھا۔ مگر یہ سکیم بعض وجوہ کی بنا پر دیرپا ثابت نہ ہو سکی۔

(روایتی سرگرمیاں)

مدرسہ فارغ التحصیل طلباء نے نہ صرف اندرون ملک نئی خدمات انجام دیں بلکہ وہ بیرون ملک بھی تبلیغی خدمات سرانجام دیتے رہے اور دسے رہے ہیں۔ افریقہ کے مسلمانوں نے بڑا اکثر اقبال مرحوم سے استفادہ کیا کہ وہ تبلیغ اسلام کے لیے کسی بہترین تبلیغ کو بھیجیں حضرت قائد نے اس انتخاب کے لیے حضرت اندوس کی خدمت میں درخواست کی جس کی بنا پر حضرت نے ماسٹر عزیز احمد سیال پانی لے کر جزیرہ ٹرینڈاؤ میں تبلیغ اسلام کے لیے بھیجا۔ ٹرینڈاؤ کی انہیں اہل سنت والجماعت کے خزانچی ایک بار لاہور تشریف لائے اور انہوں نے بتایا کہ ماسٹر صاحب بہت اچھا کام کر رہے ہیں۔ ہمارے دو اسکول ہیں۔ ماسٹر صاحب تین دن ایک سکول میں اور تین دن دوسرے سکول میں دس دیتے ہیں اور وہاں کے لوگ ان کی کارگزاری سے بہت خوش ہیں۔ الحمد للہ شرا الحمد لله ڈھن الدین متاہل من فضل اللہ علیہ

اب کچھ دیکھو کہ اسٹریٹ صاحب پر صرف تبلیغی قند و ہدیہیں مصروف ہیں اس حال پر لکھتے ہیں:

(۱) میزبان اور میزبانہ

مدرسہ کا نہ کوئی سفیر ہے اور نہ اس کے لیے چندہ کی اپیل کی جاتی ہے حضرت کے حلقہ ارادت کے خیر حضرات از خود امانت کرتے ہیں حضرت خود انہیں سے کوئی نخواستہ یا سفر خرچ وصول نہیں کرتے تھے۔ مدرسہ پر کل پچاس ہزار روپے خرچ ہوا۔

ریاست بہاولپور کے ایک ختمی صاحب میجر اشدتہ نے اپنی تقریر کو بھی زینا منزل
انجمن کو وقف کر دی جس کی قیمت ایک لاکھ بیس ہزار روپے ہے۔ اس کی صرف ختمی مالک پر
دوسروں پر انہی ہے۔ اس سے لالابات کے دوسرے مستقل خرچ پر اور سامان ہے۔ کل

غیر حضور جائیداد و مالک بھاس ہزار روپیہ سے زائد ہے

مدرسۃ البنات ۱۳۶۵ھ بمطابق ۱۹۴۵ء میں انجمن خدام الدین نے طالبات کے لیے ایک مدرسہ قائم کیا۔ یہ مدرسہ بھی شیر نواز دروازہ میں ہے۔ مدرسہ کے ۲۰ کمرے ہیں۔ اس کے دو طرف کارپوریشن کا باغ ہے۔ ایک طرف مسجد لائن سجان خاں ہے اور دوسری طرف شریک۔

مدرسہ میں دینی تعلیم کا بہت سارہ نصاب رائج ہے جس میں اسلامی عقائد و لوگوں کا کلام اللہ مع ترجمہ، درس حدیث، سیرۃ النبیؐ و خلفائے راشدین شامل ہیں۔ مزید برآں تعلیم خانہ داری کے علاوہ کشیدہ کاری بھی نصاب میں شامل ہے۔ اس مدرسہ کے دو شعبہ عات ہیں:-

۱۔ ایک شعبہ ان وقتی طالبات کے لیے ہے جو کسی اور مدرسہ میں تعلیم نہیں چاہتی
ب۔ دوسرا شعبہ ان جزو وقتی طالبات کے لیے ہے جو سرکاری مدارس میں زیر تعلیم ہیں اور دوسرے کے بعد مغرب تک اس مدرسہ میں دینی تعلیم حاصل کرتی ہیں۔ مدرسہ میں طالبات سے کوئی فیس نہیں لی جاتی۔

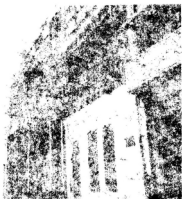
مدرسۃ البنات میں قریباً پانچ سو طالبات زیر تعلیم ہیں اور قریباً تیرہ اُستائیاں کام کر رہی ہیں۔ جن میں چند حضرات کی شاگردی اور باقی آپ کی شاگرد مصلحت کی شاگرد ہیں۔ یہ اُستائیاں دس روپیہ ماہانہ سے لے کر بیس روپیہ ماہانہ تک کے سمرلی مشاہرہ پر رضا کارانہ طور سے دینی خدمات سر انجام دے رہی ہیں۔ صرف خیاطی کی انھارچ مستقر کا مشاہرہ پچاس روپیہ ماہانہ ہے۔ جزا ہن اللہ فیہ الخیر ادا۔

مدرسۃ البنات پر کل تتر تتر ہزار روپیہ خرچ کیا تھا اور اس سلسلے میں کبھی کوئی چندہ

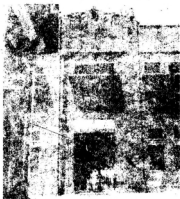
انصاف و عدالت شیراز
 میں حضرت شیخ انصاری کا
 مکان جس میں حضرت کی
 نقیہ لکیر شیراز سے بسوا۔



حکومت اہانت
 جس میں پیروں کو
 اعزاز دیا گیا
 شہرہ آفاق کے لئے
 اہل سوانہ کی
 جاتی ہے جس سے
 کی زندگی میں
 میں اہل سوانہ



این تصویر از
 قریه کوهستان
 در استان کردستان
 در دهستان کانیان



این تصویر از
 قریه کوهستان
 در استان کردستان
 در دهستان کانیان
 در دهستان کانیان
 در دهستان کانیان
 در دهستان کانیان
 در دهستان کانیان

نہیں ہلایا۔ مددسکا حرج اہل حق کی غیر متوجہ مانداد کے کرار و فیرو سے پورا ہو جاتا ہے۔
الحمد للہ۔

۱۳۴۵ء میں اہل حق خدام الدین کے ذریعہ تمام ایک شعبہ اشاعت
تاسیس کیا گیا۔ اس نے اردو میں چونتیس مختلف موضوعات پر پمٹ
شائع کیے جن کی اشاعت اس وقت تک گیارہ لاکھ پچیس ہزار تک پہنچ چکی ہے۔ اس کے
 علاوہ انگریزی زبان میں گیارہ مختلف موضوعات پر پمٹ شائع کیے گئے۔ ان کی مجموعی
 اشاعت تاحال چھیا سیس ہزار ہے۔ یہ رسائل مفت تقسیم کیے جاتے ہیں۔ صرف چند ایک
کی قیمت برائے نام ہے۔

رسائل کی فہرست حسب ذیل ہے:-

- | | |
|----------------------------------|----------------------------------|
| (۱) سواکۃ الرسوم الاسلامیہ | (۲) اسلام میں نکاح جو گاہ |
| (۳) ضروریہ القرآن | (۴) خلق محمدی |
| (۵) خلافت اسلام | (۶) توحید مقبول |
| (۷) پیغام رسول | (۸) فلسفہ حمید قربان |
| (۹) اسلام ہندو خطرہ میں | (۱۰) فلسفہ روزہ |
| (۱۱) اسلام کافر جی نظام | (۱۲) خدا کی نیک بندیاں |
| (۱۳) پیرومرید کے فرائض | (۱۴) فلسفہ زکوٰۃ |
| (۱۵) علماء اسلام اور غلامہ مشرقی | (۱۶) خدا کی مرضی |
| (۱۷) استقامت پاکستان | (۱۸) شہادۃ النصار علی سورۃ الزمر |
| (۱۹) احکام شب برات | (۲۰) اصل حقیقت |

- (۲۱) دلیلیہ (۲۲) مایلی میراث میں حکم شریعت
 (۲۳) فورٹر کا شرعی فیصلہ (۲۴) تختہ میلاد النبیؐ
 (۲۵) معراج النبیؐ (۲۶) شرح اسماء اللہ الصنی
 (۲۷) فلسفہ نماز (۲۸) بیشتی اور روزنی
 (۲۹) مسلمان عورت کے فرائض (۳۰) گلدستہ صد احادیث
 (۳۱) اسلام اور ہتھیار (۳۲) مقصد قرآن
 (۳۳) نجات دہین کا پروگرام (۳۴) مرزائیت سے نفرت کے اسباب
 ان رسائل کے علاوہ مندرجہ ذیل کتب بھی شائع ہو چکی ہیں :-
 (۱) غلامہ مشکوٰۃ شریف از مولانا احمد علیؒ (۲) خطبات مجید (۸ جلدیں)
 (۳) مجلس ذکر کے مواظ ۸ جلدیں (۴) مجموعہ تفاسیر
 (۵) ترجمہ قرآن از مولانا احمد علیؒ (۶) قرآن مجید با حاشیہ
 انگریزی رسائل :-

- | | |
|---|--|
| (1) Islam and Ahmadism. | (7) Reform of Muslim Society. |
| (2) Wisdom of the Quran. | (8) Spirit of Islamic Culture. |
| (3) ———Do——— | (9) The Quranic Origin of the Islamic Polity. |
| (4) Quran and Science. | (10) The secret of inviolable of the five Prayers. |
| (5) Quranic conceptions of National solidarity and International Peace. | (11) Islam's solution of the Basic Economic problems |
| (6) Preaching of Islam. | |



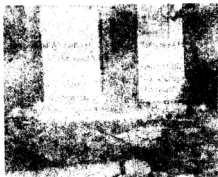
انجمن خدام الدین کا دفتر جس کی بنیاد ۱۹۱۷ء میں رکھی گئی تھی۔



مسجد کی بلوچی منزل حضرت فاکرہ تصنیف تالیف اس میں اسجمل خدام الدین کا دفتر ہے۔



گنجینہ کلاں کے دروازے کا منظر



گنجینہ کلاں کے دروازے کا منظر

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کریں کہ مجھے اسلام کی سچی محبت عطا فرمائے اور
نبی کریمؐ کے فرمان کے مطابق چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔۔۔

مونیامیں لگے کوئی سچا مذہب ہے تو وہ اسلام ہے۔۔۔ اگر کوئی نبی
نیک کا غیر مسلم انسان سکون کی زندگی چاہتا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم کے نقش قدم پر دین و دنیا کی زندگی میں آرام سے گزارے۔۔۔

شریابیکم

از انگلستان

عام قتلیم میں میں صفات کا یہ مختصر ماحیضہ شریعت اور طریقت کا بھر پور
ہے جس کے قوت میں حقیقت و معرفت کے خزانے کھلتے نظر آتے ہیں۔ اور یہ کے علاوہ
چند مستقل عنوانات ہیں۔ جن میں خطبہ محمدؐ مجلس ذکر حکایات الصالحین اور پنچوں کا
صفحہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں:-

۱۔ اداریہ میں شیوہ جوانمردان، حق گوئی اور بے باکی کے تحت سیاست
حاضرہ کا جائزہ دیتے ہوئے ان تمام پہلوؤں کو سامنے لایا جاتا ہے جن کا جاننا
مارا المسلمین کے لیے ازیں ضروری ہے۔

ب۔ خطبہ جمعة کے زیر عنوان حضرتؐ کے وہ فرمودات درج ہوتے ہیں
جو آپؐ ہر جمعہ کو قرآن و حدیث کی تفسیر و تشریح کے طور پر اس فاضلانہ انداز میں
پیش کرتے تھے کہ پڑھنے والوں کو نون مسموس ہو تا کہ جیسے ہر ایک لفظ دل میں
گھر کرنا جا رہا ہے۔

ج۔ مجلس ذکر کے تحت پیر کامل کی سچان بڑ غیب تربیب، تزکیہ نفس اور

جاہلہ کی دورہ و سرزمین پیش کی جاتی ہیں کہ پڑھنے والا محسوس کرتا ہے کہ باطن کی تمام
خباثتیں دھل رہی ہیں۔

د۔ حکایات الصالحین کے تحت روحانی اسلاف کے غیر العقول کا بیان ہے
اس انداز میں پیش کیے جاتے ہیں کہ پڑھنے والوں کے دلوں میں آرزو پیدا ہوتی
ہے کہ انھیں بھی اپنے نیک اسلاف اور بزرگانی دین کے نقوش قدم پر چھنے کی
توفیق عنایت ہو۔

اس کے علاوہ رسالہ کو مشاہیر اہل قلم و اہل فکر کا تعاون حاصل ہے، جو
علم و عرفان کی گہرا نشانی اس انداز سے کرتے ہیں کہ روحانیت کی مڑھائی بڑی کھینچا
سر سبز و شاداب ہو جاتی ہیں۔

آخری صفحہ بصورت اشتہار انجمن خدام الدین کا ایک آئینہ ہے جس میں انجمن
کے دستور العمل، پروگرام اور روئےداد کا ایک اجمالی گرجا مع عکس نظر آتا ہے۔

حضرت کی روحانی تربیت

علوم باطنیہ قرآن حکیم نے کارِ نبوت کو تین حصوں میں تقسیم کرتے ہوئے فرمایا ہے۔
 يَسْأَلُكَ عَلَيْهِمْ خَائِنَةً ۖ وَيُؤَيِّدُكُمْ وَيُغْلِبُكُمْ وَلَوْ كُنْتُمْ اِلَّا رُجُلًا مِّنْ دُونِ
 جو فرماتا ہے ان پر اس کی آیتیں سہرا پاکرنا ہے ان کو اور کھاتا ہے کتابِ حکمت (تیسل القرآن)
 علوم آیات یعنی تلاوت آیات قرآنیہ اور قرآن و سنت کے علوم حاصل کرنا بھی
 دینی دنیا کی ایک منزل ہے لیکن ترکیب باطنِ نجات و علاج کے لیے شرط ہے جب تک یہ
 حاصل نہ ہو اس وقت تک کتاب اللہ کے روز اور اس کی غریباں انسان کی نظر میں نہیں
 آسکتیں۔ آیات قرآنیہ میں ہستیانہ اور حقائقہ بخشیں کر لینے سے نجات نہیں بلکہ نجات
 اس وقت ہے جبکہ علوم ظاہریہ کے ساتھ علوم باطنیہ بھی حاصل کیے جائیں اور انھیں عملی
 زندگی میں جاری و ساری کیا جائے۔

جن علماء کرام نے علوم ظاہریہ کے ساتھ علوم باطنیہ بھی حاصل کیے وہ مطلع علم و عمل
 اور آسمان و ولایت پر کتابِ نصرت الہند ہیں کہ چمکے اور جو صرف علوم ظاہریہ پر قانع ہے سنت
 ان سے وہ فائدہ نہ اٹھا سکی جس کی ضرورت تھی۔ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، خواجہ علی ہجویریؒ
 المعروف داتا گنج بخشؒ، خواجہ معین الدین چشتیؒ، امیرؒ، حضرت امام ربانیؒ، مجدد العہد ثانیؒ، بابا
 فرید گنج شکرؒ، شاہ ولی اللہؒ، اکابر علماء دیوبند، قطب الارشاد گنگوہیؒ، حضرت قاسم العلوم و
 الخیرات نالٹوڑیؒ، حضرت شیخ الحدیث اعظم حضرت نور شاہؒ، یہاں اصغر حسینؒ، حکیم الامت

حضرت تھانویؒ سید العرب والعجم شیخ الاسلام حضرت مولیٰ محمد ادریس رحمہ اللہ میں علوم ظاہریہ بخنے کے علاوہ ذکر الہی سے مشغول و مشغول رہے۔ ان کے کئی حوالے ثناء نے لکھ دیے۔ مسلمانوں کو تعمیر فضائل سے نکال کر شاہراہ ہدایت پر لگایا۔ علوم ظاہریہ میں تمام زندگی گزارنے پر بھی وہ کیفیت حاصل نہیں ہو سکتی جو روحی آگاہ کی ایک نظر سے حاصل ہو سکتی ہے۔ بحمدہ تعالیٰ حضرت امام الادبیار احمدی قدس سرہ العزیز نے علوم باطنیہ میں اس بندہ تیری مقام پر جلوہ افروز تھے جس کی نظیر اس دور میں کم ملتی ہے۔ اس کا اعتراف ان علماء کرام کو بھی ہے جو علوم اسلامیہ میں فاضل بنے جاتے ہیں اور دوسرے اہل دل بزرگان کو بھی ہے۔

(۱) الحاج مولانا محمد اسحق صاحب خطیب ایٹ آباد فرماتے ہیں کہ ۱۹۰۶ء میں حضرت ایٹ آباد تشریف لائے۔ تو اہل ایٹ آباد نے نماز جمعہ عید گاہ میں ادا کرنے کا فیصلہ کیا۔ یہاں قریباً بارہ تیرہ ہزار کا مجمع تھا میں نے حضرت سے درخواست کی کہ آج خطبہ بھی آپ فرمائیں اور نماز بھی آپ ہی پڑھائیں۔ حضرت نے فرمایا کہ میں دونوں کام نہیں کر سکتا۔ آپ خطبہ بھی فرمائیں اور نماز بھی پڑھائیں۔ البتہ میں آپ پر توجہ کر دوں گا۔

خطیب صاحب فرماتے ہیں کہ میں تقریباً چار سال سے خطابت کر رہا ہوں مگر اس دن جتنا اثر خطبہ میں نے پڑھا، اتنا پہلے کبھی نہیں پڑھا تھا۔ اس کا اعتراف اس نماز جمعہ میں شریک ہونے والے نازیروں نے بھی کیا۔

(۲) شیخ محمد شریف صاحب نے ذکر کیا کہ ایک نوجوان کسی عبد الستارؒ سے کہی کہ جاتی ہوا اور اس نے عرض کی کہ حضرت سیدنا کو بہت ہی چاہتا ہے طبیعت قطعاً نہیں رکھتی۔ حضرت نے چند منٹ خاموشی اختیار کی اور توجہ فرمائی۔ پھر پوچھا تو عبد الستارؒ نے فوراً

عرض کی کہ حضرت اب دل میں نفرت پیدا ہو چکی ہے۔

(۳) مولوی عبدالمجید صاحب مرحوم سوہدروی کا بیان ہے کہ قادیانی ایچی ٹیشن کے سلسلے میں دوسرے علماء کی طرح میں اور حضرت بھی مٹان چیل میں الگ الگ کمروں میں تنقید تھے۔ مرفر و زغال فرن صوبے کے وزیر اعلیٰ مقرر مجھے تو انھوں نے حضرت کو لاہور تبدیل کر دیا۔ بعد ازاں افسر اعلیٰ چیل نے مجھ سے پوچھا کہ اس کمرے میں کون بزرگ بیٹھتے تھے۔ میں نے بتایا تو انھوں نے کہا کہ میں چیل میں عالم کو طرح طرح سے تنگ کیا کرتا تھا مگر جب ان کے کمرے میں آتا تو دروازہ میں داخل مجھے ہی میرے آنسو جاری ہو جاتے۔ ایک روز وہ میں نے اسے اتفاق سمجھا لیکن متواتر ایسا کہنے سے میں ان کی رومانت کا قائل ہو گیا اور اس کے بعد آپ کو پریشان کرنے کا خیال تک دل میں نہ لایا۔

(۴) حاجی ظلمت اللہ صاحب حیدر آباد سندھ کا کہنا ہے کہ:

انقلاب ۱۹۴۵ء کا واقعہ ہے۔ میں لاہور میں تھا۔ میں نے حضرت کو اپنے بیٹے کی رسم نکاح پر بلوایا اور حضرت سے حسب معمول کھانے کا پرچھا۔ عام طور پر حضرت انکار کر دیا کرتے تھے۔ مگر اس بار کمال مہربانی سے دعوت منظور فرمائی۔ چنانچہ کھانا پیش کیا گیا۔ قریب ہی ایک تمول نوجوان عزیز نامی کھڑا تھا۔ حضرت نے اُسے فرمایا کہ آؤ میرے ساتھ کھانا کھاؤ۔ نوجوان ہلاکہ، حضرت میں اس قابل کہاں؟ حضرت نے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔ تم بھی مسلمان ہو اور میں بھی بدلتوں ملی کر کھا لیتے ہیں۔ وہ نوجوان کھانے میں شریک ہو گیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اس نوجوان کی بیوی کے علاوہ ایک داشتہ بھی تھی۔ جب وہ گھر گیا تو داشتہ سے کہنے

لگا کر یا تو اسی میرے گھر سے چلی جاؤ یا میرے ساتھ نکاح کر لو۔ داشتہ نے نکاح کرنا منظور کر لیا۔ یہ شخص حضرت کی توجہ کا اثر تھا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ ڈاکٹر مناظر حسین نظر کی دعوت پر ایک مرتبہ ضلع شیخوپورہ تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے رات کو زندہ آدہ لڑکے ہنگی ۵ زندگی بے ہنگی شرمندگی کے عنوان پر تقریر فرمائی۔ دوران تقریر آپ نے لوگوں سے عہد کیا کہ وہ آئندہ ناز باقاعدگی سے ادا کریں گے۔ قیمتیہ بیشتر لوگ ناز تو نانا تہجد تک کے پابند ہو گئے۔ اور اکثر کایہ حال تھا کہ اگر ایک دن تہجد قضا ہو جاتی تو یہ محسوس کرتے کہ جیسے حضرت رحمۃ اللہ علیہ وعدہ یا دہلا رہے ہیں اور وہ فوراً ایضاً کے عہد پر مستند ہو جاتے۔

آزائے بازار لاہور چھاؤنی حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ تشریف لائے معلوم ہوتا تھا۔ دُنیا استقبال کے لیے ٹوٹ پڑی ہے۔ کافی لوگوں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے استقبال کیا۔ ڈاکٹر مناظر حسین نظر کے مکان پر عوام کے ایک گروہ کثیر نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی۔ چنانچہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مرتبہ تشریف آوری سے علاقہ پر پیر اثر ہوا، کہ مسجدوں میں نمازیوں کے لیے جگہ تنگ ہو گئی۔ بیشتر لوگ یاد الہی میں شاغل ہو گئے، اکثر لوگ جو دنیا کے بے حد شائق تھے سینہ کے نام تک سے متغیر ہو گئے اور بڑائیوں سے پہلے ہی دل تائب ہو گئے۔ یہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی لپک گھاؤ توجہ کا اثر تھا۔

اسی طرح بیشتر مقامات ایسے ہیں کہ جہاں حضرت رحمۃ اللہ علیہ صرف ایک مرتبہ تشریف لے گئے لیکن ہزاروں اشخاص ان کے قدمِ محبت لازم کی برکت سے یاد الہی اور عبادت میں ہر حق مشغول ہو گئے۔ اس سلسلے میں ملائکہ، ڈیرہ اسماعیل خاں، وزیرستان اور خیبر پختونخوا کے بہت سے واقعات بوجہ طوالت تحریر میں نہیں لائے گئے۔

اس سے ظاہر تھا کہ علوم ظاہریہ کے ساتھ علوم باطنیہ کا ہر نامی عنایت فرمادی ہے۔
حضرت قدس سرہ العزیز نے علوم ظاہریہ کے ساتھ ساتھ تزکیہ باطنی اور علوم روحانی حاصل
کرنے پر بھی پوری توجہ رکھی۔ آپ کی عمر صرف نو سال کی تھی کہ حضرت دین پوریؒ نے بالکمال
آپ کو مغلزادہ میں لے لیا۔ حضرت فرماتے ہیں :-

”میری عمر تقریباً نو سال کی تھی جب میں نے حضرت دین پوریؒ کے ہاتھ
پر بیعت کی۔ آپ میری بیعت کے بعد چالیس سال تک زندہ رہے اور
۱۱۰ سال کی عمر میں وصال پایا۔ حضرت امرولیؒ بھی میری تربیت فرماتے
ہے۔ وہ نول نے مجھے اللہ کا نام بتلایا اور دوسروں کو اللہ کا نام بتلانے
کی اجازت مرحمت فرمائی۔ مگر جب تک چھ حضرات زندہ رہے تو انھیں میرے
پاس بیعت کے لیے آنا، اگر اس میں استطاعت ہوتی تو میں اس کو ان کے
پاس بھیج دیتا۔“

آخر حضرت کو ۱۹۳۶ء میں حضرت مولانا تاج محمد امرولیؒ نے حکم فرمایا :-
”اس معاملہ میں! تم خلق خدا کو بیعت کے لیے دھوکا دینا کا سفر طے کرنے کی
تجلیف دیا کرو۔ آئندہ خود ہر دین میں بیعت کر لیا کرو۔“
چنانچہ حضرت نے اس کے بعد بیعت لینا شروع کر دیا۔

حضرت اپنے مریدوں سے مندرجہ ذیل الفاظ میں بیعت لیتے تھے اور
طریقہ بیعت آپ نے اپنے مقلد و ہماز کو بھی یہی ہدایت فرمائی تھی :-

”تو بہ کی میں نے شرک سے کفر سے، تیرے کفر سے، اے اللہ! میں
تیرے دروازے پر آیا ہوں تو مجھے اپنا شوق نصیب فرما، اپنا نام نصیب فرما۔“

مجھ سے وہ کام کرا جس میں تو راضی ہو۔

میں آپ سے بیعت کرتا ہوں اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ کا اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کا جو حکم آپ بتائیں گے اُس پر صدق دل سے عمل کروں گا
اور اس بات پر میں اللہ تعالیٰ کو گواہ کرتا ہوں؟

اس کے بعد آپ بیعت کنندہ (مردوں) کا ہاتھ اپنے دونوں
ہاتھوں میں لے لیتے اور طیفہ قلبی پر اللہ کے نام کی تلقین
فرماتے۔ پھر مندرجہ ذیل بارہ روحانی سلسلہ راشدہ کا درجہ کی تکمیل کرواتے۔ ان لطائف کی
ترتیب یوں ہے:-

- | | | | |
|--|----------------------------|----------------|---------------|
| (۱) ذکر قلبی | (۲) ذکر بُدوی | (۳) ذکرِ ستری | (۴) ذکرِ نفسی |
| (۵) ذکرِ شفقی | (۶) ذکرِ اخفی | (۷) پاسِ انفاس | (۸) ذکرِ ارہ |
| (۹) ذکرِ سبع صفات (۱۰) سلطان الاذکار (۱۱) نفی اثبات (۱۲) مراقبہ صفات سبع | (۱۳) مراقبہ اسم ذات نورانی | | |

آپ اپنے غلطائے مجاز کو بھی اسی بات کی دہایت کرتے کہ پہلے ذکرِ قلبی کی تلقین
کی جائے۔ جب طیفہ قلبی بیدار ہو جائے تو اگلے سبق دیا جائے۔ بیداری کی علامت یہ ہے کہ جب
ساک کے قلب کی طرف توجہ کی جائے تو اس کا قلب ذکرِ الہی سے متوجہ نظر آئے۔ اس طرح
جب طیفہ قلبی یک جا جائے تو بیعت کنندہ کو طیفہ روحی کی تلقین کی جائے۔ جب یہ بھی توجہ
کرنے سے بیدار نظر آئے تو اُسے ستری کی تلقین کی جائے جو چھاتی کے درمیان ہے۔ جب
یہ تینوں طیفے توجہ سے متحرک نظر آئیں تو چوتھے طیفے نفسی کی تلقین کی جائے۔

کچھ مدت کے بعد جب چاروں طیفے توجہ کرنے سے متحرک نظر آئیں تو پانچویں طیفے

”غلی کی تھیں کی جانے جب یہ بھی توہم کرنے سے متحرک نظر آئے تو چٹھے لطیفہ اخفیٰ کی تھیں کی جانے
اس کے بعد جب چھ کے چھ متحرک ہو جائیں تو ”پاس اناس کی تھیں کی جانے۔ علی ذہ انقیاس
تمام اشغال پاس انداز میں تھیں کیجے جائیں۔ جتنی کو ذکر الہی طبیعت ثانیہ کی جانے اور مالک درجہ
تکمیل کو پہنچے۔“

”تکمیل کے بعد توجہ دینا۔ کشف قبور کشف قلوب اور اسی قسم کی دوسری چیزیں تباہ کر
جسے اہل تصور فرماتے اُسے ہا زقرار دے دیتے۔ حضرت کی خواہش یہ ہوتی کہ کسی عالم باعمل کو
یہ خلافت دی جائے۔ لیکن کچھ لوگ اس حکم سے مستثنیٰ بھی ہیں۔“

حضرت شروع شروع میں غزیری قرار دے دیا کرتے تھے جس کا مضمون یہ ہے۔
اقرار نامہ

”مکملہ اولہ پیشہ مجدد

کا ہوں۔ اقرار کرتا ہوں کہ میں نے جس شخص کے لیے حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ اعلیٰ
کے دستِ حق پرست پر بیعت کی ہے، اس کو لپکا کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کروں گا۔“

”میں یہ بھی قرار کرتا ہوں کہ میں جس شخص کی حیات میں کسبِ معاش کے لیے تنگ دو

کرتا ہوں وہاں اپنے قول و فعل اور معاملات سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کروں گا کہ میری
زندگی کتابِ مکتبہ کے مطابق ہو اور دوسروں کے لیے نودہ بن سکے۔ غلط و نہیان سے بچنے
کے لیے میں اس اقرار نامہ کو ہر وقت اپنے سامنے رکھوں گا۔ وما توفیق الا باللہ
العلی العظیم۔“

ناخواندہ حضرات اس کو پڑھو اگر ذہنی نشیں کریں۔ دستخط یا نشان لگو مٹھا

عورتوں کی بیعت انسانی آبادی میں تقریباً آدھا حصہ عورتوں کا ہے۔ قرآن حکیم ان کی اصلاح کا بھی پروگرام رکھتا ہے۔ مستقل حضرات سے ان کے لیے احکام موجود ہیں۔ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی درخواست پر ان کے لیے صحیحہ منحل و حفظ بھی منعقد فرمائی ہے۔ قرآن حکیم میں عورتوں کی بیعت تک کا ذکر موجود ہے۔ سورۃ الممتز، آیت ۱۱

”اِذَا حُجِرَ عَلَيْكَ الْغَوْصِغْتُ فَبِئْسَ الْبَيْعُ.....“

یہ بیعت مسلمان عورتوں سے بیعت طریقت تھی جس پر کہ لفظ الغوصات دالان کر رہا ہے۔ وہ عورتیں دولت ایمان سے پہلے ہی مشرف تھیں حضرتؐ کے ارشاد ہی عزیمت بھی عورتوں کی بیعت کر لیا کرتے تھے جیسا کہ حضرتؐ نے ارشاد فرمایا:-

”میرے دامپیر کے پاس کچھ عورتیں بیعت کے لیے حاضر ہوئیں۔ ان میں ایک لڑکی بھی تھی جو عجمہ بنی زہری تھی۔ حضرتؐ دامپیر نے فرمایا: بیٹی اتنا جسو جتنا رو بھی سکو: ”آپ کا یہ فرمان تھا کہ اُس کی حالت بدل گئی اور اس نے روحا شروع کر دیا۔ کہتے ہیں کہ پھر وہ ساری عمر روتی رہی:-

عورتوں کی بیعت کرتے وقت اہل بیتؑ میں اہل بیتؑ نہ لیا جائے بلکہ صرف زبانی بیعت کی جائے۔ امام ادریسؑ میں سید الانبیاء کے اسی طریق کار کا ذکر ہے۔

عن عائشۃؓ قالت ما من رسول الله صلى الله عليه وسلم بريد امرأة قط الا ان ياخذ عليها خاذ اخذ عليها قال اذ هي تنقد بايضا۔
والله الشيطان والله واؤد۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی

حالت کے ساتھ کبھی نہیں بچھڑا۔ البتہ صرف زبانی بیعت لے لیتے تھے جب زبانی عہد لینے پر وہ عہد لے دیتی تو فرماتے کہ جاؤ میں نے تم کو بیعت کر لیا۔ روایت کیا اس کو بخاری و مسلم ابو داؤد نے۔

اس سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کو بیعت فرمایا لیکن ان کا ساتھ اپنے ساتھ میں کبھی نہیں لیا۔ اس سے ہمیشہ مجتب رہے۔

(۱) ”حضرت ایمیہ بنت رقیہ فرماتی ہیں کہ میں بیعت کے لیے حاضر خدمت ہوئی۔ مگر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں عورتوں کے ساتھ مصافحہ کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔“

(۲) حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اپنے والد ماجد کے ساتھ حاضر خدمت ہوئی تاکہ بیعت کروں۔ آپ نے مردوں اور عورتوں دونوں کو بیعت فرمایا مگر عورتوں سے مصافحہ نہیں کیا۔ (الحواسر المنبغہ جلد اول ص ۳۱۶)

بعض نادانانہ اور بے احتیاطی پر عورتوں سے دست بستہ بیعت لیتے ہیں۔ یہ عمل بالکل ناجائز ہے۔ ایسی صورت کے جن کو ساتھ لگانا گناہ ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود احتیاط فرمائی تو کسی پر کو باپ یا فرشتہ سمجھ کر ایسی غیر شرعی رسم کی اجازت کیونکر دی جاسکتی ہے۔

حقیقت بیعت کی محض مبادیہ ہے۔ سہ زبانی کافی ہے۔ بشانخ تاخیری نے تقویت اتصالی اللہ تسکین قلب کے لیے کپڑے کا ایک گوشہ خود پکڑا اور دوسرا گوشہ مہر پراد کو دینا سکھایا کر لیا ہے۔ اس کا اضافہ سنیں۔ لیکن چونکہ ساتھ میں ساتھ بیعت کی ایک سنون بیعت ہے اور مرد کے لیے اس میں کوئی لہذا نہیں لہذا معنی اور وحدت کا جمع کر لینا اولیٰ ہے لیکن عورتوں

کو بیت کرتے وقت ہار دہونا چاہیے۔

حضرت سے کتنی ہی عورتیں بیت جوئیں اور زندگی بھر اتباع سنت میں سرگرم مل رہی۔ ان کی قبریں بھی مسجد و تعالیٰ آباد اور خوش حال ہیں حضرت نے خود فرمایا کہ مجھ سے بیت نہ بننے والی عورتوں کی قبریں جنت کا نمونہ ہیں۔

حضرت کی عملی تربیت اور مجلس ذکر مستند لوگوں سے بیعت لینے کے بعد حضرت نے درر قاسم العلوم کے زیرِ حضانہ میں مجلس ذکر شروع کر دی اور ربِ دل کی عملی طور پر تربیت فرماتے گئے۔ آپ نے حکم دے رکھا تھا کہ ہر مہینہ درر پورٹ لکھ کر لایا کرے کہ اس نے اس نئے کسی قد و طاعت خداوندی کی ہے۔ پھر اس رپورٹ پر حضرت اپنی رائے ثبت فرماتے تھے۔ ذیل میں حضرت کی رائے کا نمونہ درج ہے جو آپ نے الحاج منشی نور احمد صاحب انبار کابل کی کاپی پر تحریر فرمائی تھی یہ کاپی انھوں نے ۱۹۳۶ء کو حضرت کی خدمت میں پیش کی تھی منشی صاحب نے لکھا تھا:-

”سب نمازیں باجماعت ادا ہوئیں۔ ماشاء اللہ آپ کی صحبت کی وجہ سے جب تک نماز باجماعت ادا نہ کروں ملطف نہیں آتا۔ اگر بعض اوقات اس مسجد میں جس میں ہم نماز پڑھتے ہیں جماعت ہو جاتی ہے تو دوسری مسجد میں جا کر نماز ادا کی جاتی ہے۔ یہ بعض فضل ربی ہے۔

گھر میں جہاں تک ہو سکتا ہے خود دو کلاں کو نماز کی تاکید کی جاتی ہے۔ اگر کوئی بالغ بچہ نماز ادا نہ کرے تو اسے سزا ملے جیسے سے منع نہیں کیا جاتا۔ ویسے کوئی بچہ ایسا نہیں جو نماز پڑھنا ہو مالہ نے بھی سب نمازیں

ادا کی ہیں۔ وغیرہ بھی کیا جاتا ہے۔

حضرت کا اس پر پورٹ پر ارشاد۔

”اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائے۔ قاعدہ یہ ہے کہ جو سو بیاروں کے لیے زیادہ مؤثر ہو، اور اس سے شفا ہوتی نظر آئے، اس کا التزام کیا جائے۔ بنیاداً تو تمنا خواہ کام کا کچھ خرچ بھی ہو میرے ہاں میں صبح و شام آمیں اور غنائ کے بعد ذکر الہی میں شامل ہوا کریں۔ اور جب تشریف لائیں تو میرے ساتھ ذکر قلبی میں شامل ہوا کریں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت شامل حال ہوگی۔“

حضرت تربیتِ اُردمانی کے معتم ہونے کی حیثیت میں بھی متاثر شخصیت تھے۔ حضرت اکثر فرمایا کرتے۔

”میں نے بفضلِ ایزدی سندھ بڑی نعمتیں حاصل کی ہیں۔ ان میں سے ایک دل کی بصیرت ہے۔ بیلاد مونس ہے کہ چار سال کا خرچ یہی پہنچا کر دے کر میرے پاس آجاؤ۔ مسجد کائن والی میں نیم کے پیر کے نیچے ٹھکانا گا۔ اور صرف وہ چیزیں کھانے کو دوں گا۔ جو مکمل ہوں گی۔ حرام کھانے سے یہ نور حاصل نہیں ہوتا۔ میں نے خود چار سال صرف کیے ہیں لیکن تم کو چار سال میں یہ سکھا سکتا ہوں۔“

حضرت بطور شیخ طریقت سلوک علی مناج العزت کے شریخ کا اصل مستند اصلاحِ عالم ہوا کرتا ہے۔ اگر وہ کسی درس گاہ میں بیٹھے کرتا تو اللہ تعالیٰ بالرسول کا درس دینا تو ان کا مقصد حقیقی مخلوقات کی اصلاح اور ان کا

تعلق اپنے خانی سے ہو جاتا ہے اور اگر وہ کسی منبر پر بیٹھ کر خط و نصیحت فرمائیں تب بھی ان کا مشا وگوں کو خدا کی نافرمانی سے نکال کر اطاعت کی طرف لانا ہوتا ہے اور اگر میلان کا رذیل میں تیغ بکت ہوں تو وہاں بھی جی قصود ہوتا ہے۔ یہی پاک بزرگ بھائے درس گاہ یا منبر کے خاتما میں جگہ کشی کریں تو پھر بھی ان کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ :-

”مخلوق خالق سے باغی نہ ہو بلکہ عظمت سے نکل کر نور کے جلو میں آجائے“

اس لیے اہل اللہ کے سوانح کے تمام ابواب اسی مرکز کے گرد گھومتے ہیں۔ جیسے کہ حکیم الامت تھانویؒ نے فرمایا ہے :-

”جاننا چاہیے کہ اولیاء اللہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ جن کے متعلق خدمت اور شاد و ہدایت و اصلاح و تربیت نفوس و تعلیم طرق و قرب قبول خدا ہے۔ اور یہ حضرات اہل ارشاد کہلاتے ہیں۔ اور ان میں سے اپنے عصر میں جو اکمل و افضل ہو اور اس کا فیض اتم و اعم ہر اس کو قطب الارشاد کہتے ہیں اور یہ نائب حقیقی ہوتے ہیں۔

دوسرے وہ ہیں جن کے متعلق خدمت اصلاح معاش و انتظام امور دنیویہ و دفع قبیات ہے کہ اپنی تہمت باطنی سے باطن الہی ان امور کی مدد سے کرتے ہیں اور یہ حضرات اہل کرم کہلاتے ہیں۔ ان میں سے جو اعلیٰ و اقویٰ اور دوسروں پر حاکم ہوتا ہے۔ اس کو قطب الکرم کہتے ہیں“ (الکشف ص ۹۷)

قطب الارشاد و الکرم حضرت کے حالات جاننے والوں سے مخفی نہیں کہ حضرت نے ہر دو میں اصلاح قلب کی طرف توجہ فرمائی آپ جس حیثیت میں بھی ہے مقصد یہی رہا کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے ملائیں۔ آپ کے دست حق پرست پر جتنے لوگوں نے بیعت کی جس قسم کی صحیح اور سچی توبہ کی اور جس طرح اتباع سنت

اور حمیدہؓ توحید سے مشرف ہوئے اس کی نظیر حضرتؓ کے زمانہ میں نہیں ملتی۔ اس لیے اگر یہ کہا جائے کہ حضرتؓ قلب الارشاد و اشکور ہیں۔ تھے تو یہ بات محض خوش عقیدگی نہیں بلکہ سنی برحقیت ہے۔

حضرتؓ نے اپنے ہر دو مشائخ حضرت دین پوریؒ اور حضرت امر دہلیؒ کے سال کے بعد شیخ طریقت کی حیثیت سے خلق اللہ کی خدمت کی۔ آپ قادر ہر طریق میں ہماز تھے جیسکے شجرہٴ شمس کے واضح ہے اور اسی طریقہ پر سمیت دیا کرتے تھے۔ حضرتؓ نے اپنے شیخ کی خدمت میں بھی کبھی کچھ پیش نہ کیا۔ یہ اتفق محض لوجہ اللہ تھا۔ اسی طرح حضرتؓ کے سمیت پہنچنے میں بھی شکیت اور غلوں تھا۔ دنیا داری یا دنیاوی نسبت کا کوئی تعلق نہ تھا۔ حضرتؓ کے مقربین جانتے ہیں کہ در دولت پر جو پہلے آیا، اُسے ہی پہلے شرف بخشا گیا۔ جو بعد میں آیا، اپنی باری پر حاضر ہو سکا۔ کوئی واقعہ تفاوت کر لے اس مرد حق الگاہ کے ہاں اس کا کوئی لحاظ نہ تھا۔ یہ تعلق اس حد تک لوجہ اللہ تھا کہ کسی مُرد کا پتہ تک نہ پوچھا کرتے تھے اور نہ لکھا کرتے تھے۔

ایک بار گجرات کا ایک شخص حضرتؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بعد از نماز بعد اُس نے سمیت کی درخواست کی جس کو حضرتؓ نے منظور فرمایا۔ اور اُسے سمیت کر لیا۔ اس شخص نے درخواست کی کہ حضرت میرا پتہ لکھ دیجئے۔ حضرتؓ نے جواب میں فرمایا: میرے ہاں کسی کا پتہ نہیں لکھا جاتا۔

یہی وجہ ہے کہ حضرتؓ کے مریدوں کی صحیح تعداد کا پتہ نہیں ہو سکتا۔ آپ نے بطور شیخ طریقت جو تقسیم دی اُس پر عمل کرنے سے ذمہ داری انسانوں کی اخلاقی اصلاح ہوتی ہے بلکہ دُنیا میں پائدار اور ابدی اس بھی قائم ہو سکتا ہے۔

شجرۂ خاندان عالیہ قادریہ دہلویہ

الحمد لله الذي هدانا لهذا
محمد بن أحمد

[illegible]

التي سبقت حضرت سيدنا محمد ورحمة الله عليه

التي سحرت حضرت سيد علي رحمة الله عليه

الہی بھرت حضرت سید شاہ میر رحمتہ اللہ علیہ

الشیخ محمد بن عبد الوہاب بن علی بن عبد الوہاب

نبی سحررت حضرت سید محمد غوث گیلانی انجمنی علی اُسی رحمتہ اللہ علیہ

ابن حجر مت حضرت سید عبدالقادر ثانی رحمۃ اللہ علیہ

التي بحرمات حضرت سيد عبد الرزاق رحمه الله عليه

انہی بکرمات حضرت سید حامد کنج بخش کلال رحمۃ اللہ علیہ

التي سحرت حضرت عبد القادر الثالث رحمه الله عليه

انہی سبکدوش حضرت سید عبدالقادر رابع رحمۃ اللہ علیہ

انہی سبب سے حضرت سید عالم کبھی بخشش ثنائی رحمتہ اللہ علیہ

الہی بکھرت محضرت میدکس الدین ثانی رحمۃ اللہ علیہ

پیشانی حضرت سید محمد صالح رحمۃ اللہ علیہ

اسی بھرت حضرت سید عبدالقادر جیلانی خامس رحمة اللہ علیہ

التي سبقت حضرت سيد محمد باقر عليه السلام

الحی جبریت حضرت سید محمد اندر رتہ اللہ علیہ

اسی عبارت حضرت شاہ سن رکن الدین علیہ السلام نے فرمائی ہے:

ی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

میں نے

میرزا

الحمد لله

عليه السلام

28/

عشر

ایک شے

١٦٨

ایضاً

تاریخ

6/11

۱۰۰

6/1

کے

برای



سورة الف

میرزا محمد علی

فرمانی یونیورسٹی

طرح کلی

Figure 1

انجی مجرت حضرت جو تقدیر انجی مجرت حضرت
 انجی مجرت حضرت مرشدنا مولانا قدس مترو

النبی بحیرت حضرت مرشد ناموالا (احمد علی) قدس سرہ

۱۳۸۴

حضرت کے خلفاء

حضرت نے اپنے زمانہ حیات میں ہی اپنے خلفاء مقرر فرما دیے تھے اور ان کو تاکید فرمادیا تھا کہ اس سلسلہ کو لوہہ لادنا قائم رکھا جائے۔ اس خدمت میں میں اقلیت اور غلوس کو ہمیشہ پیش نظر رکھا جائے۔ ذیل میں حضرت کے خلفاء کے اساتذہ گرامی درج کیے جاتے ہیں۔

- (۱) مولانا الحاج حافظ محمد صیب اللہ صاحب خلیفہ اکبر مدنیہ منورہ
- (۲) مولانا الحاج عبداللہادی جانشین سلطان العارفین حضرت امین پوری، غامپور
- (۳) مولانا الحاج ابو الحسن علی ندوی مستم دارالعلوم مدنیہ العلماء
- (۴) مولانا الحاج عبدالعزیز صاحب مسجد نور بخشگری
- (۵) مولانا الحاج بشیر احمد صاحب جامع مسجد سپرور، سیالکوٹ
- (۶) جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبد اللہ اللہ صاحب، لاہور
- (۷) مولانا الحاج حمید اللہ صاحب مہر (۸) حضرت مولانا محمد شعیب صاحب میاں علی شہزادہ
- (۹) مولانا قاضی بدیع الدین صاحب جامعہ مدنیہ کیلنڈر (۱۰) مولانا عرض محمد صاحب کوئٹہ
- (۱۱) مولانا سیال شاہ بخاری، چوکیز، سرگودھا (۱۲) مولوی محمد ارون صاحب قمر بھائی، سکھر
- (۱۳) مولانا گل محمد صاحب، ایران (۱۴) مولانا محمد حسن صاحب، غانیوال
- (۱۵) مولانا قاضی عبداللطیف صاحب، جہلم (۱۶) مولانا غلام رسول صاحب، بیڑ، ننکانہ
- (۱۷) قاری بدیع الدین صاحب، کستانی، ملال، کراچی (۱۸) مولوی محمد علی صاحب، ٹنڈو، کوٹ، سرگودھا
- (۱۹) مولوی عبدالحمید صاحب، رحیم یار خان (۲۰) مولوی احمد شاہ صاحب، یوپی، سندھ
- (۲۱) حاجی میر محمد صاحب، چنگل (۲۲) حضرت الحاج رفیق الحق صاحب، شہزادہ
- (۲۳) مولانا غلام قادر صاحب، میان (۲۴) مولوی محمد حسن صاحب، سندھ

حضرت کی عمومی تعلیمات

آپ کی ابتدائی اور عمومی تعلیمات کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

آپ ہر بیعت ہونے والے سے تین باتوں کا اقرار لیتے تھے۔

(۱) روزانہ کم از کم ایک ہزار بار ذکر اسم ذات اللہ جل جلالہ کروں گا۔

(۲) نماز چھگانہ کی پابندی کروں گا۔

(۳) کسی کو دیکھ نہ دوں گا۔

یہ تعلیمات بظاہر سادہ اور معمولی نظر آتی ہیں مگر سارے تقصوت کا پنجرہ اور اصلاح انسانی کا مکمل نسخہ ہیں۔ حضرت ذکر کی تلقین کرتے وقت یہ ارشاد فرماتے کہ ذکر کے وقت یہ خیال ہے کہ نہ زمین ہے نہ آسمان نہ جہنم ہے نہ انسان مقصد یہ تھا کہ تقصوت اور سلوک کے اعلیٰ مقام احسان کا پورہ پورا احساس اور شعور پیدا ہو۔

پہلی تعلیم۔ ذکر اسم ذات

انبیاء عظیم اسلام کا کام یہ ہے کہ وہ عبادت خداوندی سے بندوں کو مشرف کر لیں اس عبادت کی پہلی کڑی ذکر کو اللہ ہے۔ قرآن کریم نے متعدد مقامات پر مختلف تعبیرات کے ساتھ اس کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا۔

وَادْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ (المحمد: ۱۰)

اور یاد کرو اللہ کو بہت تاکہ تم فلاح پاؤ۔ (تسبیح القرآن)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ۝ (الاحزاب: ۴۱)

اے ایمان والو! یاد کرو اللہ کو یاد کرنا بہت (تسبیح القرآن)

ذکر الہی کی تفسیر اور اس کی تشریح بھی فرمادی :-

وَاذْكُرْ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ۝ (الزمر: ۸)
اور یاد رکھئے نام اپنے رب کا اور تک جائے اس کی طرف سے ایک ہر کہ تسیل (قرآن)
اہم رب (اللہ) کا یہ ذکر سانی کہا جاسکتا ہے۔

وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ ۝ (اعراف: ۲۰۵)
اور یاد کرتے بیٹھے اپنے رب کو اپنے ہی میں تسیل (قرآن)

یہ ارشاد ذکر نفسی پر دلالت کرتا ہے۔ اسی ذکر سانی کے اثرات کو قرآن کریم
نے بیان کرتے ہوئے فرمایا :-

ثُمَّ تَلِيَنَّ حُلُودَهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِنِّي ذِكْرِي اللَّهُ (الزمر: ۲۳)
ترجمہ: پھر نرم ہو جاتی ہیں ان کی کھالیں اور ان کے دل ذکر الہی کی طرف
(تسیل (قرآن))

دن کے چڑوں اور راتوں کا اللہ کے ذکر کے لیے نرم ہو کر اہل ہو جانا ذکر نفسی
اور سلطان الازکار کہلاتا ہے جیسے نظام الدین اویار محبوب الہی کے مرید میر خضر کے الفاظ
میں یوں ادا کیا جاسکتا ہے۔ ع

ہر رنگ میں تار گشتہ حاجت زنا رفیت

ظاہر ہے کہ وہ زمانہ کم از کم ایک ہزار بار اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا اس غفلت کا شکار نہیں ہو
سکتا جس کا شکار بارہ الہی سے غافل لوگ جتے ہیں۔ بالفاظ قرآن کریم قلوب قاسیہ
عناپ خواہندی کے مستحق ہو جاتے ہیں۔ فرمایا :-

قَوْلٌ لِّلْعَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ قَوْلٌ لِّذِكْرِ اللَّهِ (الزمر: ۲۲) ترجمہ: بد پس

افسوس ہے سخت دل والوں پر مذکر الہی کی طرف سے۔

حضرتؒ نے تعلیمات قرآنی کی روشنی میں ذکر الہی کے لیے یہ آسانی فرمادی کہ سالک جو میں گنہگاروں میں یہ تعداد پوری کر لے۔ خواہ وہ فقیر میں ہو یا دکان پر، بازار میں ہو یا کھیت میں اور پھر یہ بھی آسانی فرمادی کہ با وضو ہو یا بے وضو، مذکر اسم ذات کر سکتا ہے۔ چھوٹا گھنٹے نیند کے نکال دینے کے بعد سالک بر سنٹ میں اپنے خالق کا نام اگر ایک بار بھی لے کر وہ اس تعداد کو آسانی سے پورا کر سکتا ہے اور یہی بھی آسانی ہے کہ لگانا کچھ پیش نکال کر یہ تعداد پوری کر لے۔

دوسری تعلیم۔ نماز پنجگانہ

در اصل نماز کا جو سب سے بڑا فائدہ قرآن کریم نے بتایا ہے وہ بھی ذکر اللہ کا دوام ہے۔ ارشاد فرمایا۔

أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي (طہ: ۱۴)

قائم کرنا دوسرے ذکر کے لیے

قرآنی تعلیم کی روشنی میں یہ کتنا بالکل درست ہے کہ نماز بندے کو جس شریعت سے سب سے جتنی ملتی ہے۔ دوسری عبادات میں یہ کیفیت نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ مذکر الہی جس کثرت سے نمازیں کیا جاتا ہے۔ اتنی کثرت سے دوسری عبادات میں نہیں ہوتا۔ اگر نماز میں تلاوت، تسبیحات اور رکوع و سجود کے بغیر صرف اللہ اکبر پر ہی غور کیا جائے تو صرف ایک رکعت میں چھ مرتبہ اس کا ورد کیا جاتا ہے۔

نماز جس طرح طہارت ظاہری سے مشرف کرتی ہے، اسی طرح طہارت باطنی سے بھی

منور کرتی ہے۔ ایک نازی کا چہرہ پاک و صاف نظر آتا ہے۔ اُس کا دل بھی کسی نہ کسی مرتبے پر جا کر پاک و صاف اور کُنا ہوں کے متغیر ہو جاتا ہے۔ یہ سب ذکر کی برکات ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ (المکثبات: ۴۵)
 بے شک نماز روکتی ہے بے حیائی اور بُرے کام سے (تسبیح القرآن)

اور یہ اثر اس لیے پیدا ہوا کہ :-

وَكَيْفَ تَحْكُمُ لِلّٰهِ أَكْثَرًا

یعنی بات ہے کہ اللہ کا ذکر سب بڑی عبادت ہے۔

تعلیمات حضرت قدس سرہ العزیز میں ذکر اللہ اصل الاصل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کی تربیت اور اس پر عبادت کے لیے ناز کا پابند ہونا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ ذکر سے جو نتائج مرتب ہوں گے ان میں سب سے بڑا فائدہ یہ ہو گا کہ نازی ایک ذلیک وقت غم و غم کے کام سے بچ جائے گا۔

تیسری تعلیم اصلاح نفس

تیسری تعلیم یا پہلی منزل کے تیسرے درس یعنی اصلاح نفس کے لیے حضرت نے ارشاد فرمایا کہ کسی کو دکھ نہ دینا :-

بنکار یہ سادہ و سادہ ہے مگر غور کرنے سے معلوم ہو گا کہ اصلاح عالم اور فسادات کے غارت کے لیے اس سے ستر اہد کوئی درس نہیں ہو سکتا۔ یہ پہلی منزل کا تیسرا درجہ ہے۔ جو دراصل آثار و اثرات سے ہے۔ انسان زبان سے ذکر الہی کرتے کرتے زبان کا پابند ہوا اور نازی میں اسی ذکر کا اعادہ ہوا

جس سے غمزدگی رہیں کھلیں اور نازی بار بار عکلت و کبریا کی کاواہد ملک اسی ذلت پاک کو ماننے کا قہر کرنے لگا جو نہ صرف اس نازی کا مہم جو ہے بلکہ تمام کائنات کا رب ہے۔

ناز کی ابتداء دَبِّ الْعِظَمٰتِ سے ہوئی اور نازی جب رکوع میں پہنچی تو اس نے عملی طور پر اپنی ذلت اور خدائے قدوس کی عظمت کا اعتراف کیا اور زبان سے تقدس وسیع کا اقرار کرتے ہوئے سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ کہا۔ اب اس جذبہ عبادت نے اس کو اس قدر سرشار کیا کہ وہ فوراً اپنی ذلت کے آخری مرحلے پر پہنچ کر مسجود ہو گیا۔ اُس نے زبان سے سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰی کا اعتراف کیا اور مَلُؤْا بِاَذْنَارِ مِثْنَانِ زمین پر رکھ دی۔

ناز میں نازی کی قوی اور عملی حالت اس بات کی ظہر ہوتی ہے کہ نازی دَبِّ الْعِظَمٰتِ کا پرستار اور اسی کا بندہ ہے۔ اب اس کی زندگی میں جو نمایاں اور نازاثر پیدا ہوا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ مخلوق الہی کو نہ صرف دکھائیے بلکہ بکراؤن کے لیے وہ کام کرے جس سے ان کو فائدہ ہو۔ اسی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جو نازی عظمت خداوند قدوس کے سرا کسی اور مقصد کے لیے ناز پڑھتے ہیں وہ بیکار ہیں۔ اسے شارع اسلام مَلِكُ الْمَدِينِ و سَلَم نے اَللّٰهُمَّ اَلْاَضْعُوْا قُرْاٰیہ ہے۔ ارشاد خداوندی ہے :-

اَرَدْتُمْ اَلَّذِيْ فِيْ يٰكُنُوْا بِالْقِيَمَةِ ۚ فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَبْدَعُ الْبَيْتِ
وَلَا يَحْضُرُ عَلَى طَعَامِ الْبَشَرِ ۚ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ۚ
هُمُومٌ صَلَّوْا يَهْمُوْنَ ۚ اَلَّذِيْنَ هُمْ مُرَاوِدُوْنَ ۚ وَيَسْتَعُوْنَ
الْمَعٰفُوْنَ ۚ (الماعون: ۳)

ترجمہ: کیا آپ نے دیکھا اس کو جو ٹھٹھاتا ہے جزا کو نہیں دیتا ہے جو شاکہ ہے
تیم کو اور نہیں درغیب دیتا کھا کھانے کی سکیں کو۔ پس ہمت ہے

ان نازیہوں کے لیے جو اپنی ناز سے لافل ہیں۔ جو دکھاوا کرتے ہیں
اور روکتے ہیں بہتے والی چیز تک۔

(تسلی القرآن)

سورۃ المؤمنین میں نازی کی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ نازی کا پابند ہونے
پر نازی کے دل میں حقیقت توحید اس قدر اسخ ہر جاتی ہے کہ وہ فی صَلَوتِہِمْ
تَحَابُّتُہُمْ کا مصداق بن جاتا ہے۔ اس میں خلق خدا دلی سے حسن سلوک کی صفت
پیدا ہر جاتی ہے۔ وہ خلق خدا کو دکھینے سے بچتا ہے۔ کالی گلوچ، بغیرت، خمد، نخل
کوٹا، اور قتل کو حرمِ عظیم سمجھتا ہے۔

حضرت کی ساری تعلیمات کا خلاصہ دراصل اسلامی
تعلیمات اسلامی کا پنچوڑ تعلیمات کا پنچوڑ ہے۔ اس لیے کہ دین اسلام دو
چیزوں سے عبارت ہے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد۔ حقوق اللہ کی تعلیم میں ذکر اللہ اور نماز
کی تعلیم شامل ہے اور حقوق العباد میں کسی انسان کو دکھ نہ دینا۔

بظاہر یہ آسان الفاظ ہیں مگر وہ حقیقت ساری تعلیمات اسلامیہ کا خلاصہ ہیں۔ حضرت
پہلی ہی منزل میں ان کی نشاندہی فرمادیا کرتے تھے۔

اسلام میں اعمال صالحہ کی بہت تاکید کی گئی ہے۔
رزقِ حلال اور ذکر اللہ جو اعمال ہی کو نہات کا باعث قرار دیا گیا ہے قرآن
عظیم میں ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کا ذکر ہر جگہ موجود ہے مگر اعمال صالحہ اس وقت تک نہیں
ہو سکتے جب تک کہ انسان کا رزق حلال نہ ہو۔ قرآن عظیم نے ارشاد فرمایا ہے کہ۔
يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا الصَّالِحَاتِ۔

اسی طبیات کا حکم انبیاء عظیم السلام جیسے مقدس گروہ کو بھی دیا گیا۔ تاکہ امت پر اس کی
اجہت اور ضرورت واضح ہو جائے۔ مسلمانوں کو رزق حلال کا حکم دیتے مجھے فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن مَّا رَزَقَكُمُ وَلَا تَسْكُرُوا
وَلَا تُنْفِكُوا مِمَّا قَبِلْتُمْ ۖ

دوسرے الفاظ میں بیکر خداوندی اور اطاعت رب کریم اس وقت تک نہ ہو سکے گی
جب تک کہ رزق حلیب اور حلال نہ ہو گا۔ ایک حدیث میں سید الانبیاء کا ارشاد ہے۔

”بعض لوگ اتنے بے کر کہتے ہیں کہ ہمیں مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کہ وہ رب

کہہ کر پکارتے ہیں۔ مگر ان کا اصلی حال یہ ہے کہ کھانا حرام کا، لباس حرام
کا۔ تو ان کی دعا کیسے قبول ہو؟“

اسی بے ولایت علیٰ منہاجِ اقصوت کے پیروکاروں نے ہمیشہ رزق کے سلسلے میں پوری
استیلا کو ملحوظ رکھا۔ رزق حلال تیسرے کھانے پر نافذ کشتی کر لی مگر حرام اور حلیب رزق کو اتنے نہیں
حضرت اپنے زمانہ میں اس سبک پر سختی سے پابند تھے۔ اہل عمری سے رزق حلال کھاتے اور
مشتبہ رزق سے کنارہ کش رہتے تھے۔ حضرت نے مابین تصوت کا پھر ان الفاظ میں فرمایا۔

”حاصل یہ نکلا کہ اللہ کے پاک نام میں جیسا دعا سمیتیں ہیں۔ ان میں سے

ایک یہ ہے کہ انسان ماسوا اللہ سے کٹ کر اللہ سے جڑ جانا ہے اس

کے لیے علاج یہ ہے کہ ذکر و کثرت کیا جائے اور پرہیز یہ ہے کہ مشتبہ اور

حرام سے بچا جائے؟

حرام کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا۔

”حرام کی دو قسمیں ہیں۔ محرمنا حرام مثلاً سوڑا کتا۔ حقیقۃً حرام مثلاً بکری

کا گوشت، بظاہر حلال ہے۔ اگر چہ دی کی ہرگی تو حقیقتاً حرام ہو گا۔
 اور اس امر کی پابندی حضرت کو اپنے ہر دو شاخ سے ورثہ میں ملی تھی۔ ارشاد فرمایا:۔
 "حضرت دین پوریؒ اللہ اللہ کرنے والی جماعت کو بچہ یکا جبات لیتے
 تھے جس میں دھنک اور میٹھا ہوتا تھا۔ اس میں حلال کے چاول اور
 پانی ہی ہوتا تھا۔ یہ اس لیے کرتے تھے کہ اللہ اللہ کرنے والی جماعت
 کے پیٹ میں حرام کا لقمہ نہ جانے پائے حضرت دین پوریؒ خود دینا تھے
 ان کی وجہ سے ساری جماعت حرام سے بچ جاتی تھی؟
 رزق حلال کی پابندی اور ذکر کی برکت سے یہ کیفیت حاصل ہو جاتی ہے کہ
 ہمیشہ مذاق حرام کو قبول ہی نہیں کرتا۔ بلکہ کھانے کے بعد فوراً تھے ہو جاتی ہے۔

یوں نہیں ایک بزرگ تھے۔ جب کبھی حرام ان کے پیٹ میں چلا جاتا
 تو فوراً تھے ہو جاتی۔ ایک دفعہ ایک شخص نے ان کی دعوت کی اور ہر ممکن
 احتیاط کی کہ کوئی حرام یا شبہ چیز نہ پکھنے پائے۔ اس شخص نے دعوت
 میں کبیر بھی پکائی۔ کہتے ہیں کہ جب اس بزرگ نے کبیر کھائی تو فوراً تھے
 ہو گئی۔ تحقیق حال کی گئی تو معلوم ہوا کہ جس بھینس کا دودھ کبیر میں استعمال
 ہوا تھا جب اس کا دودھ دودھ رہے تھے تو اس نے پاس والی بھینس
 کے چارہ میں سے غصہ ڈالسا کھا لیا تھا؟

حضرت کی ملکی اور ملی خدمات

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا ایک ایک ثانیہ دین اسلام کی خدمت اور مسلمانوں کی روحانی تربیت میں بسر ہوا جس وقت بھی دیکھئے حضرت کی مجلس میں قال اللہ وقال الرسول کا تذکرہ رہتا تھا اور سب سے بڑی بات یہ کہ آپ نے اس خدمت دین کو تمام زندگی حصولِ زر کا ذریعہ نہیں بنایا اور نہ تعریف و توصیف کے ہی منتہی ہوئے۔ حضرت فرمایا کرتے تھے اس خدمت کا اجر بارگاہِ الہی میں ہے اور حقیقت بھی ہے کہ اس سے بڑھ کر اجر کیا ہو گا۔

لیکن خدمت دین کے ساتھ ساتھ حضرت نے اپنے زمانہ حیات میں ملکی اور ملی خدمات انجام دی ہیں وہ یقیناً آپ زور سے لکھنے کے قابل ہیں۔

غیر ملکی حکومت کو برصغیر سے نکلانے اور عوام میں جذبہ حریت و آزادی پیدا کرنے کے لیے آپ نے بڑے ہی مجاہدانہ عزم و استقلال سے کام کیا ہے جرمِ آزادی میں حضرت کو قید و بند کی صعوبتیں بھی اٹھانی پڑیں مگر یہاں ہجرِ نرا کے بعد ذوقِ جہم بڑھنا ہی کیا قبل اس کے کہ حضرت کی ملکی و ملی خدماتِ جلیلہ کا اجمالی تذکرہ کیا جائے ضروری ہے کہ حضرت کا وہ شجرہ علمی اور نسب نامہ تحریریت اگلے صفحہ پر درج کر دیا جائے اس سے بخوبی اندازہ ہو سکے گا کہ ان گرانہائی خدمات کے پس منظر میں کی نفوسِ قدس کے نقوش درخشاں ہیں جن کو حضرت نے شعلِ راہ بنا کر حریت کا فروغ دیا اور ہر صفت اور تکلیف کو بخند و میثاق جیک کہا۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ

شاہ عبدالعزیزؒ شاہ عبدالقادرؒ شاہ رفیع الدینؒ شاہ عبدالغنیؒ

شاہ اسماعیل شہیدؒ
(فرزند)

شیخ اکاکلی شاہ محمد اسلمؒ شاہ محمد عقیقؒ سید احمد بریلویؒ
نواسہ نواسہ شاگرد
شاہ عبدالغنی محدث دہلویؒ شاہ اسماعیل شہیدؒ مرید

مختار الاسلام مولانا حضرت قاسم نانوتویؒ
امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

قطب ربانی شیخ المسند
حضرت مولانا محمد الحسنؒ

جنگ آزادی

تحریک دینی ردائی کے دو اہم مراکز

شیخ اشفاق	قطب الاقطاب
سلطان العارفین	ابو الحسن شاہ سید
حلیفہ نظام محمدؒ	ساجد محمدؒ
دین پوری	امروہی

امام انقلاب مولانا عبد اللہ عظیمیؒ

قطب الاقطاب امام الاولیاء
حضرت مولانا احمد علی ندویؒ

جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علماء حق کے حلقہ ارشاد فرمایا ہے :-

عُلَمَاءُ اُمَّتِي كَمَا كُنْ بِيَاءَ بَنِي إِسْرَآئِيلَ

میری اُمت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی مثل ہیں۔

یعنی جس طرح بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام نے اپنی قوم کو فروع اور اس کی جماعت سے نجات دہانے کی کوشش کی اور ان کو احکام خداوندی پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دی اسی طرح میری اُمت کے علماء حق بھی قوم کی بنیاد دی اور اس کی ترقی کے لیے صروف عمل رہیں گے۔ تاریخ علماء حق اس بات کی شاہد ہے کہ علماء کرام اور اولیاء عظام نے ہر دور میں ملت کی ذہنی اصلاح اور تربیت کے ساتھ ساتھ ایسی سیاسی خدمات بھی سر انجام دیں جو ان کی تربیت فکر کے لیے مفید تھیں۔ امام احمد بن حنبل اور امام ابو حنیفہ سے لے کر سید احمد بریلوی اور سید اسماعیل دہلویؒ قدس اللہ سرہم کی خدمات ہمارے سامنے ہیں۔ حضرت امام الادبیاء نے بھی اسی خدمت کے سلسلے میں ما ان علیہ واصحابی کی بنیاد کو استوار رکھتے ہوئے ہر اس نکتے کا مقابلہ کیا جو سنت نبویؐ کے خلاف اٹھا۔ حضرت نے اشاعتِ سنت، تحفظِ ختمِ نبوت، اعتماد علی السنۃ، تحفظِ حدیث نبویؐ، اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں قائدانہ خدمات انجام دیں۔ اس کے ساتھ ہی آپ کی سیاسی خدمات بھی آپ زور سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ آپ تقسیم سے قبل پیشہ وکزی جمعیتہ العلماء ہند کی مجلسِ عاملہ کے رکن رہے۔ تقسیم کے بعد جمعیتہ علماء اسلام کے امیر منتخب ہوئے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ انجمنِ علماء اہلین

انجمن حمایت اسلام کی سرپرستی میں مرے سے شامل تھے مگر ۱۳۲۶ء

بحیثیت عالم دین انجمن کی جنرل کونسل کے رکن مقرر ہوئے۔ اس کے بعد انجمن کے معاملات میں گہری دلچسپی لینے کی بنا پر ۱۹۷۷ء کو انجمن کے اثاثے پر ریویژنٹ چنے گئے۔ اس عہدے پر آپ تدارکیت فائز رہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے انجمن حمایت اسلام کی ترقی کے سلسلے میں جو خدمات سرانجام دیں ان پر مختصر سا تبصرہ سیکریٹری انجمن حمایت اسلام کی زبانِ قلم سے سامعت فرمائیے :-

”مولانا مرحوم دُعاغور ضعیف العمری اور ناتوانی کے باوجود انجمن کے اجلاسوں میں شرکت فرما کر اپنے قیمتی مشوروں سے انجمن کو مستفید فرماتے تھے۔ بالخصوص ان مشاورتوں میں جو ردِ حیسانیت کے سلسلے میں منعقد ہوئیں۔ مرحوم نہایت ہی اشماک کے ساتھ دیگر علما کے کام کے ساتھ صلاح مشورہ میں حصہ لیتے۔ آپ انجمن کے سالانہ جلسوں میں بھی تشریف لاتے اور اپنے راجعہِ امن سے سامعین کو فیض یاب کرتے تھے۔“

مرحوم کی وفات سے انجمن کو کئی مسئلوں سے نقصان پہنچا ہے۔ حضرت کے وصال کے دن انجمن کے تمام ادارے بند رہے اور مجلسِ علم کے خصوصی اجلاس میں امام الاویہ کی ذاتِ گرامی کو خراجِ عقیدت پیش کیا گیا۔

۱۹۳۱ء کے اوائل میں میچلین انجمنیئرنگ کالج کے وقارِ رسالت کا تحفظ انگریز پرنسپل نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بدزبانی سے کام لے کر مسلم طلباء کے جذبات کو مجروح کیا۔ طلباء نے احتجاج کیا لیکن کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ مجبوراً انھیں ہڑتال کرنی پڑی۔ ہندو اور سکھ اپنی تنگ نظری اور کٹافہمی کی بنا پر انگریز پرنسپل کی حمایت پر اتر آئے۔ معلوم ہوتا تھا کہ طلبہ کا احتجاج

نہ صرف بے اثر ہو گا بلکہ ان کا مستقبل بھی تاریک ہو جائے گا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو خبر ہوئی تو فوراً ان کی حمایت پر کمر بستہ ہو گئے اور ہر خطرے سے بے نیاز ہو کر ان کی امداد کی حضرت علامہ اقبالؒ بھی اس تحریک سے متاثر ہوئے اور میدانِ عمل میں آ گئے۔ طبعا کی حمایت اور اعانت کے لیے ایک امدادی کمیٹی تشکیل کی گئی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں سرگرم حصہ دیا۔ آپ کی قائدانہ صلاحیتوں اور بے پناہ قوتِ عمل نے اس واقعہ کو جسے حکومتِ درخشاں سمجھتی تھی ایک تحریک کی صورت میں بدل دیا۔ آپ نے جون جواہر فی اور اگست میں متعدد بار تقاریر فرمائیں جس سے مسلمانانِ پنجاب میں جوش و خروش پھیل گیا، حکومت نے مولانا کو گرفتار کر لیا لیکن عوام کا بے پناہ سیل قلم نہ سکا۔ بالآخر حکومت کو جھکنا پڑا اور ۲۰ ستمبر ۱۹۳۱ء میں ایک تحقیقاتی کمیٹی مقرر کر دی گئی۔ طبعا کو باعزت واپس بلا دیا گیا اور حضرت مولانا احمد علیؒ اور دیگر امیرانِ قیدِ فرنگ سے رہا کر دیے گئے۔

جماعت اسلامی کے متعلق امیرِ جماعت اسلامی کے مخصوص نظریاتِ جملہ حضرت کا اصلاحی عمل اکابرِ علمائے حق کے ہاں قابلِ اعتراف ہیں جس پر علمائے ملت نے اپنے واعظ،

اوقصانیف میں کافی روشنی ڈالی ہے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں مفقود بھرمی کی اور لوجہ اللہ اس تحریک کے نقائص پر ایک ایک کر کے کتاب و سنت کی روشنی میں تنقید فرمائی۔ اس سلسلے میں آپ کے تصامین اور پبلٹ شعبہ تالیفات انجمن تدام اذہین شیرازہ دروازہ سے دست یاب ہو سکتے ہیں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی نظریں محدودی صاحبِ کتبہ قائد اور ان کی بعض تحریریں نہ صرف یہ کہ گمراہوں میں بلکہ

کتاب و سنت سے انسان کو دُور لے جانے والی اور بہت بڑے خطرے کی پٹیج ہیں۔

جس طرح سیدہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کو فقہ انکارِ حدیث خسرو پرویز شاہ ایران نے چھاڑ کر اپنے جنسی ہمنے کا ثبوت دیا تھا اسی طرح آج اسی کا ہم نام پرویز انکارِ کلام رسالت کہہ کے سیدہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مجروح اقوال کو راجہ بخاری جیسی عظیم المرتبت اور مین الاسلامی قبولیت یافتہ کتاب کی شکل میں ہے، کو تنویر کے ساتھ تعبیر کر کے کسی ہزار لاکھ سیدہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑے پڑے کر رہا ہے۔ علماء کرام نے انفرادی طور پر تو اس کی تردید کی مگر اجتماعی طور پر ایک حتیٰ فیصلہ کرنے کے لیے خداوند قدوس نے حضرت ہی سے کام لیا۔ چنانچہ آپ نے ۲۹ جنوری ۱۹۶۲ء کو (وصال سے صرف ۲۵ دن پہلے) دیال سنگھ کالج لاہور کے ایک عظیم الشان جلسے کی صدارت کی اور صدارتی خطبے میں ارشاد فرمایا:

”یہاں بہت سی تقریریں ہوئی ہیں لیکن کسی نے نہ تو بات نہیں کہی جو میں کہتا ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ حکرِ حدیث منکرِ قرآن ہے منکرِ قرآن خارج از اسلام یعنی بے ایمان ہے۔“

یہ دو پہلی ضرب تھی جو پرویزیت کے قلعہ تزیور پر لگی۔ اس کے بعد تمام علمی اور دینی حلقوں نے اس فیصلے پر صا و کرتے ہوئے پرویزیت کی مخالفت کی۔

اس تاریخی اجلاس کے متعلق کوہستان (۲۹ جنوری ۱۹۶۲ء) میں اجلاس کی ایسے اپنے تاثرات یوں پیش فرماتے ہیں:-

اور نیشنل کالج لاہور کے دروازہ پر مجھے ایک بہت بڑا معمولی زرد رنگ کا پوسٹر نظر پڑا اور میں ٹھٹھک گیا۔ پوسٹر میں اعلان کیا گیا تھا کہ انجمن ثقافت اسلامیہ بیلنگھ کالج لاہور کے زیر اہتمام مولانا احمد علی امیر انجمن خدام الدین کی حداثت میں اقامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت کے موضوع پر ملک کے اہل علماء و علمہ سے خطاب فرمائیں گے۔ اس پوسٹر میں نہ تو درقل کفر کفر ناشدہ، محمد کی کمانی خدا کی زبانی "ہیسا کوئی ڈرامائی فقرہ تھا اور نہ ہی اس کے ڈیزائن کو قریب نظر بنانے کے لیے مختلف درختوں اور رنگوں سے غلطی پوسٹروں کی سی سچ و سچ بخشی گئی تھی۔ معمولی زرد کاغذ پر پسا اعلان چھاپ کر دیواروں اور دروازوں پر چسپاں کر دیا گیا تھا۔

کرسی صدارت پر مولانا احمد علی رونق افروز تھے۔ گرمی رنگ کا روٹی کا لبا کوٹ زیب تن تھا۔ سر پر سفید ٹکڑی فلائٹ کی ٹپی گری کی طرح بندھی ہوئی تھی۔ لمبی سفید ٹی شیرٹ پہنے ہوئے تھے۔ ہاتھ میں عصا اور آنکھوں میں نام نہاد قسم کی چمک تھی۔ شیخ کے دائیں بائیں علماء کرام تشریف فرما تھے۔ طلباء اور مختلف خیال اور مختلف عاداتوں کے اس کثیرانہ میں سے ڈھائی تین گھنٹے کسی کو سرگرمی ملکانے کی جرات نہیں ہوئی کوئی مجلس میں سے اُٹھ کر باہر نہیں گیا۔ سب پوری توجہ اور انہماک کے ساتھ علماء کے ارشادات سنتے رہے۔

نارِ عصر کے لیے جلسہ بندی کر دیا گیا۔ کالج کے لان میں درمی بچھا کر نماز کا انتظام کیا گیا۔ اذان پڑی گئی۔ کالج کے دوسرے کمرے میں بھی نمازیوں کا بہت بڑا جھوم جمع ہو گیا تھا۔ طلباء اور بھین شیوڈ زوجان جوق در جوق بڑے خضوع و خشوع کے ساتھ نماز میں شامل ہوئے کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس قوم نے اپنے شمار کو ترک کر دیا ہے۔

یہ نظر اس منظر کی بہت بڑی ضحکا جو کزنہ سال اسی ہال میں پیش آیا۔ اس جلسے کے وقت عشا کی اذان مہرتی رہی۔ اکثر لوگ ناز پر ہنسنے کے لیے چلے گئے تھے اور محرم کی کمانی خندا کی زبانی بیانی کرنے والا اپنی خطابت کے جو سہرہ کھانا مارا تھا۔ آج خطابت میٹ دی گئی۔ تقریریں بند کر دی گئیں۔ مگر دفون کا نثر پھیر دیا گیا۔ چھوٹے اور بڑے عالم اور جاہل، دارحیوں والے اور اٹھی خند سے سبے مل کر اُس میدان میں صفیں بنائیں جہاں تنظیم، ترتیب اور عمل کا پہلا سبق دیا جاتا ہے۔

ختم نبوت مسلمانوں کا اجتماعی اور دنیاوی عقیدہ ہے۔ کوئی
تحریک ختم نبوت شخص اس وقت تک ہون و مسلم نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم المرسلین کا اقرار نہ کرے۔ مینا صدیق اکبرؑ سے لے کر اب تک لاکھوں فرزندان اسلام نے اپنی مانوں پر کھیل کر اس عقیدہ کی حاکمیت کی ہے۔ مسلمان کے غیر میں یہ بات داخل ہے کہ وہ مصائب کا سنا کر سکتا ہے۔ جان کی بازی ہار سکتا ہے، خاک خون کے دریا میں نہا سکتا ہے لیکن سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کوئی گستاخی اور حضور کی ختم المرسلین پر حرف کسے یہ کسی صورت گوارا نہیں کر سکتا۔ اسی لیے شہداء میں مرزا غلام احمدؑ دیا نی نے جب ٹھہر ہمن اللہ ہونے کا دعویٰ کیا تو علمائے حق سے اس کی جنگ ٹھن گئی۔ لیکن مرزا صاحب کو چو کہ حکومت برطانیہ کی سرپرستی حاصل تھی اور وہ قادیانیت کو انگریزی حکومت کا خود کاشتہ پروا قرار دیتے تھے۔ یہ پو دا انگریزی عہدہ اقدار میں علماء کی مخالفت کے باوجود کسی نہ کسی حد تک پروان چڑھتا رہا۔

حصول آزادی کے بعد جب ملک کا ٹھو لہا ٹھو اتا قادیانیوں نے پاکستان کو

اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا۔ ان کی سرگرمیوں سے فردِ خدا بنی اسلام کو تشویش لاحق رہنا
 جیسا ہی امر تھا۔ چنانچہ انھوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ یہ ملک جو اسلام کے نام پر
 حاصل کیا گیا ہے اس میں رسول اللہ کے باغیوں کو پھینچنے کی اجازت نہ دی جائے۔
 حکومت نے پس و پیش کیا تو رفتہ رفتہ یہی مطالبہ تحریک کی ضرورت اختیار کر گیا۔ آخر
 ۱۹۵۳ء میں مسلمانوں نے علما نے اسلام کے شفقہ فیصلہ کے پیش نظر مردانوں کی سازشوں
 کو اکام بنانے کی غرض سے منظم تحریک شروع کی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ حضرت
 امیر شریعت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری نور اللہ مرقدہ اور دیگر کئی علما نے کام تحریک کے
 رُوح رواں تھے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت بے باکی کے ساتھ تقابیر فرمائیں اور مسلمانوں
 کے جذباتِ فتنہ کو بیدار کیا۔ ان کے جذبہ غیرت و حمیت کو ہمیز لگائی اور نہ صرف
 عام مسلمانوں کو تحریک میں شمولیت کی دعوت دی بلکہ خود بھی قید و بند کی آزمائشوں کو
 ہنسی خوشی قبول کیا۔ لاہور کے گلی کوچے اور مغربی پاکستان کی فضا اب بھی گواہ
 ہے کہ جب اس مردِ درویش نے دیوانہ وار عشقِ رسول میں ڈوبے ہوئے جذبے کے
 ساتھ اپنی گرفتاری پیش کی تو تحریک میں زندگی کی رُوح ڈھونڈ گئی۔ مسلمانوں میں ایک
 ہیجان پیدا ہو گیا۔ تحریک کا رنگ بدل گیا۔ عاشقانِ ختمِ رسالت اپنی جانیں تضییع
 پر رکھ کر میدانِ عمل میں آ گئے اور نوجوان حضرات کی ختمِ الرسیبانی پر پرواز وارندہ ہوئے۔
 مسلمانوں نے قائدِ گرفتاریاں پیش کیں اور مغربی پاکستان کی جیل میں مسلمانوں سے صبر
 گنیں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو باجوہ پیرائے سالی کے جیل میں طرح طرح کی تکالیف لگی گئیں

آپ کو دہر بھی دیا گیا مگر جسے اللہ رکھے اُسے کون چلتے۔ آپ کے پائے استغاثت میں رائی نجر لغزش نہ آئی۔ بالآخر حکومت ٹھیک گئی اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو رہا کر دیا گیا۔

قلبِ عالم حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری فرماتے تھے کہ امامِ اولادِ حضرت لائبریری کا تحریک میں شامل ہونا اور گرفتاری پیش کرنا ہی دراصل تحریک کی کامیابی تھی۔

تقسیم ملک کے بعد جمعیت العلماء ہند نے فیصلہ کیا جمعیۃ العلماء اسلام کا قیام کہ جمعیت کے جوارکان پاکستان میں رہتے ہیں وہ اپنی الگ جماعت بنالیں۔ ان کا اب جمعیتِ علمائے ہند سے کوئی تعلق نہیں۔ اس پر حضرت نے حضرت مدنیؒ کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا کہ جن حضرات کے اس سے وابستہ ہو کر ہیں قیامت کے دن نجات کا بھروسہ نہ تھا، انھوں نے ہی ہیں الگ کر دیا۔ یہ عریضہ مکتوباتِ شیخ الاسلام میں چھپ چکا ہے اور مندرجہ ذیل حضرت کا جواب بھی چھپ چکا ہے۔

سیدنا الحترم زید مجاہد۔ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ والا نامر باعث سرفرازی ہوا۔ مندرجہ ضامین سے سخت متاثر ہوا۔ محترم اب کیا آپ کے ملاقات کسی انجمن کے وچودہ دم اور اس کی لمبری پر موقوف ہے جس پر آپ متاثر ہوئے ہیں۔

نحوہ اللہ! ہم اور آپ حضرت شیخ ابند قدس سرہ العزیز کے مہار کے دیوڑ، گارہ اس بنا پر خواہ تاش میں۔ یہ روحانی تعلق کسی طرح ٹوٹ نہیں سکتا۔ اگر مادی اسباب شامل بھی ہو جائیں تو کیا ہے۔ ہماری ارواح ایک ہی دربارِ اُردبار کی حاضر باش ہیں۔ آمین

گھر کے لوگوں اور صاحبزادوں اور دیگر احباب پر سان مل سے سلام سنوں میں
 کر دیں۔ دعواتِ صالحہ سے فراوانی نہ فرمائیں۔ والسلام
 نگہ اسلاف حسین احمد نقوی

از دارالعلوم دیوبند ۳ ربیع الثانی ۱۴۱۶ھ

نوٹ :- یہ خط حضرت نے فریم میں لکھا کرتے تھے اپنے پاس رکھا ہوا تھا۔
 جمعیت العلماء اسلام پاکستانی علماء کی تنظیم کرنے کے لیے ۵-۶ اکتوبر ۱۹۵۶ء
 کو سندھ، سرحد بلوچستان، کراچی، پنجاب، بہاولپور وغیرہ اطراف
 کا پہلا اجلاس ملک سے ۱۰۰ اہل القدر علماء کی مجلس مشاورت منعقد ہوئی
 جس میں اتفاق رائے کے بعد حضرت ہی مرکزی جمعیت العلماء اسلام مغربی پاکستان کے صدر
 منتخب ہوئے اور آخر تک اس عہدے پر فائز رہے۔ مجددِ تعالیٰ حضرت کی راہ نمائی
 میں صرف ایک سال کے قلیل عرصہ میں مغربی پاکستان میں تقریباً تین سو تالیفیں جمعیت
 علماء اسلام کی قائم ہو گئیں اور علماء اسلام نے جن ۱۹۵۶ء سے اپنا ترجمان ترجمان کیم
 شائع کرنا شروع کیا جو آج تک جاری ہے۔

جمعیت علماء اسلام نے حضرت کی سرپرستی میں جو منشور مرتب کیا تھا اس کی افایت
 سے نامہ مسلمانوں کو روشناس کرانے کے لیے اس کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے :-

انتخابی منشور

پاکستان میں عادلانہ (و) پاکستان میں اسلامی عادلانہ نظام کو قائم کرنا
 اسلامی نظام کا قیام جس سے باشندگان پاکستان ایک طرف

انسانیت کش سربراہ داری اور دوسری طرف الحاد و افرین اشتراکیت کے مضر اثرات سے محفوظ رہ کر فطری معاشرتی نظام کی برکتوں سے مستفید ہو سکیں۔

(ب) صوبائی اور قومی اسمبلیوں کو خاص اسلامی اسمبلیاں بنانے کی تجدید و جد کرنا موجودہ منظور شدہ ملکی دستور کو صحیح معنوں میں اسلامی دستور بنانا اور دستور پاکستان اس سے مخالفت اسلام اصول و دفعات کو خارج کر کے قوانین اسلام کے مطابق کرنا مثلاً اس دستور میں غیر مسلم و مرتد کو تمام عہدیدسی اسمبلیوں جتنی کہ وزارتِ عظمیٰ تک کے لیے فائز ہونے کا حق دیا گیا ہے بلکہ عدلیہ میں سب جج سے لے کر چیف جج تک کے اہم اور مرتد و ارجحیوں پر غیر مسلم اور مرتد کے فائز ہونے کا حق تسلیم کر لیا گیا ہے اور ہر پاکستانی کو کافر و مرتد بننے اور جانے کی اجازت دی گئی ہے۔ صدوجہود یہ کہ مرزائی نہ ہونے کی تصریح نہیں کی گئی۔ اس طرح تمام غلط اور غیر اسلامی دفعات کو بدل کر دستور کو قرآن و سنت کے مطابق بنانا۔

پاکستان کی خارجہ پالیسی رکھنا۔ (۱) پاکستان کی خارجہ پالیسی کو مکمل طور پر آزاد

(ب) مسلم ممالک کے ساتھ اسلامی و ستارہ تعلقات کو مستحکم بنانا۔

(ج) غیر مسلم ممالک کے ساتھ سیاسی و اقتصادی اور دیگر تعلقات کو اس حد تک

قائم کرنا جس سے پاکستان کی آزاد خارجہ پالیسی قطعاً متاثر نہ ہو۔

(د) دنیا کے دو متضاد طاقتوں کی جنگ سے پاکستان کو عہدہ رکھنا اور ملکی دفاع

اتحاد اور سالمیت کے لیے زیادہ سے زیادہ کمک کو تیار کرنا

امور داخلہ۔ عدالت (۱) ملک میں اسلام کا مادہ نہ نظام قائم کرنا۔

(ب) عدلیہ کو انتظامیہ سے الگ رکھنا۔

(ج) انصاف کا معاوضہ کو عمل میں لانا اور کورٹ فیس کو ختم کرنا۔

(د) کم سے کم وقت میں خدمات کا تصفیہ کرنا۔

(ذ) انصاف کی راہ کی تمام رکاوٹوں (مثلاً دشوت ستانی سفارش وغیرہ) کو دور کرنا۔

(و) تحفظ مسئلہ ختم نبوت اور حفاظتِ سنت، نیز فقہ مزائیہ کے لیے قانون بنانا۔

(ن) تحفظ ناموں صحابہؓ کے لیے قانون وضع کرنا اور شیعہ متنی مسئلہ حل کرنے کے لیے

مناسب اور نثر اقدامات۔

(ص) بزرگانِ دین اور مسئلہ مذہبی جماعتوں اور فرقوں کے اکابر کی توہین کے انسداد کی کوشش کرنا۔

(و) ایسا انصافِ تعلیم مرتب کرنا جو کہ ہماری دینی و دنیوی ضروریات کا کفیل ہو اور قوم میں غلامانہ ذہنیت کی بجائے خودداری کا جوہر پیدا کرے۔

(ب) تعلیم مفت اور عام کرنا۔

(ج) طلباء کی صلاحیتوں کے مطابق بلا تخصیص ان کے لیے ترقی کے مواقع مہیا کرنا۔

(د) طلباء کی اخلاقی تربیت اور ان میں صحیح اسلامی مروج پیدا کرنے کا خاص اہتمام کرنا۔

(ه) ابتدائی و ثانوی تعلیم ہر علاقہ کے عوام کی پسندیدہ زبانوں میں اور آتی تعلیم ملک

کی مشترکہ زبان (انڈیا میں ہینا۔

(و) دورِ غلامی کی یادگار انگریزی زبان کی سرکاری حیثیت کو عدالتوں اور اسمبلیوں

وغیرہ سے ختم کرنا اور اس کی جگہ پاکستان کی قومی زبان کو نافذ کرنا۔

(۱) علوم مشرقی کی ترویج

(۲) ملک کے مختلف حصوں میں وسیع پیمانہ پر ثقافت خانے قائم کرنا اور ان میں
صحّت دواموں کی فراہمی کا انتظام کرنا۔

(ب) طبی یونانی طریق علاج کی تہت افزائی کرنا۔

(ج) علاج و دوا سازی میں ملک کو اپنی ضروریات میں خود کفیل بنانا۔

(۱) قیام امن حفظ جان و مال اور حفاظت ملک ناموس کے لیے ایسی
تدابیر عمل میں لانا جس سے ملک کا ہر باشندہ باطمینان زندگی بسر کر
سکے اور آٹے دن کے حوادث و واقعات کا فائدہ ہو سکے۔

(۲) ایسی تدابیر کو عمل میں لانا جن سے ہر پاکستانی اپنی ضروریات حیات کو
معاشیات کم از کم قیمت پر خرید سکے اور ہر شخص کے لیے لگاتار روزی کے
مواقع فراہم کرنا۔

(ب) ملک میں جہاں کہیں کسان اور مزدارع پر خلاف انسانیت مظالم پورے ہوں،
ان کا مکمل مستدباب کرنا۔ اور ملک کے مزدور اور کارخانہ دار کے نزاعات کو شرعی روشنی
میں ختم کرنا۔ نیز بھارتی عہد کی جاگیر داری کا خاتمہ کرنا۔

(ج) تمام بیجا سرکاری مصارف کو ختم کرنا اور آمدنی کا زیادہ سے زیادہ حصہ ملک کے
غریبوں پر صرف کرنا۔

(د) ملک کے وسائل معاش ازراعت صنعت و حرفت تہارت کو ترقی دینا۔

(۴) پس ماندہ علاقوں کی آبادی کی طرف خصوصی توجہ مبذول کرنا۔

(۵) شرعی احکام کے مطابق ان لوگوں کی ضروریات زندگی کو سرکاری خزانہ سے

منت تیا کہ تاجر کتاب رزق پر قادر نہ ہوں۔

(۲) محنت پیشہ طبقہ کے حقوق کا تحفظ کرنا۔

(۳) ملازموں کی تنخواہوں میں ایسا صحیح تناسب قائم کرنا جس سے قیصر و جکے ملازمین کی تنخواہ ان کی ضروریات زندگی کی کفیل ہو سکے۔

(۴) ملک میں بیجائی، عریانی، فحاشی، رقص و سرود اور فحش لٹریچر، معاشرت شراب نوشی اور زنا کاری وغیرہ تمام مخرب اخلاق امور کو خلاف قانون قرار دینا اور ملک کے نوجوانوں میں مردانہ صفات، بہادری، جذبات اور اعلیٰ اسلامی اخلاق پیدا کرنے کے لیے تمام تدابیر کو عمل میں لانا۔

(۵) اسلحہ کے تمام اقسام کے استعمال کو مجرم قرار دینا۔

(۶) قمار بازی اور سود کی تمام صورتوں کو مجرم قرار دینا۔

(۷) پاکستان کی مسلم رعایا کو مسلح کرنا، کشمیر اور ہندو پانی کے مسائل حل کرنے کے لیے قوم کی مختلف سیاسی اور غیر سیاسی پارٹیوں کے شوے سے پروگرام طے کرنا۔

(۸) سلسلہ مواصلات مثلاً ریلوے، سڑکیں، ڈاک، ٹیلیفون، تار میں تمام مواصلات موجودہ مشکلات اور تکالیف کو حل کرنا۔ دیہاتی اور قصبائی باشندگان ملک کے لیے نقل و حرکت کی ہر طرح سہولت بہم پہنچانا۔

(۹) صوبائی اور نسلی تعصب کو ختم کرنا۔ علاقائی حقوق کا تحفظ اور مہاجرین کی کھالی اور خرد و کم مائیہ لوگوں کے معاوضہ کا اہتمام اور ملک کی جمہوریت کا ازالہ۔

شہری آزادی۔ پاکستان میں ہر شہری کو تقریر و تحریر اور اجتماعات اور دیگر حقوق

شہریت کی شرعی حدود کے اندر ضمانت دینا۔

اقلیت پاکستان میں شرعی روشنی کے ماتحت غیر مسلم اقلیت کی جان و مال عزت و اکبر کی حفاظت اور ان کی مذہبی رسوم کی آزادی اور معاہدہ تحفظ تا وقتیکہ ان کی سرگرمیوں سے مملکت اور مسلم حقوق کو خطرہ لاحق نہ ہو۔
 انسداد ارتداد۔ فتنہ سرزد اور مہزائیت و عیسائیت وغیرہ کا مکمل انسداد۔
 یہ چونکہ کافی انتہائی مشترک اتفاق اور اراکین مجلس عاملہ مرکزی جمعیتہ علمائے اسلام مغربی پاکستان منظور تھا۔

جہاد کشمیر میں حضرت کا حصہ کشمیر کی جنگ میں مجاہدین کی کمی نہ تھی کئی کئی جہاد کشمیر میں حضرت کا حصہ تو سامانِ حرب اور دیگر ضروریات کی جس کے لیے سرمایہ کی ضرورت تھی حضرت، اس جہاد میں حصہ لینے کی خاطر سزاؤں ٹپے کی وہ رقم جو شیرازہ المیزان میں جمع ہوئی، خود سے کروانہ ہو گئے اور اس وقت کی ذمہ داری شخصیت کے سپرد کر دیتے۔ اس کا واپسی پر باقاعدہ اعلان کر دیتے شب روز اہمیت جہاد کا ذکر ہوتا۔ فرماتے۔ دل کی تنہا یہی ہے کہ دوسروں کے مقابلے میں فرنٹ پر پہنچ کر صرف اول میں شریک ہو جاؤں۔ سینے میں گولی لگے اور شہادت نصیب ہو جائے ہو تا وہی ہے جہاد قتالی کو منظور ہو۔ مجاہدین کی ضروریات کا مینا کرنا زیادہ ضروری تھا۔ اس کام میں حضرت نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

آزاد کشمیر میں سیر واعظمہ یوسف اور کر علی سید علی احمد شاہ کی کوششوں سے اتفاقاً کام جاری ہوا کہ ہر تحصیل میں مفتی اور ضلع میں مفتی اور پورٹو بانی مفتی ہو، تاکہ موجودہ نظام کو اسلامی نظام کے قریب تر لایا جاسکے حضرت کو علامہ اور مفتیوں

کی فلاح و بہبود کے لیے نظرِ آباد و دعوت دی گئی۔ حضرت پنچے تو وہاں آپ حکومت آزاد کشمیر کے مہمان تھے لیکن اپنے دیرینہ عقیدت مند غازی خدا بخش صاحب کے بیٹے کو ارٹھر بھی تشریف لائے۔ جو وہاں اس وقت آئری کیپٹن بطور سول آفیسر کام کر رہے تھے۔

آزاد کشمیر میں یقینوں کے تفرقہ کے طریق کار کو حکومت کشمیر نے آپ کی صوابدید پر چھوڑا۔ آپ نے سیدہ لاروں کا تحریری امتحان لیا اور ان کا انتخاب فرمایا۔ ان کو گریڈ آفیسر کی حیثیت دی۔ اس میں آپ کے ساتھ کرنل علی احمد شاہ بھی شریک تھے۔ حضرت ابتدا ہی سے عقیدہ دیوبندی اور مسلک مسلمان میں استقامت کے اعتبار سے بھی دیوبندی تھے، ملی اور ملکی معاملات میں جو طرز عمل اکابر علماء ہند اختیار کرتے وہی حضرت اختیار فرماتے اور یہ قدم صرف مذہبی عقیدہ نہ ہوتا بلکہ ملی و جہ البصیرت ہوتا۔

جب مولانا عبد اللہ سندھی ۱۹۳۹ء میں ہندوستان واپس تشریف لائے اور اپنے ساتھ ایک خاص انقلابی پروگرام لائے اور اس کو علماء ہند کے سامنے پیش فرمایا تو علماء ہند نے اس کو بعض وجوہ سے غیر پسندیدہ قرار دیا۔ اس وقت باجوہیکہ حضرت کی بڑی ناسمجی سے اس قدر عقیدت تھی کہ حضرت سندھی کے جوتے اٹھایا کرتے تھے مگر اس کے باوجود چونکہ جمیع علماء ہند نے حضرت سندھی کا مشورہ ماننے سے انکار کر دیا تھا اس لیے آپ نے بھی حضرت مولانا سندھی کے ساتھ ہمزائی نہ فرمائی بلکہ اسی مسلک کو حق سمجھا جو علماء ہند کا پسندیدہ تھا۔

عظیم الشان تجدیدی کارنامہ

حضرت کے تجدیدی کارناموں میں سب سے بڑا کارنامہ خدمتِ قرآن حکیم قرآن حکیم کی خدمت ہے۔ جس کے تمام شعوبہ پر حضرت نے پوری محنت کی۔ درس قرآن حکیم، ناظرہ و حفظ کا اہتمام ۱۳۵ھ میں شروع کیا گیا تھا جو آج تک جاری ہے۔ اس میں بچوں کو حفظ اور ناظرہ قرآن حکیم پڑھایا جاتا ہے۔ مغربی پاکستان میں تجوید اور ترتیل کی ابتدا حضرت ہی کی توجہ سے ہوئی۔ غیر منقسم ہندوستان میں دیوبند، سارسا، پور، کھننہ، پانی پت اور بعض دوسرے مقامات پر تجوید کا کام ہوتا تھا مگر سرحد، پنجاب، سندھ وغیرہ علاقوں میں ترتیل اور تجوید کا باقاعدہ فن موجود نہ تھا۔ سب سے پہلے حضرت مولانا حراثت نے اس مقدس اور ضروری کام کو شروع کیا جو آج پاکستان میں تجوید القرآن کی شکل میں ترقی پذیر ہے۔

۱۹۱۵ء یا ۱۹۱۹ء میں حکیہ میں لاہور کے اسلامیہ ٹی سکول بالقابل مسجد لائٹن سبجان خاں میں بڑھ راتھا حضرت کے در کے کلاس لاء جلسہ ہوا جس میں ایک بچے منظم نامی نے قرآن حکیم کی چند آیات با تجوید تلاوت فرمائیں جن کا مجھ پر اور میرے مرحوم والد شیخ حبیب اللہ رحمہ اللہ پر اتنا اثر ہوا کہ ہم نے قرآن حکیم کی عظیم خدمت کرنے کا حتم لاد کر لیا۔ انجمن حمایت اسلام کے اجلاس ۱۹۲۳ء میں ہم نے اپنے خراج سے دارالقرآن تعمیر کیا اور ایک قاری مقرر کیا جہاں آج مسجد تعالیٰ درگاہ ہے

ہندوستان بھر کے مدارس عربیہ کے فارغ التحصیل طلباء ایسے ملاتے ہیں۔ حکیم رضوان سے یہ درس شروع ہوتا ہے۔ ان داخل ہونے والے حضرات کو تین ماہ میں سائے قرآن حکیم کی تفسیر پڑھا دی جاتی ہے۔

اس درس میں مندرجہ ذیل چیزیں خاص طور پر ملحوظ رہتی ہیں۔ ہمارے خصوصی سے قواعد کلیہ کا استنباط (واقعات جزویہ سے قواعد کلیہ کا استنباط)، ربط آیات، ہر کوع کا خلاصہ مضمون، ہر سورۃ کا خلاصہ مضمون، اقتصادی، معاشرتی، اخلاقی و سیاسی مسائل کا بیان جو قرآن حکیم میں ہیں۔

یہ درس روزانہ دو تین اور بعض اوقات چار یا پانچ گھنٹے تک ہوتا ہے۔ روزانہ سبق سے پہلے امتحان ہوتا ہے اور سبق کے بعد کوارڈ سبق کا دہرائی لازمی ہوتا ہے اور جو کچھ طالب علم نے سنا ہوتا ہے اُسے قلمبند کرنا بھی لازمی ہوتا ہے غرضیکہ ایک قابل اور محنتی طالب علم رات اور دن میں سوائے سونے اور ناز و غیرہ کی ضروریات کے سارا دن اسی کام میں مصروف رہتا ہے تب کہیں اپنے مجوزہ فرائض درس سے عہدہ برا ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغْنِيْكَ عَنْكَ اَمْْوَالُ الْمُحْسِنِيْنَ بیشک اللہ تعالیٰ نیکو کاروں کا اجر ضائع نہیں فرماتا۔

تین ماہ کے بعد یہ طالب علم اس قابل ہو جاتے ہیں کہ بلابالغہ سائے قرآن حکیم کے مضامین کو ایک گھنٹہ بصیرت کے سنا سکتے ہیں۔ قیام پاکستان سے پہلے اس جماعت میں تمام صوبہ جات ہند اور ریاستوں کے طلبہ شامل ہوتے تھے۔ ان کے علاوہ بیرونی ہند کے طلبہ بھی جن کو پاسپورٹ مل جاتا تھا درس میں شامل کر لیے جاتے تھے۔

درس خاص الخاص درس خاص سے فارغ ہونے کے بعد جو طلبہ مزید تعلیم حاصل کرنا چاہتے تھے انہیں چار ماہ میں فلسفہ شریعت اور حکیم الامت مجدد العصر شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ دہلوی کی تجلۃ اللہ الباقیہ پر حاضری جاتی تھی۔

سنہ ۱۹۴۰ء میں بعض اصحاب کے اسرار پر حضرت نے تجلۃ اللہ ابوالقہ کا درس شروع کیا۔ اس درس کی خصوصیت یہ تھی کہ یہ بدکمرے میں ہوتا تھا اور وہی لوگ شریک ہو سکتے تھے جن کو اس کے لیے مہینے دیا جاتا تھا۔ یہ درس حضرت کی زندگی تک جاری رہا اور اس میں حسب ذیل حضرات شریک ہوتے رہے۔

۱۔ حضرت مولانا حافظ حبیب اللہ صاحب امت بکا تنم۔ فاضل دیوبند، خلیفہ کبر حضرت رحمۃ اللہ علیہ۔

۲۔ علامہ علاؤ الدین صاحب صدیقی ایم۔ اے۔ صدر شعبہ اسلامیات پنجاب یونیورسٹی

۳۔ چودھری عبدالرحمن خاں صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی

۴۔ مولانا بشیر احمد صاحب بی۔ اے

۵۔ چودھری علاؤ اللہ خاں صاحب بی۔ اے

۶۔ حافظ فضل الہی صاحب ایم۔ اے

۷۔ مولانا غازی محمد بخش صاحب فنی فاضل

۸۔ مولانا عبدالعزیز صاحب مرحوم ملک الملک ملک بک بھنسی

۹۔ ڈاکٹر عبداللطیف صاحب ایم۔ بی۔ بی۔ ایس۔ بی۔ ڈی۔ ایس

۱۰۔ مولانا سیف الدین صاحب بہاری فاضل اردو

۱۱۔ محمد مقبول عالم صاحب لی تائے نشی فاضل
 اس درس میں عوام میں سے کسی کو بیٹھنے کی اجازت نہ تھی۔ ایک دن حضرت
 نازک لہر کے بعد چھوٹی مسجد کے عقب میں خود اللہ الہیہ کا درس دے رہے تھے کہ فاضلی
 زائد العینی صاحب حاضر خدمت چھٹے عالم مثال زیر بحث تھا۔ انھوں نے دستِ باری
 کی تو فرمایا کہ دُور بیٹھ جائیں۔ درس سے فراغت کے بعد یہاں آئیں۔ ایک مولوی
 صاحب نے جو فاضلی صاحب سے واقف تھے ان کا تعارف کرایا تو پھر پاس ہو گیا۔
 اور فرمایا: یہ علوم و معارف عوام کے لیے نہیں جوتے اس لیے ان کو یہاں نہیں
 آنے دیا جاتا۔

قرآن کریم سے بے پناہ عشق حضرت کو قرآن حکیم سے اس قدر عشق تھا
 کہ بڑے سے بڑا صدر اور واقعہ بھی
 اس پر انداز نہ ہو سکا۔ خواجہ نذیر احمد صاحب، محمد نگر، لاہور راوی ہیں کہ ایک روز
 حضرت سب معمول صبح درس قرآن مجید کا درس دے رہے تھے کہ مولوی حبیب اللہ صاحب
 تشریف لائے اور حضرت کے کان میں کچھ کہہ کر چلے گئے۔ بخوشی دیر بعد پھر تشریف
 لائے اور کان میں کچھ کہہ کر چلے گئے۔ اسی طرح تیسری بار تشریف لائے اور کان میں
 کچھ کہا۔ مگر درس بدستور جاری رہا۔

کچھ دنوں بعد میں نے مولوی حبیب اللہ صاحب سے دریافت کیا کہ اس روز کیا
 بات تھی۔ اس سے پیشتر ایسا کبھی اتفاق نہیں ہوا کہ کوئی شخص دورانِ درس حضرت
 کو پینا دینے آئے۔ انھوں نے فرمایا: حضرت کی ایک چھوٹی بچہ بیمار تھی۔ پہلی بار
 اس کی نازک حالت کی اطلاع دینے آیا تھا۔ دوسری بار یہ کہنے آیا کہ صرف چند انس

باقی ہیں۔ دیکھ لیجئے اور قیسری بار چند لمحوں کے بعد اعلان دینے آیا کہ تجی فوت ہو گئی ہے۔ ”سبحان اللہ کیا صبر آئی بی تھا کہ تجی فوت ہونے پر بھی درس قرآن مجید بدستور جاری رہا۔

(۲) ایک عرصہ بعد۔ دوسری جہاں سال صاحبزادی کا رات کو وصال ہوا مگر اس کی اطلاع اور نماز جنازہ کا اعلان اس وقت تک فرمایا جب تک آپ صبح معمول صبح کے درس قرآن حکیم سے فراغت نہ پا چکے۔ درس سے فراغت پر احباب اور متعلقین کو اس واقعہ کا علم ہوا۔

(۳) ۱۹۳۶ء میں حضرت کچ کو تشریف لے گئے سندھیا سٹیم کمپنی بمبئی کے جہاز میں۔ ایس انگلستان پر آپ بھری سفر کر رہے تھے۔ مگر اس سفر میں بھی آپ نے درس قرآن جاری رکھا اور اس کے لیے اتنی مشقت برداشت فرمائی کہ حجاج کرام میں سے سندھی حضرات کی درخواست پر سندھی زبان میں اور فارسی زبان میں حضرات کی درخواست پر فارسی زبان میں بھی درس دیتے رہے۔ حضرت نے اس سفر میں سات دن تک ایک فقرہ تک تبادلہ نہ فرمایا کہ جہان کے مطلع کے ملازم سب کے سب بے نماز تھے حضرت کی متعدد بار فرمائش پر بھی انھوں نے نماز نہ پڑھی اس لیے آپ نے کھانے سے پرہیز فرمایا۔

(۴) کشمیر ایجنٹیشن کے دوران آپ نے قائم نامہ شرکت فرمائی۔ آپ کو اس پاداش میں مٹان ڈسٹرکٹ جیل میں نظر بند کر دیا گیا۔ حضرت وہاں بھی درس قرآن دینے کے لیے تپ تپتے مگر کوئی مسلمان اس وارڈ میں موجود نہ تھا۔ آخر ایک ہندو گرجا گھر ہی کو آپ نے درس قرآن دینا شروع کیا جس دن اس کے

سامنے یا ایسا تناس کی تفسیر بیان فرمائی تو وہ وہید میں آگیا اور صداقت قرآنی کا مصحف بن گیا۔

⑤ بارگاہ ایسا ہوا کہ شدید علالت کے باوجود درس قرآن حکیم کا نافذ فرمایا ایک دفعہ ۱۹۶۰ء کے رمضان المبارک میں اس قدر شدید میل ہو گئے کہ رات بھر بھر میں قیام فرمایا۔ اس سال چوتھے مہینے اور کمر پر پٹیاں باندھ رکھی تھیں ڈاکٹر نے بات تک کرنے سے منع کر دیا مگر جب سحری کا وقت آگیا تو حضرت نے بڑی مشکل سے اتباع سنت میں سحری کی نیت سے چائے کی آدھی پیالی نوش فرمائی۔ صبح کی ناز کے لیے معتدین کو روک کر لائے مگر ناز کھڑے ہو کر ادا کی اور پھر درس عمومی حسب معمول دئے کہ علمائے کرام کے درس خصوصی کو اسی طرح جاری رکھا گیا کہ حضرت میل ہی نہیں۔ (روفریک فضل اللہ یتیم من یشاء) اور درس کے بعد پھر اسی طرح میل ہو گئے۔

چونکہ حضرت کو قرآنی تفسیر اور درس قرآن حکیم سے مخلصانہ و الہانہ عقیدت اور عشق تھا جس کا یہ اثر تھا کہ جو ایک دفعہ بھی حضرت کے درس میں شریک ہوا برکات سے خالی نہ گیا۔ اس درس نے کئی خوش نصیبوں کو معرفت سے آگاہ کیا اور کئی بدکردار اللہ کے محبوب بندے بن گئے۔

حضرت کو قرآن حکیم سے جو الہانہ تعلق خواتین میں درس قرآن مجید تھا اس کی بنا پر حضرت نے خواتین کے لیے درس دینا شروع کیا جس کی ابتداء میاں غلام حسین صاحب مرحومہ ناظم انجمن خدام الدین کے مکان واقع قلعہ گوجرانگہ لاہور میں ہوئی یہ درس ان ہی کے مکان پر

دو برس سے زیادہ عرصہ تک جاری رکھا۔ یہی درس بعد میں مدرستہ البنات کی شکل میں ظاہر ہو گیا جس میں مقامات و تربیت یافتہ خوش ضمیمہ تھیں جنہوں نے حضرت سے درس قرآن کا شرف حاصل کیا۔ دوسری بچیوں نے اپنے اپنے مکانات پر درس قرآن جاری کر دیے۔

حضرت قدس سرہ العزیز کو یہ حکم بھی
درس قرآن میں لحاظ معاً طبعین حاصل تھا کہ آپ مخاطب کے حالات کے مطابق اس سے کلام فرماتے تھے خصوصاً درس قرآن حکیم میں اس امر کا پورا لحاظ فرمایا کرتے تھے۔

جمع کا درس عمومی و خطبہ شمل ہوتا تھا۔ اس میں زیادہ تر تفسیری ارشادات ہوتے۔ آپ نہایت آسان اور سادہ الفاظ میں درس فرماتے جس سے وَلَقَدْ يَسْمَعُونَ الْقُرْآنَ فَهَلْ مِنْ مُّثَدِّكٍ كِي عَلَى تَفْسِيرٍ ظاہر ہوتی۔ اگرچہ اس درس میں بھی علمائے کرام اور مفتی حضرات بیٹھتے مگر حضرت کا روئے سخن عام تذکیر کا ہوا کرتا تھا۔

علماء کے درس میں آپ کا روئے سخن انہی کی طرف ہوتا۔ یوں معلوم ہوتا کہ اہم سیوطی اور امام راغب اصطفائی کی تعلیمات کا پختہ بیان ہو رہا ہے۔

مستم دار العلوم ندوۃ العلماء کا بیان ان درسوں کے بارہ میں مستم دار العلوم ندوۃ العلماء کے رکن و ترجمان اسلامی مگر کمرہ علماء ابو الحسن علی ندوی کا بیان ملاحظہ ہو۔

”راقم السطور کو مولانا کی خدمت میں ۱۹۲۹ء سے نیاز حاصل تھے اور مجھے

آپ سے ملنے تک اور باطنی تعلیم دونوں کا شرف حاصل تھا۔ مولانا نے فقر بجا نصف صدی قرآن مجید کی خدمت و اشاعت اور دینی و عورت و اصلاح کا کام کیا۔ اس بارے میں ایسے انتہائی شغف و محویت، ثبات و استقامت کا ثبوت دیا جو بغیر اعلیٰ درجہ کی عزیمت، یقین و ولایت اور روحانی قوت کے مشکل ہے۔ جب انگریزی حکومت نے ان کو دہلی سے جلا وطن کر کے اجماع دہ مولانا بیدار شدہ مسلمانوں کی خدمت کے جانشین کی حیثیت سے قرآن مجید کے مضامین کی اشاعت اور جہادِ حریت کی تلقین کر رہے تھے، لاہور پہنچا یا تو آپ نے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر درس قرآن کا آغاز کیا۔ رفتہ رفتہ آپ شیرانوار دروازہ کی اس مسجد میں مستقل ہوئے جو لائن الی مسجد یا سجان خاں کی مسجد کے نام سے مشہور ہے۔ اس مسجد کا مستقف جتھ نہایت مختصر تھا۔ رفتہ رفتہ آپ کے درس نے شہر میں عام مقبولیت حاصل کرنی شروع کی اور پھر وہ پنجاب کا سب سے بڑا درس قرآن بن گیا۔

جہاں تک ہم کو معلوم ہے۔ آپ ہی کی وجہ سے پنجاب میں درس قرآن کا ذوق عام ہوا اور جگہ جگہ اس کی بنیاد پڑی۔ یہاں تک کہ کسی بڑی مسجد اور پڑھے لکھے مسلمان محلے کے لیے درس قرآن ایسا ضروری کام ہو گیا جس کے بغیر مسجد آباد اور خطیب کا مایاب اور مفید نہیں سمجھا جاتا۔

مولانا آپ کے درس کے درواتات تھے۔ ایک فجر کی نماز کے کچھ درجہ عام درس بن گیا تھا۔ اور ایک مغرب کے بعد یہ انگریزی دان طبقے اور کالجوں کے طلبہ کے لیے مخصوص تھا۔ اس درس میں صرف جمعہ کے دن نافرہ ہوتا تھا۔ یا جب مولانا سفر میں ہوں اس کے علاوہ چھٹی یا نافرہ کا کوئی دستور نہ تھا۔ بعض اوقات گھر

میں میت رکھی ہوئی ہے اور مولانا اپنے درس کا معمول پورا فرما رہے ہیں۔ درس کے بعد ماؤش کی اطلاع دیتے ہیں اور لوگ میت کے جنازہ میں شریک ہوتے ہیں۔ آخر شعبان سے ایک نئے درس کا اضافہ ہوتا ہے۔ یہ عہد کرام کی کلاں کھاتی تھی۔ یہ آخر شعبان سے شروع ہو کر غالباً آخر شوال میں ختم ہوتا تھا۔ یہ درس تین تین چار چار گھنٹے جاری رہتا تھا۔ مولانا کا معمول تھا کہ پہلے امتحان لیتے پھر سبق پڑھاتے۔ اس درس میں صرف مدارس عربیہ کے فارغین اور آخری درجوں کے مستعد طالب علم لیے جاتے تھے۔ ان کی تعداد معمولاً پچاس اور سو کے درمیان ہوتی تھی۔ آخر میں انتظامی امتحان ہوتا تھا اور پھر کسی صاحب نسبت بزرگ کے ہاتھ سے سندیں دی جاتی تھیں۔ یہ سند طبعاً ہوتی تھی۔ اس کا مضمون عربی میں حضرت مولانا محمد انور شاہ کا لکھا ہوا ہوتا تھا۔ اس پر حضرت شاہ صاحب، حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی، مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی اور غالباً حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب کے دستخط ہوتے تھے۔

اکابر علماء دیوبند کے اس سند پر دستخط ہونا اس بات کی دلیل تھی کہ حضرت کا درجہ قرآن حکیم تمام علماء کرام کے ہاں تسلیم ہے۔ آپ جو درس دیتے ہیں وہ سب کے ہاں صحیح ہے۔ انقل سند سامنے مسطور پر ملاحظہ ہوا۔

ترجمہ قرآن حکیم حضرت کا ترجمہ و معنی قرآن حکیم سہلی بار سہ ۱۹۳۷ء میں شائع ہوا۔ حضرت کو قرآنی الفاظ اور اشادات الہیہ کے ترجمہ میں خصوصی مہارت حاصل تھی۔ آپ قرآن حکیم کا ترجمہ تمام غیر متعلقہ اور غیر ضروری اُمور سے خالی لکھ کر فرمایا کرتے تھے۔ آپ کو خیالات کو زیرِ قلم لانے کا سلیقہ بھی

نقل سند

جو علماء کرام کو مسترکان حکیم میں کامیاب ہونے کے بعد دی جاتی ہے۔ اس پر علی حضرت
مرقاۃ سید محمد انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مبارک ہاتھوں نے لکھی

تفسیر القرآن العزیز من شہام الخاتم المتعلقہ جمعۃ خدام الدین
بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الذي خلق الانسان وحله الديان ، ثم جعله خليفة في الارض ، حاكما على الطول
والعرض ، والذي وضع الميزان واثقل القلوعان ، ليحيى من نحي عن بنية ، ويهلك من
هلك من بنية ، وليفرق بين الاولياء والرحمة والاولياء والعزلة لان ، الذين عدوا لخاصة
الله وتكلموا عن الفرض ، والفساد والتكلم على خير خلقه وخير خلقه ، عبد ورسول
الحادي لطريقته ، نبي الانبياء ، وخطيبهم وحاشرهم وعاقبهم ، الذي بيده
لواء العمد ، وقام المصور كان اول التبيين ، وبجفت احوالهم ، فكتبت لخدام الاحلاق
ومحاسن الافعال ، ومختار الظاهر للجمال والكمال ، ونحلى الله وامرهم كما ذكره التاكيد من حلوته واثمة
الى يوم النور ، اقاموا فان من آيات الله البينات في بساط الارض كتاب النيرة ، ووجهه لخير
الذين ، وهو قرآننا المجيد ، وفرقته الحميد ، الذي لا تقضى حاجته ، ولا تنفذ رفايته ، الا
وهو واسطة بينه وبين مخلوقه ، وراية الى حضرة وخطيرة قدسه ، وهو القاسم الرحمانيه من
ضيه ، والله ، وكان غير الناس بنف خبير الناس من علمه وتعلمه وخدمته ، وكان من ضمن
الله ان رفق اعاننا في دين الله المولى

وتفسيره ، في جميعه خدام الدين التي نشأت في بلدة لاهور ولدت منه ، وظهرت بركاته ،
وبجود ثمراته ، وترفع العزم الآن حتى اعطاء السند والاستاوع من وفق لتفصيل تفسير
القرآن من خيال العباد ، ووجدنا اهل ذلك وخلق الله ، فشرنا السعادات ، وبسط العزائم
ولوجه بقوى الله في السر والعلانية وان يتصوره وللاذنين ولعامة المسلمين وللاامة
والامة السنية ، وان يدعولنا في اوقاته الصالحة ، والله الموفق وهم نستعين

امضا آت العالما
محمد بن حسين امير فزا
خبر الله تعالى
مقر الله تعالى
ابراهيم بن محمد الدين

مدرسة العلوم
متعلقه
انجمن خدام الدين
در وازره خوارالامير

امضا آت العالما
محمد بن حسين امير فزا
خبر الله تعالى
مقر الله تعالى
ابراهيم بن محمد الدين

منہاجب اللہ ودیعت تھا۔ آپ نے خدمتِ قرآنِ حکیم کے سلسلے میں جو ترجمہ قرآنِ حکیم فرمایا ہے وہ نہایت جامع و مانع ہے جس طرح قرآنی ارشادات سے اسلام کے سب فرقے و فرہادیت کا اقتباس کرتے ہیں، اسی طرح آپ کے مترجم قرآنِ حکیم کو بھی سب فرقے منفقہ طور پر صحیح اور مستند سمجھتے ہیں۔ یہ ترجمہ سب مکاتیب فکر (دیوبندی، ہریلی، مسیحی، شیعہ) کا مصدق ہے۔

حضرت کے ترجمہ و تفسیر کی خصوصیات (۱) حضرت نے ترجمہ میں بنیادی طور پر شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر کا رخ رکھا ہے۔

(ب) ماثیہ پر بظاہر آیات کو اس طرح واضح فرمایا ہے کہ معمولی اردو خوان طلباء بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

(ج) مختصر اور جامع الفاظ میں پوری سورت یا اس کے کچھ حصے خلاصہ کے طور پر بیان کیے ہیں تاکہ طالب کے ذہن میں سورت کا مضمون مختصر ہے۔

(د) تائیدی طور پر تفسیر موضح القرآن کو بھی نقل فرمایا ہے۔

ترجمہ میں شاہ رفیع الدین کی اقتداء اور تفسیر میں شاہ عبدالقادر کی اتباع اس امر کی روشنی میں کہ حضرت نے تفسیر میں وہ ماسلوب اختیار نہیں کیا جو کہ اسلاف اور اکابر کے خلاف ہو۔

تفسیر اور ترجمہ کا ایک صغوی طور پر نمونہ شامل کتاب ہے۔

تعلق بالقرآن کی بنا پر حضرت نے اپنے سندھی زبان میں ترجمہ القرآن شیخ حضرت امروٹی رحمہ اللہ کے مترجم

قرآن حکیم کو سندھی زبان میں شائع فرمایا جس کا اب پانچواں ایڈیشن شائع ہو رہا ہے اس میں ترجمہ کی اشاعت محض حضرت کے ایصال ثواب کے لیے کی۔ آپ نے اس نافع سے ایک چمک مول نہیں فرمایا۔

علمائے اُمت کی رائے حضرت کے ترجمہ تفسیر قرآن حکیم کے بابے میں چند علماء کرام کی آراء درج ذیل ہیں۔
 استاذ العلماء و عمدة المحدثین زبدۃ الصالحین اعلیٰ حضرت سید محمد انور شاہ صاحب جناب مستطاب مولانا احمد علی صاحب لاہوری دام ظلہ در رحمۃ اللہ سے حق تعالیٰ نے ایک بہت بڑی خدمت لی اور اب انشاء اللہ العزیز عوام و خواص دونوں طبقے اس تفسیر سے اپنی تشنگی کرسکیں گے اور ترجمہ پڑھانے والے حضرات بہت سی مشکلات سے رہا ہو جائیں گے۔

سید الاتقیاء اسوۃ الصالحین حضرت مولانا حسین احمد صاحب فی شیخ الحدیث
 دُرّ العلوم دیوبند رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا احمد علی صاحب (دفعۃ اللہ لایحیہ و یرضاه و احصدہ علی قتل المراءات المرضیہ و رقاہ آمین) کو عنایات الازلیہ کی نگاہ انتخاب نے ازل ہی سے چُن کر اہل عظیم الشان امر کے لیے مسبقاً باحسنی قرار دے دیا تھا جن کی جدوجہد و جانفشانی ان فضیلہ تعالیٰ عرشہ و ازسے اس پرستان میں بار آور ہو رہی ہیں۔ وَ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَّشَاءُ۔

میں نے مولانا کے موصوف کی یہ تحریر دیدارہ ربطاً آیات قرآنیہ و اصباح معانی قرآنیہ مختلف مقامات سے دیکھی۔ بھگوانیت تغید اور کارآمد تحریر پائی۔ دلچسپ مہم

اور ضروری مضامین کا خلاصہ اس طرح اس میں بھر دیا گیا ہے کہ عوام و خواص دونوں کو بہت آسانی کے ساتھ دہد گراں مایہ انتہا آسکیں گے۔ میری نظر سے کوئی ایسا ضمن نہیں گزرا جو کہ مسلک اہل سنت والجماعت کے خلاف ہو یا اس پر کوئی گرفت ہو سکے۔ مجھ کو قوی امید ہے کہ اگر لوگ اس عجیب و غریب تحریک کا غور و خوض کے ساتھ مطالعہ فرمائیں گے تو کتاب اللہ کے سمجھنے کا فرض ادا کریں گے۔

آخر میں مولانا موصوف کی اس کامیابی پر مبارک باد دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے داریں میں ان کو سرخرو اور کامیاب فرمائے اور اپنی نعمت اور نعمان کے اعلیٰ درجات سے مالا مال کرے۔

امین واللہ ولی التوفیق وصلى الله على خير خلقه سيدنا محمد

وآلہ وصحبہ وسلم

امام العلماء اسوۃ المہدیین حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب

صدر جمعیتہ العلماء ہند (رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت فاضل علامہ مولانا احمد علی صاحب نے جس صورت سے کتاب اللہ کی خدمت

کی ہے یہ انشاء اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے لیے بہت مفید ہوگی اور ان کے قلوب میں قرآن مجید

کی تلاوت کی رغبت اور مضامین قرآنیہ پر غور کرنے اور سمجھنے کی صلاحیت پیدا کرنے کا کافی پیر

وسیلہ ثابت ہوگی۔ میں نے اس کو جتنی جتنی حقائق سے مطالعہ کیا اور اس طرز کو مفید و عمل

اور اقرب الی الخیر پایا۔ میری نظر میں کوئی بات مسلک اہل سنت والجماعت کے خلاف

نہیں آئی۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا کو خطائے غیر عطا فرمائے اور ان کی اس غلط

خدمت کو قبول فرما کر مسلمانوں کو مستفیذ اور بہرہ مند کرے۔ آمین والحمد للہ رب العالمین

والصلوة والسلام علی رسولہ محمد وکلمہ وچشمہ جمعین۔

مخدوم و محترم رئیس المؤمنین زمان حضرت مولانا سید محمد سلیمان صاحب ندوی
دامت برکاتہم (رحمۃ اللہ علیہ)

قرآن پاک کے علوم میں سب سے زیادہ دقیق اور نادر علم آیات اور سور کے باہم
رابطہ و تعلق کا ہے۔ امام رازی اور بقا علی نے اس پر بہت کچھ محنت کی ہے اور دوسرے
علمائے بھی اس پر کافی غور و غوض کیا ہے۔ پہلے سے زمانہ میں مولانا حمید الدین صاحب ندوی
صاحب نظام القرآن اور مولانا عبید اللہ صاحب سندھی خاص طور پر قابل ذکر ہیں دونوں
وقت یکساں اتحاد ذائق کے باعث کراچی میں باہم ملتے جلتے رہتے تھے۔ مولانا
عبید اللہ صاحب سندھی کے درس نے مستند دبا کمال پیدا کیے جن میں سب سے پہلی جگہ
مولانا احمد علی صاحب امیر انجمن خدام الدین کو حاصل ہے۔ بوقت نئے اس درس میں جو
کچھ پایا اس کو وقت عام فرمایا۔

انجمن خدام الدین کے مخلص و باہمت ارکان شکریتہ کے سختی ہیں کہ انھوں نے
ایک ایسے قرآن کی طباعت و شاعت کا سامان کیا جس میں یہ متفرق فیوض و برکات یکجا
کر دیے گئے ہیں۔ قرآن پاک کے اس نسخہ میں ترجمہ بعینہ شہاب عبدالقادر کا رکھا گیا ہے
اور حضرت شہاب صاحب کے حواشی بھی بعینہ چھپائے گئے ہیں ساتھ ہی مولانا احمد علی
صاحب نے قرآن پاک پر آیات کے ربط و تسلسل کی پابندی کے ساتھ جو حواشی لکھے تھے
اور جو علماء جمعہ کی کاموں سے بار بار گزر چکے تھے ان کا اضافہ کیا ہے۔ حضرت شہاب
عبدالقادر صاحب کے حواشی چھپنے سے وقت کی نظر ڈالی ہے اس کو معلوم ہے کہ انھوں
نے بھی آیات کے ربط و تسلسل کا خاص خیال رکھا ہے لیکن انیسویں ہے کہ ان کے یہ حواشی

بہت مختصر تھے اور پورے قرآن پر التزام نہیں رکھے گئے تھے۔ مولانا احمد علی صاحب نے اس کی کوئی پور کیا ہے اور سارے قرآن پر التزام کے ساتھ ایسے حواشی لکھے ہیں جن میں ربط و تسلسل کے رموز و اسرار منکشف ہو جاتے ہیں اور مختصر الفاظ میں آیات کے وہ حقیقت پرور مطالب سامنے آ جاتے ہیں جن سے تفسیر کی بڑی بڑی کتابیں خالی ہیں۔ ان حواشی کی خصوصیات یہ ہیں کہ ان میں مسلمانوں کی موجودہ بیماریوں کے علاج کی طرف خاص طور سے اشارے کیے گئے ہیں اور ان کے قوانین عمل کو پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

حضرت نے مدرسہ دارالرشاد (سندھ) میں کتب میں ارشد تلامذہ کی فہرست نظامیہ کا درس دیا مگر ابتداء ہی سے حضرت کو درس قرآن حکیم کا شوق تھا اور اس میں آپ کو ایسا ملکہ حاصل تھا جو اس زمانہ میں شاید ہی دوسرے علماء کو حاصل ہو۔ آپ کے اہل فضلہ اور علماء کے بیچے درس قرآن خصوصی ہوتا تھا جس میں آپ مدنی قرآنی اور حکمت اہل الشی کے نکات بیان فرماتے۔ یہ درس اصل تمام علوم کے حاصل کرنے کے بعد ایک قسم کا تکمیلی درس ہوتا تھا۔

حضرت شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ دورۂ حدیث کے اختتام پر حجب فارغ التحصیل علماء کو دستِ فضیلت بندھواتے تو فرما پا کرتے تھے۔
علم کی تحصیل آپ نے آٹھ سال دیوبند میں وہ کہ کی تکمیل آپ کی دوسری جاکر حضرت مولانا احمد علی کے دورۂ تفسیر میں ہوگی؟

حضرت کی اس دہائی گام سے فارغ شدہ بالکمال علماء و فضلاء میں سے جن کی زندگی مسلمانوں کے لیے مشعل راہ ثابت ہوئی، مندرجہ ذیل نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں

حضرت کے فیض سے علماء کرام اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ بھی برابر فیض یاب رہتا رہا اس لیے تلامذہ کی فہرست کو دو حصوں میں پیش کیا جاتا ہے۔

الف: علماء کرام

- ۱۔ علامہ سید ابوالحسن صاحب ندوی مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء رکھنہ
- ۲۔ مولانا محمد طاہر صاحب مرحوم قاسمی نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند (ساتھ)
- ۳۔ مولانا الحاج عبدالغمان صاحب خطیب و مہتمم دارالعلوم عثمانیہ کراچی
- ۴۔ حضرت مولانا کفیل احمد صاحب (بھٹوری) استاد عدسہ انصاریہ کھٹکے۔
- ۵۔ حضرت مولانا ابوالعباس خٹا صاحب

ب۔ جدید تعلیم یافتہ حضرات

- ۱۔ خواجہ عبدالوحید صاحب ایڈیٹر الاسلام (انگلش) کراچی
- ۲۔ علامہ علاؤ الدین صاحب صدیقی صدر شعبہ علوم اسلامی پنجاب یونیورسٹی
- ۳۔ ڈاکٹر سید عبداللہ شاہ صاحب پرنسپل اورنٹل کالج لاہور
- ۴۔ ڈاکٹر محمد فاروق صاحب ایم اے پروفیسر دیال سنگھ کالج لاہور
- ۵۔ شیخ محمد عظیم اللہ صاحب ایڈووکیٹ۔ لاہور۔
- ۶۔ پروفیسر سعادت علی خاں ایم اے پرنسپل (ریٹائرڈ)
- ۷۔ مولوی بشیر احمد صاحب بی اے لودھیانوی

حضرت محدث قرآن حکیم کے
تلامذہ کو خدمت قرآن کی ہدایت اس قدر شدائی تھی کہ وہ تفسیر
کے مزید یافتہ علماء کو دنیا فرتما یا دہائی کرتے رہتے کاحضوں نے کس حد تک خدمت

قرآن حکیم کی ہے۔ ذیل کے خطوط سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔

بسمہ تعالیٰ

محترمی سلام سفون!

درستہ قاسم العلوم لاہور سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد
آپ قرآن مجید کی تبلیغ کی قسم کی کر رہے ہیں۔ جلد اطلاع دیں۔ اساتذنا
مولانا احمد علی صاحب کے ارشاد کے مطابق میں یہ آپ سے پوچھ رہا ہوں
جب کبھی کوئٹہ آئیں تو ملاقات بھی کر کے جائیں۔ فقط والسلام

ڈاکٹر عبد اللطیف حقیر

بج ۲۰ سپر روڈ کوئٹہ ۱۹۵۵ء

محترم القام مولانا نواز احمد صاحب۔ دامت فیہ شکم

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ میرے طبع شدہ کارڈ اور

سوال نامے کے جواب میں آپ کا کارڈ ملا مجھے افسوس ہے کہ آپ
قرآن مجید کی اشاعت نہیں کر رہے۔ بیل شدہ یہ ہے کہ آپ پہلی خدمت
میں اس کو نامی کی کافی کرنے کی کوشش کریں۔ زیادہ نہیں تو ابتداء میں
دس پندرہ منٹ روزانہ اس کا ذخیرہ کے لیے ضرور صرف کریں۔ اگر آپ
چند آیات کا ترجمہ ہی سنا دیا کریں تو بھی ایک حد تک اشاعت قرآن مجید
کا حق ادا ہو جائے گا۔

العارض احقر الامام احمد علی عفی عنہ

محترم المقام مولانا نور احمد دام فیضکم! از احقر الامام احمد علی عفی عنہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ
واقعد یہ ہے کہ اصل میں علماء کرام ہی قرآن مجید کی اشاعت کر سکتے
ہیں۔ ارشادات نبویہ پر نظر فائر رکھنے کے باعث قرآن مجید سے
اللہ تعالیٰ کی مراد و محمول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرح کو یہی حضرات
شرح صد سے بیان فرما سکتے ہیں۔ اس لیے میری درخواست ہے
کہ آپ اس فرض منصبی کے ادا کرنے والوں میں شمولیت فرمائیں اور
نظام اشاعت قرآن میں شامل ہونے کے لیے مسئلہ جوابی کارڈ
پر جواب تحریر فرمائیں۔

نمبر ۴۴ نمبر ۱ ماہ ذیقعد ۱۳۷۹ھ

خطباتِ جمعہ

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی تبارعِ قرآن حکیم اور اطاعتِ سیرتِ نبیہ الہیہ کا مکمل نمونہ تھی۔ آپ کا کوئی بھی کام قرآنی تعلیمات کے دائرہ سے باہر نہ ہوا کرتا تھا۔ ان ضمن میں حضرت کی تقدیر پر مراعظاً خصوصاً خطباتِ جمعہ شاہد ہیں۔ وہ خط نصیحت کے لیے قرآن حکیم نے قرآن ہی کو بنیاد قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے :

قَدْ كُنَّا الْفُقَرَاءَ مِنَ تَحَاُفٍ وَوَعِيدٍ (ق)

پہنچ کر آپ نے بائیس سو تیس سو نو سو سال تک جو خطباتِ جمعہ ارشاد فرمائے وہ سب سب قرآنی آیات کی روشنی میں مرتب کیے گئے تھے۔ ان کی ترتیب میں حضرت اس قدر اہتمام فرماتے تھے کہ آپ نے ہفتے کے دو دن انگل، بوجھا صرف قلمبہ جمعہ کے لیے مخصوص فرمائیے تھے۔ ان مخصوص ایام میں اپنے ایک مستفاد خاص کے ہاں تشریف لے جاتے اور قرآنی آیات پر غور و فکر کر کے خطبہ جمعہ مرتب فرماتے۔ آپ نے جو خطبے ارشاد فرمائے ان میں سے چند مشہور خطبات کے عنوان یہ ہیں :-

- ۱۔ نبی کا آثارِ پیغام الہی پہنچانا، سرورِ ان قوم کا ٹھکانا، احوال کا اپنے سرداروں کا کمانہ اتنا، عذاب الہی آنا اور اس قوم کا عیادت ہو جانا۔
- ۲۔ آدمی دو قسم کے ہیں۔ پہلی قسم وہ ہے جن کا مقصد حیاتِ فطریہ ہے کہ دنیا کی زندگی کدھام سے گزرے دوسری قسم وہ ہے جن کا مقصد یہ ہے کہ آخرت کے حساب کتاب میں کوئی خلافِ مرضی الہی کرنے کا ہم پر الزام نہ لگنے پائے۔

۳۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم والدودھائی مرض میری قوم میں بھی پایا جاتا ہے (ناب و تول میں کی)۔

۴۔ قرآن مجید بابرکت کتاب ہے اس کا اتباع کرو اور خدا تعالیٰ سے ڈرو۔

۵۔ آج ظلم پر خطبہ پڑھنے کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے اس لیے کہ مسلمانوں میں بعض گروہ ایسے پیدا ہو گئے ہیں کہ شرابیوں پر ظلم کرنا انھوں نے اپنا شیوہ بنا رکھا ہے۔

۶۔ سچے مومن کون ہیں؟

۷۔ اشیاء مخلوقہ کے فرائض۔

۸۔ خطیب کا فرض۔

۹۔ تائوس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت۔

حضرت کے خطبات کس قدر جامع اور موثر ہیں، اس کے لیے صرف دو شواہد میں کافی ہیں۔ آپ کے عزیز رشید قتادہ ابوالحسن علی ندوی فرماتے ہیں:

”انادوہ واصلاح کا ایک بڑا موثر ذریعہ اُن حضرت کے جمعہ کے خطبات تھے۔“

جہاں تک سیری حکومت کا تعلق ہے، لاہور کی کسی مسجد میں اتنا کثیر مجمع اتنے ذوق و شوق کے ساتھ خطبہ سمیٹنے نہیں آتا تھا۔ مولانا عربی کے خطبہ جمعہ سے پہلے پورا ایک گھنٹہ تقریر کرتے تھے۔ تقریر مملات حاضر سے قوی تعلق رکھتی تھی۔ اس میں معاشرہ کی خرابیوں اور لوگوں کی اخلاقی اور دینی بیماریوں کی نشان دہی ہوتی تھی اور عوام کے غلط رجحانات اور حکومت وقت کی بے دینی پر اتنی صاف اور کھلی تنقید ہوتی تھی کہ اس کی نظیر میں اس زمانہ میں مشکل ہے ملنے والے کا انھیں، اس کی بے غرضی، اعتماد علی اللہ، تسامح و عواقب سے نینازی اور وطن کے دل سوزی امداد و مدد، لوگوں کو سکھانے کی سعی، بہت سی انھیں انگلیاں نظر آتی

تھیں اور بہت سے سہزادے سے جھگڑے ہوئے۔

انگریزوں کے عہد اور قیام پاکستان کے بعد مولانا کی یہ حق گوئی اور بے باکی کیساں طور پر قائم رہی۔ اس میں نہ حکومت کی تیز بخئی اور نہ جمہور کی عادت المسلمین کی اخلاقی پستی، ان کے تفتیش کی طرف رجحان اور اسلامی قانون کی مخالفت کو بڑی جیساکی اور بے خوفی سے بیان فرماتے تھے۔ بد اخلاقی اور فسق و فجور کے مرکزوں کو شمار کر کے بتاتے اور مسلمانوں کو خبرت دلاتے۔ اکثر درس میں فرماتے کہ ”اے اٹھارہ لاکھ مسلمانوں! میں تمہارے درمیان چھیالیس برس سے رہتا ہوں اور قرآن سناتا ہوں لیکن انسان کی صورت کو ترستا ہوں۔ تم سب کچھ ہو لیکن انسان نہیں ہو“ مولانا کی تقریریں سن کر اکثر اقبال کا یہ شعر یاد آ جاتا۔ ۵

آئیں جو ان مردی حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں مڑ بھی

مولانا عبد المجید مرحوم سہروردی حضرت مولانا عبدالنار محمدی وزیر آبادی کے چوتھے ہیں۔ انھوں نے حضرت کے خطبات کو سب سے پہلے شائع کرانے کا شرف حاصل کیا۔ آپ رقم طراز ہیں:-

”حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ کسی تصارف کے محتاج نہیں۔ قرآن فہمی اور قرآن دانی میں جو مکمل قدرت تھی آپ کو وہ ایت کرکھا ہے اُس پر آپ کے اساتذہ اور والدہ العلوم دیوبند کو بھی بجا طور پر ناز ہے کہ ان کی وساطت سے ایک ایسا سرور ہما دیبیا ہوا جس کے درس قرآن نے ان کے تئوں کو بھی زندہ کر دیا۔ یہ ایک حقیقت ہے جس میں قطعاً کوئی شبہ نہیں کہ جبکہ صاحب مدرس نے لاہور میں ”درس قرآن“ کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ لاہور

کی کاپی ایٹ گئی ہے اور لوگوں کی ذہنیوں میں ایک انقلاب پیدا ہو گیا ہے۔
 وہیں قرآن اور خطبات تو عام طور پر جوتے رہتے ہیں، مگر جس ایثار جس غلوں،
 جس ذوق و شوق اور جس کیف و ارغلی سے حضرت مولانا دس یا خطبہ دیتے ہیں بہت کم
 خلیفہ یا مدرس دیتے ہوں گے۔ شدت نے ان کی زبان میں خاص تاثر عطا فرمائی ہے۔
 اچھے اچھے ادیب اور صاحبِ علم بھی ان کی تقریر سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے۔
 اور دُعا سے کچھ چلے آتے ہیں:

بھوہ تعالیٰ حضرت کے خطبات بعد آٹھ جلدوں میں کئی دفعہ طبع ہو چکے ہیں۔ ان
 کی افادیت سے علماء اور خطباء کرام بہرہ ور ہو رہے ہیں۔

محاسنِ ذکر

بعثتِ انبیاءِ عظیم السلام اس لیے ہوئی کہ انسانوں کا تعلق خداوندِ تقدوس سے قائم کر دیا جائے اور بندہ اپنے آقا کا پُر اور اطمینان اور فرمانبردار ہو جائے ہر نبی علیہ السلام نے یہی پیغام حق اپنی قوم تک پہنچایا۔ اَحْبِبُّوا اللّٰهَ۔ ترجمہ۔ عبادت کرو اللہ کی۔ (روح ۲) عبادت اور اطاعت کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کو بڑا بلند مقام حاصل ہے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا۔ وَكُنْ لِلّٰهِ كَنُودًا اس ذکر کا حکم قرآن میں بار بار آیا ہے مگر قرآنی آیات کے بغور پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زندگی کے ہر سڑ پر ذکر کو اللہ کا حکم دیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا۔

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْا (جمہ ۱۰۰)

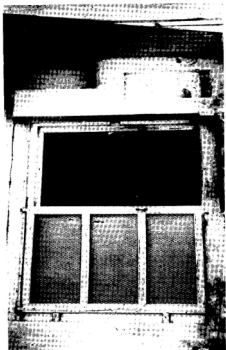
ترجمہ۔ یاد کرو اللہ کو بہت تاکہ تم فلاح پاؤ۔

یہ فلاح و کامرانی اس زندگی میں بھی ہے اور آخری زندگی میں بھی جیسا کہ ارشاد ہے:

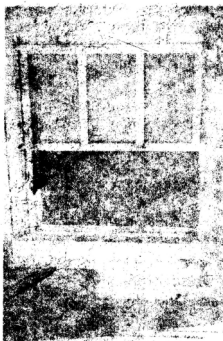
وَالَّذِيْ اَكْبَرُ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَالَّذِيْ اَكْبَرُ اللّٰهَ مَغْنَمًا وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا (احزاب ۳، ۴۵)

ترجمہ۔ اور ذکر کرنے والے اللہ کا بہت اور ذکر کرنے والے عزتیں تیار کر رکھی ہیں اللہ نے ان کے عشقیں اور اجر بڑا۔ (تیسرا القرآن)

چنانچہ تمام بزرگانِ دین نے ذکر اللہ کو بنیادی تعلیم قرار دیا۔ ذکر اللہ کے طریقے مختلف ہیں مگر مقصود سب کا اللہ کا ذکر ہی ہے محنت کا تعلق سلسلہ قادیسیہ سے تھا۔



جان سمجھو پڑھو کہ ان قوم میں جس وقت سے مشغول اللہ و ملائف ہمارے تھے اور تمہیں کرشد ہدایت قسیم کیا کرتے تھے۔



اور اس سلسلے میں ذکر کر بڑی اہمیت حاصل ہے اس لیے کہ اسی ذکر کو تعلق باشد
 کا سب سے بڑا ذریعہ بنایا گیا ہے حضرت نے ذکر کے لیے یہ التزام فرمایا تھا کہ ہر جمعرات کو
 مغرب کی نماز کے بعد ذکر کیا جاتا اور یہ ذکر یا بھر سزا جو باقی سلسلہ قادریہ حضرت شیخ عبدالقادر
 جیلانی قدس سرہ العزیز کی طرف منسوب ہے حضرت کا ارشاد ہے :-

”ہم جمعرات کو ذکر ہر شروع کرنے سے پہلے گیارہ دفعہ سورۃ اخلاص پڑھ کر
 اس کا ثواب ضرور حق اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے حضرت پیران پر شیخ
 عبدالقادر جیلانیؒ کی روح کو پہنچاتے ہیں۔ ذکر ہر گیارہ طریقہ انھیں کا
 بتایا ہوا ہے۔“

ذکر ہر کا جو طریقہ حضرت نے بکریہ فرمایا تھا وہ یہ ہے :-
ذکر ہر کا طریقہ اَسْتَوْذُّ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ اور بِسْمِ اللّٰهِ
 الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے اول گیارہ مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھیں جائے پھر اتنے اٹھارے
 حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کی روح کو ثواب پہنچایا جائے
 اس کے بعد مذکور ذیل تین غائیہ کی جائیں :-

(۱) اے اللہ تو مجھے اپنا شوق نصیب فرما

(۲) اے اللہ تو مجھے اپنا نام نصیب فرما۔

(۳) اے اللہ تو مجھ سے وہ کام کروا جن میں ترافضی ہو۔

اس کے بعد ذکر شروع کیا جائے اور ساتھ ہی تسبیح کے دانے پھیرنے شروع کر دیے جائیں۔
 اَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
 مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ تین دفعہ پورا کر پڑھنے

کے بعد تقرر فرمایا کرتے تھے جو اسی وقت قبلہ کی باقی تھی۔ اس تقرر میں غاصب مدعی
اور دینی ارشادات ہو گئے تھے۔ ذیل میں چند تعاریف کے اقتباسات درج ہیں۔
سائنس کی قضا نہیں ہو سکتی چونکہ ماسٹر و ناظر ہے۔ ہر گھڑی اور ہر آن ہو جاتا
ہے۔ نماز کی قضا تو ہو سکتی ہے یعنی جب بندہ چاہے اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر
پچھلے گناہ معاف کر سکتا ہے مگر سائنس کی قضا نہیں ہو سکتی اس لیے کہ جو سائنس ایک
دفعہ جانچا ہے اس کا دوبارہ لاشکول ہے جب آئے گا دوسری آئے گا۔ اسی لیے
اہل اللہ فرمایا کرتے ہیں جو دم غافل مردم کافر۔

صحبتِ دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک اچھی دوسری بُری
اچھی اور بُری صحبت اچھی صحبت اچھے نتائج پیدا کرتی ہے اس کے اخلاق
سنور جاتے ہیں اور مستقبل درست ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اچھی صحبت
عطا کرے۔ بُری صحبت میں عاقبت برباد ہو جاتی ہے۔ آنحضرت صلعم نے اچھی اور بُری
صحبت کے نتائج کو واضح کرتے ہوئے فرمایا: ”اچھی صحبت کی مثال ایسی ہے جیسے طوفان
کی دکان ہو۔ جو شخص ایسی دکان میں جائے گا۔ چاہے وہ عطر نہ بھی خریدے کم از کم اس کی
خوشبو تو ضرور سونگھے گا۔ اور بُری صحبت کو دکان کی جگہ کے تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا کہ ایسی
دکان میں جانے والا اگر کچھ نہ بھی لے گا تو کپڑے ضرور ہلکا کرے گا۔“

خواجہ معین الدین چشتی فرماتے ہیں: ”صحبتِ نیکیاں نیکی و صحبتِ بد اسے بد از بدی
اللہ تعالیٰ میں نیکیوں کی صحبت میں پہنچائے۔“

اولیاءِ کرام نبی اکرم صلعم کے مسند نشین ہوتے ہیں۔ ان کی دوستیں ہیں۔

علمائے کلام اور صوفیائے عظام۔ علمائے کلام حضور اکرم صلیعم کی تعلیم کتاب کا فرض ادا کرتے ہیں۔ وہ بھی حضرت نبی کریم صلیعم کے مسند نشین ہیں۔ صوفیائے عظام تزکیہ کا فرض ادا کرتے ہیں۔ وہ قرآن کا رنگ چڑھاتے ہیں اور یہ بھی نبی کریم صلیعم کے مسند نشین ہیں۔ آنحضرت صلیعم کا ارشاد ہے خیار عباد اللہ اذا دوا ذکر اللہ۔ خدا کے نیک بندے وہ ہیں کہ جب انھیں دیکھا جائے تو خدا یاد آ جائے۔ اس قسم کے اللہ کے بندوں کا عکس دوسروں پر پڑتا ہے، اُن کی صحبت میں جانے سے نل جاتا ہے کہ اللہ اللہ کریں۔ دل دنیا سے برگشتہ ہو جاتا ہے۔ اس چیز کو ساڑھے تیرہ سو سال پہلے لے جایئے اور افلاذہ کیجئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت میں کتنا اثر پڑتا ہو گا۔ آپ کی صحبت میں سب کچھ ذہنی طور پر حاصل ہو جاتا تھا۔ اب سب کچھ کُسا حاصل کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے نیک بندوں کی صحبت از ضروری ہے۔ دُور کی صحبت میں جا کر اور کچھ نہیں تو بُری باتیں تو ضرور سننا پڑتی ہیں۔

”امراض رُومانی کا علاج صحبتِ شیع کے سوا کچھ کمال کی صحبت کا اثر نہیں۔ کتاب میں پڑھنے سے یہ دُور نہیں ہوتے۔ دینی

مدارس میں کتابوں پر عبور حاصل ہو جاتا ہے مگر تکمیل نہیں ہوتی۔ اس لیے علماء کی بھی کما حقہ اصلاح نہیں ہوتی۔ بعض امراض رُومانی جسمانی امراض سے زیادہ مشکل ہوتے ہیں۔ جسمانی بیماریاں قبر کے دُور ختم ہو جاتی ہیں۔ رُومانی بیماریاں ساتھ جاتی ہیں۔ زمینداروں، سرکاری ملازمین اور تاجروں کو تو جانے دیجئیے۔ اہل علم بھی ان سے نہایت غنیمت پا سکتے۔ حجب تک کو غاص بہ استہام ذکر ہیں۔

مدارس عربیہ میں طلبہ کو علم و انستق کے درجے پر حاصل ہوتا ہے۔ دانشق

کے صبر پر نہیں سمجھتی وہ دین سمجھ کر آتے ہیں لیکن اکثر ان میں سے ایسے ہوتے ہیں جن پر دین کا کوئی ٹک چڑھا ہوا نہیں ہوتا۔ اس لیے علما کے لفظ بھی روحانی بیماریاں باقی رہتی ہیں جب تک کہ اللہ والوں کی صحبت نصیب نہ ہو۔

”نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ اس کے سوا باقی تمام کمالات نبوی کے عالمیں اب تک رہے ہیں۔ اب بھی موجود ہیں اور قیامت تک رہیں گے انہیں کی صحبت میں اصلاح حال ہوتی ہے۔ اللہ والے مرتبوں سے بھی گراں قیمت ہیں۔ موتی طے لرزاں لیکن اللہ والے طے گرلے۔ وہ نایاب نہیں کم یاب ہیں مگر کامل مل جائے تو اس کے قلب سے ادب، عقیدت اور اطاعت کی تین تاریں جوڑنے سے فائدہ ہوتا ہے۔ اس کے بغیر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں بھی رہنے والے محروم رہے۔ جن کو آنحضرت صلعم کا نہ پاس ادب تھا اور نہ عقیدت تھی اور نہ وہ اطاعت کرتے تھے۔“

میں نے ان گہ نگار آنکھوں سے اپنے عقیدت، ادب، اطاعت دونوں مرتبوں کے اُل دیکھا کہ عقیدت، ادب اور اطاعت کرنے والے چند دنوں میں مجھ دیاں بھر کرے گئے اور جنوں نے ایسا نہیں کیا۔ وہ ساری عمر صحبت میں رہ کر بھی محروم ہے۔ اینٹ اگر بھٹے میں ڈال جائے اور نہ پکے تو پکی کھلاتی ہے۔ کہتے ہیں کہ پکی سے کچی اینٹ بستر موتی ہے کہ وہ دنیا کا مقابلہ پکی سے زیادہ کرتی ہے۔ اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ کسی اللہ والے کے اُل سے عیاں تو وہ اُل سے پک کر ٹھننے کی توفیق عطا فرمائیں آمین

حُبِّ لَغَيْرِ اللَّهِ ایک شخص نے مجھ سے اپنا واقعہ بیان کیا اس کا بیان ہے

تو میں اشد اشد کیا کرتا تھا۔ اس کی برکت سے میرے دل میں ایک چراغ روشن تھا۔ ایک دن میں پانی والے تالاب کی طرف سے آ رہا تھا۔ سنہری سجد کے قریب تقسیم سے قبل ایک ہندو لڑکی پر میری نظر کاڑھتا تھا کہ چراغ بجھ گیا۔ پھر آج تک روشن نہیں ہوا۔

وہ تو ایسا نازک مزاج محبوب ہے کہ غیر پر نظر پڑ جائے تو ناراض ہو جاتا ہے۔ میلان طبع اپنے بس کی بات نہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ انسان طبیعت کو بڑائی سے روک لے۔ جیسے منہ زور لگھوڑا ہو تو زور لگائے گا اگر سوار اس کو روکے گا۔

غریب کی آہ میں کہا کرتا ہوں کہ اسیر سے مت ڈریئے۔ اس کو اپنی دولت پارٹی اور اثر و سُمخ پر ناز ہوتا ہے۔ وہ غیر کے دروازے پر جاتا ہے۔ وہ پولیس اور عدالت میں جانے لگا۔ اس کا آپ مقابلہ کر سکیں گے۔ غریب سے زیادہ ڈرنا چاہیئے۔ اگر اس کو آپ نے ستایا تو وہ غیر کے دروازے پر نہیں جائے گا۔ وہ بارگاہ الہی میں فریاد کرے گا اور دوا نہو بہا کر غاموش ہو جائے گا۔

تبریں ادا و مظلوماں کہ نہ گام و عاکردن

احابست از در حق بہر استقبال می آید

اس کے دوا نہو بہا دی کے لیے کافی ہیں۔ میرے پاس ایک دفعہ ایک سائق پولیس انسپکٹر آید بڑا قوی سیکل چھوٹ تھا۔ فضل حسین ہرمجہ شفیق اور ڈاکٹر سر محمد اقبال کی تحریریں اس نے مجھے دکھائیں کہ یہ واقعی لواحق کا تعلق ہے۔ میں نے جب اس سے کہا کہ اس وقت دفتر بھی بند ہے اور کوئی موجود بھی نہیں تو وہ مجھ سے کہنے

لگا کر دوا متفاظد کے پتوں سے ہی پیسہ پیسہ جمع کر کے مجھے دے دیجئے۔
 دیکھا آپ نے کسی غریب کی آہوں نے اُسے کہاں تک پہنچا دیا۔

ذکر جبر کا فائدہ ذکر جبر کے فائدے میں بار بار عرض کر چکا ہوں۔ اس کا
 ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ ذاکر وساوس و خطرات سے بچ
 جاتا ہے۔ لیکن ذکر جبر زیادہ زور سے نہیں کرنا چاہیئے۔ بعض احباب مجھ سے
 غنے آتے ہیں۔ ان کو علم نہیں ہوتا اس لیے وہ زیادہ جلد آواز سے ذکر کرتے
 ہیں۔ پُرانے احباب کو چاہیئے کہ ان کو سکھا دیا کریں۔

مصاب میں خدا پرستوں کا مسلک دنیا میں کوئی شخص من کل العوالم
 آرام پا ہی نہیں سکتا ہے۔

وہی دنیا کسے بے غم نہ باشد
 اگر باشد نبی آدم نہ باشد

اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں :-

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ (سورة البدرہ)

ترجمہ ہم نے انسان کو بحیثیت اٹھانے کے لیے پیدا کیا ہے۔

انبیاء علیہم السلام سب زیادہ پاک و سب سے زیادہ با اخلاق اور مقبول و رگوار
 الٰہی جتے ہیں۔ وہ کسی کو نہیں ستاتے۔ ان کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :-

عَنْ سَعْدٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْ الْكَاسِ
 أَشَدُّ بَلَاءً قَالَ الْأَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْأَمْثَلُ قَالَ الْأَمْثَلُ

ترجمہ : سعد فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ بلیا کوئی ایک

سنت پیغمبروں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: انبیاء علیہم السلام پھر وہ لوگ جو ان کے مشابہ ہوں اور پھر وہ لوگ جو ان کے شاہد ہوں۔ (الحديث، رواہ الترمذی وابن ماجہ)
 سب سے زیادہ مصائب انبیاء علیہم السلام پڑتے ہیں۔ اس کے بعد ہر شخص جتنا اُن سے زیادہ قریب ہوگا۔ اتنا ہی وہ مصائب کا شکار ہوگا۔ انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں لیکن مصائب اُن پر بھی آتے ہیں۔

انسانوں کی دو قسمیں ہیں۔ خدا پرست اور نفس پرست۔ مصائب میں دونوں مبتلا ہوتے ہیں۔ نفس پرستوں پر مصائب ان کی اپنی شامتِ اعمال کا نتیجہ ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:-

وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ

ترجمہ: اور جو مصیبت تم پر آئی ہے سورہ بدلہ ہے جو کیا یا تمہارے ہاتھوں نے

اور عاف کرتا ہے اللہ بہت سے گناہ (سورۃ الشوری - ۴۱)

مصائب خدا پرستوں پر بھی آتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام خدا پرستوں کے نام ہوتے ہیں۔ وہ چونکہ معصوم ہوتے ہیں اس لیے ان پر مصائب کا آنا ان کی شامتِ اعمال کا نتیجہ نہیں کہا جاسکتا۔ بلکہ یہ مصائب قُرب الی اللہ میں ان کی ترقی درجات کا باعث بنتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام اور ان کے تبعین کی تکالیف کے متعلق سورہ آل عمران ۱۳۹-۱۴۰ بار ۴ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

وَكَايْنِ مِنْ نَبِيٍّ قَاتِلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ وَمَا كَانَ قَوْلُهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا

ذُنُوبَنَا وَمَسَا قَاتِنَا فِيْ اٰمُرِنَا وَنَكِيَّتِنَا اَقْدَامُنَا وَانْصَرْنَا عَلٰی الْقَوْمِ
الْكٰفِرِيْنَ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ تَوَابَ اللّٰهِ نِيًّا وَحَسَنَ تَوَابٍ
الْاٰخِرَةِ مَا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

ترجمہ: اور بہت سنی میں جن کے ساتھ ہر کرڑے میں بہت خدا کے طالب اور پھر
نہارے ہیں کچھ تکلیف پہنچنے سے اللہ کی راہ میں اور دست بستہ ہوئے ہیں اور مذہب
گئے ہیں اور اللہ محبت کرتا ہے ثابت قدم رہنے والوں سے اور کچھ نہیں ہرے مگر
یہی کہا: اے رب ہمارے! بخش دے گناہ اور جو ہم سے زیادتی ہوئی ہمارے کاموں میں
اور ہمارے قدریں کو ثابت رکھ۔ اور مدد دے ہم کو کافروں کی قوم پر۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو دیا
دنیا کا ثواب اور دوزخ کا ثواب آخرت کا۔ اور اللہ بہت دیکھتا ہے نیک کام کرنے والوں سے۔
حضرت کا ارشاد ہے کہ اشغالِ عبرت کے لیے ہوتی ہیں۔ پہلے انبیاء
علیہم السلام اور ان کے صحابہ کرامؓ نے اللہ کی راہ میں جہاد کیے اور اللہ کی راہ میں
جہاد کرنے والوں سے ان کو جو تکالیف پہنچیں اس پر وہ ہارے نہ دست بستہ ہوئے
اور نہ ہارے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو پہلے سوچ کچھ کہ اپنا صحیح مسلک متعین کر لینے
کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا اے العلیین۔

اس کی شہادت میں پہلے
اسلام شرعیہ کی تعمیل میں استقامت قرآن مجید پھر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے پیش کروں گا۔

اِنَّ الدِّیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ

الْبَلَدِ الْغَافِقُ وَلَا تَخْزَوْا وَلَا تَبْتَغُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ
تُوعَدُونَ (سورہ نجم السجدہ، ص: ۱۶۶)

ترجمہ: بے شک جنوں نے کہا تھا کہ ہمارا رب اللہ ہے، پھر اس پر قائم ہے اُن
پر فرشتے اُنہیں گئے کہ تم خوف نہ کرو اور غم نہ کرو اور جنت میں خوش رہو۔ جس کا تم نے وعدہ
کیا جاتا ہے۔

یہ وہ شخص ہیں جنہوں نے ایک دفعہ اللہ تعالیٰ کو اپنا پروردگار مانا اور پھر اس
پر ایمان لگے۔ عسریسیر و سچ و راحت، غرضیکہ ہر حالت میں اُسی کا دروازہ کھلے رکھتے
رہے اور دوسرے کے دروازے پر نہیں گئے۔ یہ صاحب استقامت اور توحید
ہیں۔ توحید اسلام کے بنیادی اصولوں میں سے ہے میں کہا کرتا ہوں کہ توحید
جانین سے ہوئی چاہیے۔ اگر توحید میں کہیں فرق آگیا تو یہ مخلوط بالشک ہر مانگی
ہمارا بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں۔ ہم بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے نہیں۔ جب
دب العالمین نے ہم کو اپنا لیا تو دوسری جگہ جانے کی ضرورت نہیں۔

میں نے اپنے مرقی حضرات کی خدمت میں کبھی ایک روایت مذکورہ
اخلاص کیا تھا۔ لیکن ان کو مجھ سے بے حد محبت تھی اور ہر وقت بیٹا بیٹا
فرماتے رہتے تھے۔ مجھے ان سے عشق تھا۔ ایک دفعہ میں حضرت امرونیؒ کی خدمت
میں حاضر ہوا جب آپس آنے لگا تو میں نے عرض کی کہ حضرت میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں
فرمانے لگے کہ بیٹا! میں دل رات تھا سے لیے دعا کرتا رہتا ہوں: میں خاموش ہو گیا
اور اجازت لے کر واپس آگیا۔

فیض کیا ہے۔ کامل سے فیض حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ عقیدت

ادب اور اطاعت میں ذرہ برابر بھی فرق نہ آئے ہیں۔ اگر نیرے ذمہ نہ تھا لیکن اپنے حضرات سے ایسا ڈرتا تھا جتنا کہ تاثیر سے۔ جب کبھی اللہ تعالیٰ بچیں روئے مٹھی میں دے دیتے تو امر و طہ شریف چلا جاتا۔ ایک دن اور ایک رات رہتا تھا۔ اگر ان نملین آثاروں (حقیدت) ادب اطاعت میں سے ایک بھی کٹ گیا تو طاب گیا۔

کامل علم دُنیا کے تمام مروجہ علوم میں سے سب سے زیادہ کامل۔ سب سے زیادہ اعلیٰ سب سے زیادہ دُور رس، ماضی، حال اور مستقبل پر روشنی ڈالنے والا، اللہ تعالیٰ سے رُوشناس کرانے والا۔ بااخلاق بنانے والا صحیح معنوں میں انسان بنانے والا، دُنیا کی دُستوں سے بچانے والا اور آخرت میں نذاب الہی سے نجات دلانے والا علم فقط کتاب و سنت کا علم ہے۔

ذکر اللہ حضرت دین پوریؒ نے ایک بار مجھ سے فرمایا کہ بیٹا! پاخانہ میں بھی جاؤ تو ذکر الہی سے غافل نہ رہو۔ اللہ کلام میں اسی وحشت ہے کہ شیطان پاس نہیں ٹھہرتا؟ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ جب تِرْوَن اذان دیتا ہے تو شیطان اتنی دُور بھاگ جاتا ہے جہاں اذان کی آواز نہ سناؤ نہیں سیتی۔

انسان کی اصلاح امراضِ رُوحانی کا علم علماء کی صحبت میں ہوتا ہے اور ان سے شفا مُمکن ہے کرام کی صحبت میں ہوتی ہے۔ میرے دورِ مَرْتَبی ہیں حضرت دین پوریؒ اور حضرت امروٹیؒ دونوں سے میں نے کسی کتاب کا ایک سبق بھی نہیں پڑھا۔ دونوں کے دروازہ کی گدائی کی جو کچھ ملا وہ دیا اللہ تعالیٰ نے، لیکن ذریعہ و مخرجت ہے؟

”میرے بعض احباب اپنی خصوصی تربیت کے لیے آتے ہیں۔ ان کو میں بازو

کا لگھی، اگرشت اور گرجوں کا آدھ پھڑوا دیا کرتا ہوں۔ اُن سے کہا کرتا ہوں کہ ہر وقت باؤنڈ میں اور دُٹی خود چاکر کھائیں۔ آنا میں لاؤں گا۔

فیض بائنی کے لیے سو فیصدی ادب کی ضرورت ہے میں اساتذہ کا ادب اپنے بیوں کو جب وہ دیہند میں پڑھتے تھے، کھا کرتا تھا کہ اپنے استادوں کا ادب کیا کرو۔ اُن کی ہر خدمت اپنے لیے غز کھو، اُٹھتے وقت اُتاروں کے جو تے سیدھے کر دیا کرو۔ میرے برائی و من مولانا سجدی آپجیس سال ہندوستان سے باہر ہونے کے بعد جب اُس تشریف لائے تو میں اس وقت ایک کانفرنس میں شرکت کے لیے دہلی گیا ہوا تھا۔ دہلی سے سیدھا کراچی پہنچا جو اہل احباب اُن کے استقبال کے لیے کراچی گئے۔ ان میں میاں ظہیر الحق بھی تھے جو اس وقت حافظہ ذکر میں موجود ہیں۔ کراچی اُترنے کے بعد مولانا مظہر العلوم میں ٹھہرے۔ آپ کتب خانہ کی اوپر کی منزل میں آرام فرمایا کرتے تھے جب نیچے آنے کی ضرورت محسوس ہوتی تو میں اُن کا جوٹا اُٹھایا کرتا تھا۔ وہاں میں ظہیر الحق اور دوسرے احباب کو خطاب کر کے کہا کہ تم لوگ میرا جوٹا اُٹھاتے ہو اور مولانا کا جوٹا اُٹھا میرا فرض ہے۔ آدمی کتنا بھی بُرا ہو عاجزے بُروں کے لیے چھوڑنا ہوتا ہے۔

مرشد کی رضا جوئی وصال کے وقت حضرت دین پوری کی عمر ۱۱۰ سال کی تھی۔ میری بیعت کے چارمیں سال بعد تک زندہ رہے ہیں۔ نے چارمیں سال ان کی خدمت میں آمدورفت رکھی۔ اللہ کے فضل سے میرے کانٹرکٹائی میں کچھ نہ کچھ پڑتا ہی رہتا تھا۔ اگر حضرت ہزار سال تک زندہ رہتے اور میں بھی اتنی ہی مدت زندہ رہتا تو ہزار سال ان کے دروازہ پر ماضی دیتا۔ اُن کی زندگی میں جب

کبھی میں سندھ جاتا تو میری مجال نہ ملتی کہ ماضی دیکھنے کے بغیر گزر جاؤں۔ جلتے یا آتے ہوئے ضرور حاضر ہوتا۔

جو رزق تقدیر ہے وہ مل کر رہے گا۔ آپ سمجھتے ہیں کہ بھاری محنت توکل علی اللہ پر رزق ہے یہ بات غلط ہے۔ رزق اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اللہ تبارک اور اس کا رسول تبارک ہے۔

ایک دن میرے پاس آئی جن کے نانا کا میرے ساتھ بیعت کا تعلق تھا۔ اُس نے کہا کہ میرا خاندان دہزار روپیہ مالانہ تنخواہ لیتا ہے مگر گزارہ نہیں ہوتا۔ میں نے حسب معمول جواب دیا کہ بیٹی! رزق میں برکت ڈالنا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ میں اور میری اولاد دنیاوی طور پر کچھ نہیں کرتے۔ تمام دن فقط اللہ اور اس کے رسول کا دین پڑھتے اور پڑھتے ہیں۔ حالانکہ ہمارے بھی بیوی ہے، لڑکے ہیں، بہنیں ہیں، پوتے پوتیاں ہیں۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ گزارہ اچھا چل رہا ہے کوئی شکایت نہیں۔ آج تک کبھی کسی سے ایک پیسہ تک نہیں مانگا۔ اللہ کو منقول ہو تو خود رزق بھی بہت بن جاتا ہے۔ اگر برکت نہ ہو تو رزق کی بسات بڑھتے جاتے بھی اُسے اُسے نہیں جاتی اور اطمینان حاصل نہیں ہوتا۔

حیات مبارکہ کی آخری مجلس ذکر ”میں حلقہ ذکر میں مل جانے والوں کو خوشخبری سناتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سب کو بخش دیا ہے“

حدیث شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے سرگروں پر ذکر کرنے والوں کی تلاش میں

پھرتے رہتے ہیں۔ جب کسی قوم کو اللہ تعالیٰ کا ذکر کیسے مہئے پاتے ہیں تو وہ دوسرے فرشتوں کو بکاتے ہیں کہ آؤ۔ ہم چیز کی ہم تلاش کر رہے تھے وہ یہاں ہو رہی ہے۔ وہ فرشتے ان پر گھیرا ڈال کر ایک دوسرے کے اوپر چڑھتے مہئے آسمان دنیا تک جا پہنچتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ عالم الغیب و الشہادۃ ہے لیکن فرشتوں کی گواہی لینے کے لیے پوچھتا ہے کہ میرے جبے کیا کر رہے ہیں؟ فرشتے کہتے ہیں کہ یا اللہ! وہ تیری بزرگی اور تعریف کر رہے ہیں۔ تیرا ذکر کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے کہ کیا انھوں نے مجھے دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں کہ یا اللہ! نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ مجھ کو دیکھ پائیں تو ان کی کیا حالت ہو؟ فرشتے کہتے ہیں کہ یا اللہ! اگر آپ کو دیکھ پائیں تو اود شدت سے تیری عبادت شروع کر دیں اور تیری تعریف بہت زیادہ بیان کریں۔

اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے کہ وہ کیا چیز مانگتے ہیں؟ فرشتے کہتے ہیں کہ یا اللہ! وہ جنت مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا انھوں نے جنت کو دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں کہ یا اللہ! نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ جنت کو دیکھ پائیں تو پھر ان کی کیا حالت ہو؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ یا اللہ! اگر وہ جنت کو دیکھ پائیں تو ان میں جنت کو حاصل کرنے کی اور زیادہ حرص پیدا ہو اور وہ اس کو طلب کرنے کی اور زیادہ کوشش کریں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں؟ فرشتے کہتے ہیں کہ دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا انھوں نے دوزخ کو دیکھا

ہے ۱ فرشتے کہتے ہیں نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اگر وہ روزِ فتح کو دیکھ پائیں تو ان کی کیا حالت ہو؟ فرشتے کہتے ہیں یا اللہ! اب تو توں دیکھے اتنا ڈرتے ہیں اب توں دیکھ پائیں تو اور زیادہ بھاگنا شروع کریں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے فرشتو! تم گواہ رہ کر میں نے ان کو بخش دیا۔

ایک فرشتہ کہتا ہے کہ یا اللہ! ایک آدمی کسی کام کی غرض سے بیٹھا ہوا تھا۔ وہ ذکر کرنے کے لیے نہیں آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ ایسے بیٹھنے والے ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والے بھی غالی نہیں جاتے۔ (رواہ البیہقی)

اللہ تعالیٰ میرے اصحاب کو ہر جمعرات کو مرتے دم تک مجلسِ ذکر میں شامل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت ہی وسیع ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ذکر کو قبول فرمائے اور ہر جمعرات کو مغفرت کا تہ نہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! رمضان شریف کے متعلق آج کچھ عرض کرنا ہوں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص رمضان کے روزے رکھے اور وہ جائیداد ہو۔ اگر ثواب کی خاطر رکھے تو اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

دوسری حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

”رمضان شریف کے مہینے میں ہر نیکی کا بدلہ بڑھا دیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ ہر نیکی کا ثواب دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک کر دیا جاتا ہے مگر روزہ صرف غامس میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا ہوں میری صفیٰ

چونکہ میں عزیزوں کا مال ختم شریفوں میں ہا کر نہیں کھاتا۔ اس لیے لوگ مجھے دہائی کہتے ہیں۔ جو کوئی مر جاتا ہے تو میری وصیت سے کما جاتا ہے کہ آ یا جی۔ پندرہ روپے، آٹھ روپے کا سطوہ، پانچ روپے کے سنگترے اور اڑھائی روپے کے پھول لٹنے ہیں بروہی آئیں گے ختم شریف ہو گا اور بروہی کھائیں گے۔

یاد رکھو کہ ختم کا مال کھانا حرام ہے اور یہ تاجا شریف، ماما شریف، چاندی شریف سب اسلام کے خلاف ہے۔ کل کو اگر تم رات کو زنا کرو اور کہو کہ رات رندی شریف آئی تھی۔ زنا شریف کیا تھا تو کیا لوگ تمہارے منہ پر چڑنا نہ دیں گے؟ کیا تمہارے شریف لٹکانے سے وہ فعل ہاں نہ ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو ہدایت فرمائے۔

میں اپنی جماعت کے لیے خاص ڈھاکر تاہوں۔ میں نے پچھلے سال بیچہ مندر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ مقدس پر بھی اپنی جماعت کے لیے خاص ڈھاکر کی تھی کہ اللہ تعالیٰ میری جماعت کے مردوں اور عورتوں کو استقامت عطا فرمائے۔ ان کے سب گناہ معاف فرما کر جنت میں پہنچائے اور دوزخ سے بچائے۔ آمین (واللہ اعلم)

اخلاقِ عالیہ

سید و عالمِ صلی اللہ علیہ وسلم کا استاد ہے۔ بحثِ لائق مکالمِ الاخلاق۔ اس لئے علماء حق اور سالکانِ طریقت اسحاق میں سید و عالمِ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرتے ہیں حضرت علیؑ صاحبِ سب سے تحفہ تھے آپ کی ساری زندگی اخلاقِ عالیہ کا غرضِ نفسی، علمِ سب سے غنہ و کرم، ان نفسی صدق، سخاوت اور استقامت، دین و صفات آپ میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ آپ کے عربی و عجمی حضرت امروٹی منظرِ جلال تھے اور حضرت مرین پوری منظرِ جمال تھے۔ چنانچہ حضرتؑ اپنے ذوقِ شیعریہ کے جمال اور جلال کا مطلب یہ تھے یہ سخاوت کم و کثر کو نصیب ہوتی ہے۔

حلم حضرتؑ کی طبیعت میں نرمی تھی، تشدد نہ تھا۔ ہر شخص آپ کے سامنے بلا تکلف اپنی عورت گناہ پیش کر سکتا تھا اور آپ اس کو مناسب حال جوابِ غلوت فرماتے تھے۔ جہد، درس اور مجلسِ فکر میں ہزاروں لوگ آپ کے گرد جمع ہوتے تھے۔ آخری عمر میں پیرائے سال اور ضعف کے باعث عموماً انسان کے مزاج میں چڑچڑاہٹ اور غمی آجاتی ہے لیکن زندگی کے ان لمحات میں بھی حضرتؑ کے مزاج میں غمی کا نام نہ تھا۔ انکے سلسلے میں ایک واقعہ درجِ ذیل ہے:-

عمرِ یونس اور اودھنڈی، ادوی ہیں کہ ایک مرتبہ چند اصحاب حضرتؑ کی خدمت میں حاضر تھے۔ اتفاق سے میں بھی اس مجلس میں شریک تھا کہ ایک شخص اپنے لڑکے کو لے کر حاضر ہوا اور عرض کیا:- "میرا اس بچے کے لیے تعویذ بنا دیں کہیں وہ لاہور سے چلے جانے کی دھمکی دیتا ہے اور کبھی خود کشی کا شاید اسے کوئی سادہ ہے۔"

حضرتؑ نے فرمایا: "جہاں مرض ہے کسی حکیم یا ڈاکٹر کو کھائیے۔" اور لڑکے سے منگ لیا۔

ہو کر فرمایا: "بیٹا! ایسے خیالات دل سے نکال۔" اس پر وہ شخص بڑبڑایا اور کہنے لگا: "ہم گیارہ بجے سے منتظر تھے کہ آپ سے تعزیریں ملے اور آپ نے پورا دن تک نہیں کی؟ حضرت آئے تھے میں دیکھ کر سڑک پر اور کہا: "اگر کسی کا میرے ہاتھ سے بھلا ہر جانے تویر کیا نقصان ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ بچے کو جسمانی مرض ہے اور میں ڈاکٹر جیب نہیں ہوں، مگر وہ شخص اور زیادہ بگڑ گیا۔ کہنے لگا: "ہیں آپ سے یہ امید تھی؟ ہم سب حیران تھے کہ حضرت کس طرح برداشت کر رہے ہیں۔ آخر حضرت نے فرحان سے فرمایا: "۱۳ ستمبر ہمارے پاس تو چھوڑ دیا ہی ہے، اگر لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے صحت کا ر عطا فرمائے گا۔" اس کے بعد بھی وہ شخص ٹھٹھے سے ہی بات کرتا رہا۔ مگر حضرت نے بیک بار بھی تلخ جواب نہیں دیا۔ آپ اکثر فرمایا کرتے: "جو لوگ بچے گایاں دیتے ہیں۔ ان کے لیے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت فرمائے۔"

کمال بے نفی مولانا عبد شکور صاحب باقی اساتذہ اعلیٰ نظامیہ علوم سارنچہ رحال شیخ الحدیث تسلیم القرآن دارالہندی بیان فرماتے ہیں۔

ایک دفعہ ہم حضرت مولانا عبد الرحمن صاحب مدرس کی معیت میں سہلان پور کچھ پہنچے آپسے تھے۔ ہم نے ساتھ چند طلبہ دورہ تفسیر حضرت مرحوم سے پڑھنے کے لئے آئے تھے۔ تھے۔ پیش پر حضرت مولانا اکابر دیر بند کے استقبال کے لیے تشریف لائے تھے۔ مگر یہ حضرت اس گاڑی سے تشریف نہ لائے۔ مولانا عبد اشکور صاحب نے ناواقف ہونے کی وجہ سے حضرت کو ملازم لباس اور شکل میں دیکھ کر یہ استدلال کیا کہ آپ اس طالب علم کو مولانا احمد علی صاحب کے پاس پہنچا دیں۔ حضرت نے اچھڑت اس کا سامان اٹھایا اور اسے مسجد میں پہنچا دیا۔ صبح دس قرآن میں حضرت کو مسند تقدیس پر رونق افروز دیکھ کر بے حد غلام ہوا۔

حضرت میں یہ وصف بھی بدو جراتم موجود تھا کہ آپ اپنے خدام اور تلامذہ کی تعدد و منزلت میں

فرمان دل کا بتاؤ فرمایا کرتے تھے۔ ذیل کا ایک اقتودرج کیا جاتا ہے۔ حافظ صاحب الرحمن صاحب ہزاری
حضرت سے ترجمہ تفسیر قرآن پڑھنے کے لیے حاضر ہوئے مگر حضرت نے ان کی توجہ اور حفظ
قرآن میں مہارت کے پیش نظر مسجد کا نام مقرر فرمایا جب کہ اس سے قبل آپ مسجد شیرازہ کی مقرر ہو چکا
کی امامت خود فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت رات کو تشریف لائے اور اس حجرہ پر دو ٹکے سی حافظ صاحب
نے اندر سے پوچھا کہ کن ہے، مگر حضرت نے نہ سنا اور پھر دروازہ پر دو ٹکے دی۔ حافظ صاحب نے
دوبارہ سے سخت لہجہ میں پوچھا کہ کن ہے، مگر حضرت نے پھر بھی نہ سنا اور دو ٹکے دی۔ تیسری دفعہ
دوشت اور سخت نشت الفاظ میں حافظ صاحب نے پوچھا کہ کن ہے؟ تو حضرت نے فرمایا: ”احمد علی“
حافظ صاحب نے دروازہ کھول دیا اور سخت نہایت کاغذ لکھا۔ مگر حضرت نے کمال شفقت
سے فراموش ہو کر فرمایا: ”آپ نے جو کچھ کیا وہ ٹھیک تھا۔“

جود و سخا حضرت اس قدر سخا اور فیاض تھے کہ سفر و حضر میں جو پاس ہوتا تیس قسم فرمادیتے۔ مابقی
دین کو صاحب فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت کے ساتھ سفر کا اتفاق ہوا۔ رات کو لاہور
سے سوار ہوتے وقت میں نے اس نیت سے کہانا نکالیا کہ گفت طحالی نہ ہو جائے لیکن لاواڑہ پہنچ
کر ہی بمشک میں ہونے لگی آخر میں نے نظری سے حیرت کھو کر میں اور دیر سڑک سے غریبے اور حضرت
کے سامنے رکھ دیئے حضرت نے سڑک سے کھول کر چاکلیں کھڑیں اور فرمایا کہ دائیں طرف سے شہر شخص کو
ایک ایک حصہ دے تا جب تمام سافروں کو ایک ایک حصہ مل گیا تو باقی چھ کھو کر میں اور دو چاکلیں میں
آپنے دو چاکلیں اور چار کھو کر میں بچے دیں اور دو کھو کر میں خود رکھ لیں۔

انسانی ہمدردی ماسٹر سراج الدین صاحب لاہور راوی ہیں کہ ستر سالہ کا لڑکا ہے۔ میں تانگے میں
آپنے دو دوستوں کے ہمراہ اپنے مکان واقع خاندق گنج (لاہور) مبارک آباد قاسم کلاؤڈ
اور خاندق گنج کے درمیان ریلوے اسٹیشن کے نیچے ایک تنگ پل جس میں سے گاؤں میں گزرتا تھا۔

پاس تہ مسلمان تھا کہ ہر چند انھیں اپنے ترکہ بانی کا رہتا تھا۔ مسلمان تانگے سے تارایا گیا۔ اب میں یہ سوچ رہا تھا کہ اگر ایک آدمی اور مل جائے تو مسلمان بے جانے میں کسائی ہو جائے گی۔

یہ ایک میری نگاہیں انھیں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت ایک اور بزرگ کے ساتھ خریفانہ ہے ہیں۔ آتے ہی سلام میں بوقت خزان پھر فرمایا مسلمان زیادہ ہے اور آپ کی تعداد کم ہے۔ اس لیے لائیے کہ مسلمان ہم انھیں لیتے ہیں۔

بدعاتِ نفرت خواجہ ذیہ احمد الابرار کا بیان ہے، سرگودھا کے ایک زمیندار نے (جو حضرت کلمہ تہ تھا) شاہی کے سلسلے میں بے ایک عورتی رقم بجا جب میں ہاں جانے لگا تو حضرت نے مجھ اس کے نام ایک تعداد جس کا مضمون یہ تھا۔

عزیزم

یہ تعداد احتیاج ہے اگر خلاف شرع و سنات کی گئیں تو ہر سرے دورانے پر کھیں نہ آنا اور اگر صحیح رہے سے برات اور دیگر کو لے تو خلاف پاؤ گے۔

میں یہ پیغام لے کر سرگودھا پہنچا۔ زمیندار صاحب پڑھ کر سوچ میں پڑ گئے۔ پھر سرے پہنچے پر اب بے کشفادی شرمیت کے مطابق ہی ہوئی۔

رقعہ سفرِ خصوصی شفقت انسانِ فطرت کا تقاضا ہے کہ سفر میں مارا طبیعت تیز رفتاری ہے اور رقعہ سفر کے ساتھ ہر تادمی تہلی اور دشمنی پیدا ہوتی

ہے کہ حضرت کا یہ بھی کمال تھا کہ سفر میں تمام اور رقعہ کے ساتھ نہایت ہی شفقت کا سلوک فرماتے اگرچہ اس سلسلے میں کئی دشمنات مخفی تھیں مگر صرف دور افتات دے لئے جاتے ہیں۔

۱۔ جانشین شیخ التفسیر مولانا عبد اللہ صاحب حرمین کے سفر میں چار دفعہ شریک ہے۔ مگر جب تک حضرت کو صرف باہرے تشریف نہ لاتے حضرت انگشٹوں کمانہ دکاتے اور تفریق ہی مل

حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب مختلف کبریاں غیر ماضی پر پڑنا جب تک وہ بھی تشریف نہ لاتے حضرت کمانا تامل نہ فرماتے۔

۱۲۱۔ ڈاکٹر نثار حسن صاحب دین پور کے ایک سفر میں شریکِ محنت تھے کہ جو پیش میں بتلا ہوئے کہ جے جے باہر چلے گئے اور جے جے کمانا گیا، حضرت تقریباً ایک گھنٹہ تک ان کے انتظار میں رہے، اور جب یہ واپس آئے تب حضرت اور دوسرے شرکانے کمانا تامل فرمایا۔

مخلوقات پر رحم خواجہ فیروز احمد نے ایک اور واقعہ بتاتے ہوئے فرمایا کہ حضرت بنو علیہ السلام پر سخت تو فرماتے ہی تھے، حیوانات اور پرندوں پر بھی اس قدر مہربان اور شفیق تھے کہ ایک دفعہ حضرت مجلسِ جلسہ میں شریعت کے لیے جا رہے تھے، شیش پر پیچھے تو خیال آیا کہ جھو بندہ آیا ہوں اور روشن دان بھی بند ہے کمرے میں چڑیوں کا گونسا ہے۔

فرمایا مجھے کے متعلق کہنا دیا کہ میں جس گاڑی سے نکلا تھا اس سے دنا سکوں گا دوسری سے آؤں گا، آپ نے واپس تشریف لا کر روشن دان کو کھولا اور دوسری گاڑی سے دانہ بھرتے۔

عیادت خواجہ صاحب روضہ صرف رات ہی کو شیش کا ذکر ہے، فجر پر انھوں نے کاذبہ صحت مندرجہ سترائے تین ماہ چار پانی پر شیارہ اس اوصاف میں حضرت کئی بار تیار داری کے لیے تشریف لائے، مگر آپ جتنی بار بھی آئے، پانچ منٹ سے زائد نہ ٹھہرے۔

ایک بار جمعہ کے دن دوپہر کے گیارہ بجے کسی نے دروازہ کھٹکایا میری بیوی نے ذرا سنت لیجے میں پڑھا، کون ہے؟ "جواب لا" احمد علی: "آپ اندر تشریف لائے اور کہنے لگے۔ "میرے پاس اور کوئی فراغت کا وقت نہ تھا، خیال کیا اسی وقت دیکھ آؤں کہ کیا حال ہے۔"

تنقید و تردید میں آپ کا محتاط معتدل رویہ حضرت کا یہ وصف اس دور میں حضرت کے ساتھ خاص تھا کہ آپ نے عیب

کبھی کسی بات یا نظریہ کو حق سمجھا اس کو ملی الاطلاق پوری جہدات کے ساتھ بیان فرمایا۔ اور جس کو ٹولڈ کتاب سنت سمجھا اُس کی بر ملا مل مخالفت کی لیکن شخصی علوں سے ہمیشہ ابتلاب فرمایا آپ نے اپنی مدی زندگی میں جن باطل نظریوں کی مخالفت وجہ اللہ کی خدایات سے ہمیشہ کرتے رہے یہی وجہ ہے کہ ہر طبقہ کے ہاں آپ قابل احترام تھے۔

حق گوئی میں کمال جہاد بے باکی
حضرت ارشد اویسیہ دو عالم صلی اللہ علیہ کے مطابق افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جبار پوری قوت سے مال تھے اس حق گوئی کا آج ہم تصور میں نہیں کر سکتے جس کا اسلوان حضرت نے اس نائنے میں لکری جیسا ہر قوم کے مقابلے میں فرمایا جبکہ قوم کے زوہوں لکریزی اقتدار کے لئے قربانی سے پہنچے تھے اور ہائے سکراں میں خدا سوات لکھے شہداء مبارک عجم کو کے ترانے لگنے جاتے تھے مگر یہ مدحق آگاہ سرگفہ ہر کہہ ملکہ طریقے سے اسلام کی سرحدی کے لئے سرگرم مل متحد دہ اللہ علیہ آپ نے ہر سال میں کتاب و سنت کی دانش میں حق بات بیان فرمائی اور اس جہاد میں ہمیشہ مراقب سے بے نیاز رہے ایک واقعہ اس ضمن میں تشاوت کے طور پر درج ہے۔

نکلا قریب کے عروج کے زمانہ میں، زمانہ جنگ مسلمانوں جب حکومت وقت نے بعض مصلح کی بنا پر بعض علماء سے اپنی تحریک نکلا جماعت کے خلاف تکفیر کا فتویٰ حاصل کیا تو اس کی تکمیل کے لئے اس وقت کے وزیر اعظم نے حضرت کو چلنے پر بلایا اور چلنے پر پیش کرتے ہوئے یہ فتویٰ دستخط کے لئے حضرت کے سامنے رکھ دیا حضرت اگرچہ اپنی تحریک کے قریب کہ وہ عقائد کے بارے میں جلد علماء اسلام سے متفق تھے مگر عام نکلا دور میں صورت ملکی اذیت کے پیش نظر شریک جماعت تھے ان کی تکفیر کے لئے تیار نہ تھے حضرت نے چائے پینے سے انکار فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ واپس تشریف لے آئے وزیر اعظم ہر ش میں آ کر تم چلنے کی ایک پیالی پر اس مل کا بیان خریدنا چاہتے ہو۔

چنانچہ اس کی بادشاہی میں حضرت کے گھر نیچے سے پہلے حضرت کے صدارت گرفتاری پہنچ چکے تھے۔ اور آپ کو خاکسار تحریک کی حمایت کا لازم ہے کر جیل میں ڈال دیا۔

سید الانبیاء مقلی اللہ علیہ السلام کے سامنے جیسا بھی
اتباع سنت زندگی کے ہر شعبے میں کھانا پیش کیا ہوتا حضرت کھا لیتے۔ آپ نے

کبھی نمک کی کھن یا زیادتی پیاس کے گرم اور سرد پھرنے کی پروا نہیں فرمائی۔ یہیں حال اتباع سنت میں حضرت کھاتا۔ حضرت کی عادت تھی کہ کھانا چاہے پند ہویا نہ ہو کبھی نقص نہیں نکالتے تھے۔ ایک بار حضرت کھانا کھانے بیٹھے تو نمک کی زیادتی کی وجہ سے سامن کوڑا ہوا گیا تھا۔ آپ نے وقت کھانا کھلیا ٹکڑا پی ایل سے تنکڑا نمک نہ کیا۔ دراصل آپ کی ایل سے نمک کی جو ڈلی ہتھیا میں ڈال تھی وہ انہیں نکالنی یا نہ دینی۔ جب بعد میں انہوں نے سامن چمکا تو اس بات کا احساس ہوا۔

آپ کی غذا اوائل عمر سے لے کر آخری لمحات تک سادہ رہی کبھی انواع و اقسام کے کھانوں کا اہتمام نہ کیا گیا۔ بلکہ آخری ایام میں تو آپ نے کھانا ترک کر دیا تھا۔ مگر فرقہ پانے کی بنا کرتے تھے۔ حضرت عظیم میں صرف اس کی جفت اور رحمت کا خیال فرماتے تھے اور یہی شراب سے زیادہ ضروری اور واجب اصل تھی۔

اکثر اکابر علماء دیوبند کدہ پاشن ہیں۔ کمالیہ کی ترقی پیشہ ان کے ہاں معمول رہی شیخ الاسلام حضرت مولیٰ محمد سرور اعظمی تو اس معاملے میں اس حد تک پابند تھے کہ آپ اس بیت کی نماز جنازہ نہ پڑھاتے تھے جس کا کفن دلائی کیلئے کاہر تاجی خاں حضرت کی تھی۔

آپ حضور مغرب نہایت ہی سادہ اور بے تکلف زندگی بسر کرتے تھے۔ ایک دفعہ
کمال سادگی کو آپ پہلے پہل کی دعوت پر پہلے پہل تشریف لے گئے۔ تو اس صاحب کی طوٹ سے استقبال کے لئے دیوبند شیخین پرانہ پرانہ صاحب اور دوسرے کھانا حاضر ہوئے۔ حضرت صاحب

ہیٹ خادم پر تشریف لے آئے۔ تو آپ کے ہاتھ میں چڑے کا ایک مقلی تھا جس کے ساتھ ایک عیب سا لگا ہوا تھا اس میں بعض ضروری اشیا رکھ دیا کرتے تھے۔ وزیر صاحب نے حضرت سے استفسار کیا کہ سالانہ اخراج کس ٹیلے میں ہیں حضرت نے فرمایا۔

”میرا سالانہ صرف یہی ہے جو میرے ہاتھ میں ہے۔ خادم دھڑو کوئی ساتھ نہیں چنانچہ اس سادگی میں تشریف لے گئے۔“

آپ نے گرمیوں میں ابتداً اس سے لے کر وفات تک کدو کا لباس استعمال کیا آپ ہمیشہ کی لمبی قمیض، شرعی منگنی ٹائپ کا پاجامہ اس کدو کی ٹوپی پر کدو کی گلیزی استعمال کرتے تھے پاؤں میں شیشہ جوتی ہوتی تھی۔

سردیوں میں گرم کپڑے کی لمبی قمیض، گرم واسکت اور اس پر ردی کا لباس ڈھیا کر بنجارا کے علاوہ استعمال کرتے ہیں، اپنا کرتے تھے۔ پیروں میں گرم جرابیں ہوتی تھیں جن پر شدید سردی کے موسم میں بچرا بچرا لیا کرتے تھے۔

استغنا

جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علماء اسلام کا مقام اور ان کا فرض نہیں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

«اعلموا ان شتہ الانبياء وان الانبياء العربيون شرا ودهما اولادنا»
«و انما عدنا اولادنا من وحنہ» «استغنا» «بما عندنا من»

اس لئے علماء حق مطلق سے ہماری طرح فنی اور بے پرواہ رہے ہیں۔ انہوں نے امر اور نہی پر کبھی نہیں سمجھا۔ حضرت لکھنوی فرماتے تھے: ”ہذا امر سے دل گھبراہٹ ہے“ اور انہیں کا ارشاد ہے کہ ”فقر و احتیاجی مانجیا، ہم اسلام کا غامض ہے“

حضرت اس مقام میں بھی اپنی حیثیت رکھتے تھے۔ آپ نے ابتدائی زمانہ سس قد تک اور عورت میں گذر کر اپنے شیخ کی خدمت میں بھی کبھی کبھار پیش نہ کر سکے۔ کئی کئی دن ناؤر دہانہ غنا و نفس کا یہ عالم کہ بڑے بڑے شہاموں اور بہانوں کو نصیب نہیں ہوا اور یہی حال آخر تک رہا۔

حضرت کا معمول تھا کہ آپ کبھی کسی سے کوئی چیز یا رقم بطور نذرانہ نہ لیا کرتے تھے۔ آپ نے اپنی حیات مبارکہ میں اکثر امراء کے نکاح پر جانے کو نہ تو دعوت و لہجہ میں شرکت فرمائی اور نہ کوئی دیر وغیرہ وصول کیا۔ ایسی مجالس میں شرکت کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ:

”دنیاوی لحاظ سے جو بے لگ چاہتے ہیں کہ وہ اپنے بڑے اور وکیلوں کا نکاح پر سوانے کے لئے جو بے سواریوں کو نکالتیں۔ لہذا مجھے بھی کہ لوگ بڑا سواری کہہ کر اس قسم کی دعوت دیتے ہیں۔ میں سواری کہہ کر قبول کرتا ہوں۔ مقصد کوئی کہنا یا پینا یا کہنا نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ شرط ہے کہ

جتنے کریں کوئی خداوند مومن نہیں کروں گا۔ البتہ آپ سے پانچ منٹ لوں گا۔ جن میں سارے اسلام کا خلاصہ بیان فرمائیے۔

ایسے واقعات میں سے چند مشہور واقعات درج ذیل ہیں:-

نواب مظفر خان مرحوم کی بیٹی کی شادی تھی۔ انہوں نے حضرتؑ سے درخواست کی کہ نکاح آپ پر میں۔ حضرتؑ نے قبول فرمایا۔ سرسکند حیات لڑکی کے اموں تھے ملکوت کے بڑے بڑے عہدیدار اس تقریب میں شریک تھے جو مہمان منسل ہیں آقا علی اکبر صاحب دکن لکڑے ہو جاتے حضرتؑ بھیجے بستے۔ البتہ ایک بار لاش بزرگ نواب محمد حیات حشر کش گئے تو آپ لکڑے ہو گئے۔ نکاح کی رسم ادا ہوئی حضرتؑ نے خطبہ پڑھا اور دُعا کی سرسکند حیات مرحوم کے ایک تین بیٹے لکڑے کے کٹا سے پر ایک سو ایک سو پندرہ لکڑے حضرتؑ کی خدمت میں پیش کیا۔ مگر حضرتؑ نے انکار کر دیا۔ آپ کٹا نے میں بھی شریک نہیں ہوتے۔

اس کے علاوہ متعدد مشرقی اور اسلامی ممالک میں حضرتؑ کو ایسی عورت مل رہا تھے کہ گورنر مغربی پاکستان نواب کالا باغ کے صاحبزادے کی تقریب نکاح کے بعد اسی محل کے مطابق وہیں تشریف لائے۔

نواب مظفر خان مرحوم کی اہلیہ کو خواب میں حیات ملی کہ وہ آپ سے دلائل الخیرات کی لہجہ میں حضرتؑ نے نواب صاحب کی درخواست پر ان کی اہلیہ کو سمیت فرمایا۔ دلائل اور اہلیت سے دی۔ مگر اس قدر روحانی تعلق اور ان کے بے حد صبر کے باعث وہ ان کے ہاں بھی کبھی کٹا نہیں کٹا تھے کہ ایک مرتبہ انہیں حیات اسلام کے ملازمہ اجلاس کی شرکت کے لئے نواب حبیب الرحمن شیروانی تشریف لائے تو نواب مظفر خان صاحب نے نواب حبیب الرحمن شیروانی سے سفارش کروا دی۔ حضرتؑ نے حضورؐ کو فرمایا مگر جب گھر تشریف لائے تو یاد آیا کہ اسی وقت کی دعوت میں میں

کے ایک فرض کی منکوحہ فرما چکے ہیں۔ آپ نے حضرت کا رتوبہ بھیج دیا اور اس طرح اس وقت طعام سے طلبہ رہے۔

حضرتؒ نے کسی کا فرض یا جلسے میں شرکت کے لئے کبھی کوئی رقم قبول نہیں کی۔ مدارس حویہ کے جلسوں میں شرکت کے لئے جب تشریف لے جاتے تو کرایہ اپنا دیا کرتے، اگر کرایہ نہ ہوتا تو شرکت ہی نہ فرماتے۔ البتہ اپنی جماعت کی استدعا پر کسی جلسے میں شرکت کے لئے تشریف لے جاتے، تو اس کے لئے جس دن کی بدل جاتی کرتے ہرے بعض اوقات صرف کرایہ ہی لینے باقی تمام رسوم متعلیٰ کے حوالے کر دیتے۔ ۱۹۰۶ء میں آپ دیوبند آباد تشریف لائے تو سب سے پہلے متعلیٰ جلسہ کرایہ میں سے بھی جاتی رقم واپس کی اور فرمایا: میں یہاں اللہ کا نام کھانے آیا ہوں؟

ایک بار حضرت کو کرباب محمد حیات قریشی سرگودھانے اپنے علاقے میں تبلیغ کے لئے دعوت دی۔ آپ نے فرمایا: اس شرط پر قبول کروں گا کہ میرے قیام اور طعام کا آپ نگرہ کریں۔ جواب صاحب کے کمارہائش کے لئے تو ہمارے ہاں مسجد ہے، اگر ہمارے گاؤں میں ہوئی کوئی نہیں جہاں صاحب کھانا کھا سکیں۔ مگر حضرتؒ نے فرمایا کہ آپ اس سے بے فکر رہیں۔ آخر اس صورت میں آپ نے ان قیام فرمایا کہ رات مسجد میں قیام فرماتے اور کھانے کے لئے جو خطہ، مٹیاں گھر سے لے گئے تھے وہ تبادلہ فرماتے اور کنوئیں کا پانی پی لیتے۔

ایک بار حضرت مسوات کے علاقے میں تبلیغ کرنے کے لئے گئے۔ اور وہاں کے لوگوں سے شرط کی کہ تمہارے ہاں کچھ نہیں کھاؤں گا: چنانچہ اپنے دستور کے مطابق میٹھی دھنیاں پکا کر ساتھ لے گئے۔ مگر اتفاقاً ڈانٹھوں میں درد شروع ہو گیا اور درد ڈانٹھوں کے اس لئے اٹھان تک صرف دو پیسے کے ٹائٹلے کر کھاتے رہے۔

ایک بار حضرت بہاولپور کے دورے تبلیغ پر گئے۔ قصبہ قصبہ تبلیغ کی مین باجوہ مراکے

میں کھانا نہیں کھایا۔ بزرگ زیادہ ستاتی تو بیگ میں سے مجھے ہرے چنے عترت سے گر کے ساتھ کھاتے اور پانی پی کر لگے گاؤں چل پڑتے بعض بزرگ وہاں کی خیمیں پیش کرتے لیکن حضرت یحییٰ سے انکار کرتے۔

انجمن خدام الدین کی ساری عیونیات حضرت کی ذہنی کاوش کا نتیجہ ہیں۔ مگر آپ نے ان کی فروخت سے بھی ایک پائی تک ذل کس قدر تمام ہلکے ہلکے تھے۔ آپ اپنے اور اپنے عزیز کے لئے ہفتہ وار تمام الدین کا پرچہ ہی مفت نہیں قیامت داکر کے دیا کرتے تھے۔

حضرت کے ایک فلس نے ایک مرتبہ ایک نئی کار حضرت کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ موٹر گاڑی تیار و مرتبہ، پٹرول وغیرہ کے تمام مصارف میں ادا کرتا رہوں گا مگر حضرت نے اپنی شان و آستیا کو برقرار رکھتے ہوئے قبول کرنے سے انکار فرمادیا۔

کشف و کرامت

جب ذکر اللہ اور اتباع سنت پر راجحیت سے دل کو نورانیت حاصل ہو جاتی ہے تو اس کو وہ راز لکھ کر سر پر مسوم ہو جاتے ہیں جو دوسروں کو معلوم نہیں ہوتے۔ اسی کلام کشف ہے۔ اور جب اس آیت کلام میں لا کرا یک اور رنگ اکو دلوں کی صفائی باذن اللہ کی جاتی ہے تو اس کو تصفون کہا جاتا ہے۔

کشف کی کئی قسمیں ہیں۔ ان میں کشف القلوب اور کشف القیود و مشہور قسمیں ہیں حضرت سہروردی صحت کے ضعف تھے۔ آپ کے چند کشف مریع ذیل ہیں۔

کشفِ قلوب ایک دفعہ حضرت نے کسی کے ہاں کھانے کی دعوت قبول فرمائی۔ مزاج اقدس کو طوطا نماط رکھتے مجھے چیزیں پکوانی لگیں حضرت اُلی ہرنی پھل پخت سے کھاتے تھے۔

کھانے کے بعد پھل کے ساتھ چلوڑنے کی گریاں بھی رکھی گئیں اور حضرت نے ان سے زیادہ شوق فرمایا۔ صاحبِ خانہ نے استفادہ کیا کہ حضرت کیا بات ہے دوسری چیزوں کی نسبت آپ کو چلوڑنے بہت پسند آئے؟ آپ نے فرمایا: ”ان میں اثرانیت زیادہ دکھائی دی تھی گریاں صاحبِ خانہ کی چھوٹی چھٹی نے داخلہ اور گھسنے کے بعد ذکر میں مشغول ہو کر نکالی تھیں۔

صدیقیتِ علامہ سہروردی لانا سینگ بادشاہ صاحبِ اویسی ہیں کریں نے پشاور کے ایک تعلیم یافتہ زہدان کو حضرت کے نام خط دیا کہ اس کو بیعت فرمائیں۔ وہ زہدان حاضر ہوا تو میرے

دن حضرتؑ نے اس کو بعیت کیا۔

کچھ عرصہ بعد جبریلؑ نے ذکر حضرتؑ نے لمحہ سے فرمایا کہ پہلے دن میں نے اس زہریں کے قلب کی طرف توجہ کی تو اس کو نہ راقی پایا۔ اس لئے میں نے انکار کر دیا۔ دوسرے دن دعا یا تو میں نے پھر انکار کر دیا تیسرے دن آیا تو میں نے اس کے قلب کو راقی پایا اور اس کو بعیت کر لیا۔ ایک دفعہ حضرتؑ ہمیں سفر پر بلائے تھے جب لاہور وائٹیشن کے پل پر سے گندے۔ تو چند لوگوں کے لیے کھڑے ہو گئے۔ ایک جانب کوئی خستہ حال بھکاری سودا تھا اور دوسری طرف ایک غلوں کا مال بھکاری لیٹی ہوئی تھی حضرتؑ نے صاحبین سے فرمایا کہ یہ عورت بہت جلد بھوکتی ہے اور یہ آدمی ذکرِ قلبی میں فنا ہے۔ پر کون ان کو جانتا ہے۔

ایک دفعہ آپؐ حج بیت اللہ کا ارادے سے کراچی پہنچے تو وہاں بنگ کے ایک بہت بڑے عمدے اور نئے حضرتؑ کو چلنے کے لیے مجبور کیا۔ حضرتؑ کو اس کی دعوت قبول نہیں فرمایا کرتے تھے۔ لیکن آپؐ نے ان کی دعوت قبول فرمائی۔

غیر کے بعد جب آپؐ ان صاحب کے گھر تشریف لے گئے تو چلنے کوئی حضرتؑ نے فرمایا کہ میری چلتے میں دُعاؤں کا انا صاحب غلام نے عرض کیا کہ حضرتؑ یہ سب چیزیں میری کمائی کی ہیں اور دُعاؤں میں میری کمائی نہیں ہے۔ انہوں نے بہت اصرار کیا تو حضرتؑ نے فرمایا کہ جینس تو تہادی ہے مگر چڑا اس تو لا لاف نہیں، بنگ کا لاف ہے۔ وہ تہادی جینس کو پارہ ڈالتا ہے۔ صاحب غلام چپ رہ گئے اور حضرتؑ نے بغیر دُعا کے چلتے ہی۔

ایک دن حضرتؑ صبح ہی بنگ کے کہیں باہر تشریف لے گئے۔ آپؐ کی غیر موجودگی میں آپؐ کا ایک منہ پر لکھا ہے اعلیٰ کا ایک ڈاکر لے کر آیا اس نے ڈاکر اور دُعا سے پرہیز کیا اور حضرتؑ کے اعلیٰ کی بیانت کیا جواب داکر باہر گئے ہوئے ہیں، غیر کے اعلیٰ کی نہیں لے۔ اس شخص نے ڈاکر

میں لکھوا دیا اور خود مسجد میں جا کر بیٹھ گیا۔

حضرت تشریف لائے تو پوچھا کہ ڈر کیا ہے؟ جواب دیا ایک شخص ملایا تھا جو مسجد میں بیٹھا ہے حضرت میرے کھد تشریف لے گئے اس شخص نے اٹھ کر سلام کیا آپ نے جواب دیا ہاں۔ کیا یہ حرام میرے لیے لائے ہو، اس کو اور کئی کھانے الا نہیں تھا؟

وہ شخص پریشان ہو کر بولا: حضرت حرام کمال نہیں ہیں! پٹنہ باغ سے تو ڈر لایا ہوں۔ حضرت نے فرمایا: لائے تو اپنے باغ سے ہی ہو مگر تمہیں یہ کہے کہ ایک غنہ پانی کی بادی کس اور باغ والے کی تھی لیکن تم نے چوری چھپے اپنے باغ کی پانی سے لیا تھا۔ کیا اس کے بعد بھی یہ مال حلال ہے؟ وہ شخص خاموش ہو گیا اور عرض کی کہ حضرت! آپ رست فرماتے ہیں۔

ایک فرد ایک شخص جمعیت کے لیے ایک تین دن تک ہلا اور درخواست کرتا رہا کہ حضرت! انکار فرماتے ہے۔ آخر اس نے ایک روز چلا کر کہا جو آتا ہے اسے جمعیت کر دیا جاتا ہے مگر مجھے غلام لڑیا ہلا ہے کیا میں طریقہ تین روزہ مال منی اللہ علیہ وسلم کا تھا؟ اس پر حضرت! اسے اندھے گئے اور اس سے پوچھا کہ کیا تیرے ہاتھ میں یہ جمعیت ہوتے ہو اس نے عرض کیا کہ حضرت! میں ایک آدمی کے شتر ہانگتا ہوں مگر لوگ سب کے سب حضرت کے فریاد ہیں، ان کا سروا ہے کہ میں حضرت! کا فریاد ہو ہر جاؤں۔ اس پر حضرت! نے فرمایا۔

”ہاں میں نے ہر بات تیرے دل کی توجہ کی۔ مگر اس کو انکار کرتا ہوا پایا اور فرمایا میں اگر اندھا ہوتا تو جمعیت کرتا۔“

تو یہ کہ ختم نہ ہوتے تھے، وہ ان مولانا محمد علی صاحب اور دیگر اکابر علماء دین حیل میں نظر بند تھے۔ جہاں حضرت امام اللہ دیا بھی نظر بند تھے مولانا محمد علی نے ایک دن اپنی پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ جب میں آیا تو میرا دل بڑا بیجا تھا۔ اب میں تنگ اس کی کوئی اطلاع نہیں پائی، معلوم ہوتا

جہ نہ رحلت کر چکا ہے مگر میری پریشانی میں اضافہ نہ کرتے ہوئے گھروں نے مجھے اطلاع نہیں دی جب سب حضرات اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے تو حضرتؑ نے مولانا مولیٰ صاحب کے کمرے میں جا کر فرمایا: صاحبزادہ! بفضلِ تاملے درست ہے چو نہ آپ کے گھوڑے باہر گئے ہوتے ہیں، اس لیے ابھی تک آپ کو اطلاع نہیں دی گئی، وہ چاروں تک آپ کو خط آجاتے گا چنانچہ چند دنوں کے بعد مولانا مولیٰ صاحب کو کمرے سے اسی ضمن میں اطلاع آگیا۔

مولانا حبیب اللہ صاحب اوی ہیں کہ ایک دفعہ سفرِ حملاز میں جب حضرتؑ مدینہ تشریف لائے اور میں بھی ساتھ تھا تو وہ چلتے چلتے حضرتؑ نے فقر شہزادہ کو فرمایا: میں معلوم ہوتا ہے کہ یہ نقشِ پاکس باغیچہ کے نہیں ہیں۔ بعد ازاں تحقیق پر معلوم ہوا کہ وہ واقعی ایک گراہ اور چھتیدہ انسان تھا جو دوسرے ملک سے مدینہ منورہ کسی غرض کے لیے آیا تھا۔

اجنیوالہ کے چوہدری عرفان بیواقی برادری کے سربراہ ہیں۔ وہ حضرتؑ کے اور آپ کے ملک کے سنت مخالف تھے۔ ایک دفعہ لاہور میں صاحبِ فکر کے ہمراہ محض آدھا منٹ ملا پر حاضر ہوئے اور یہ کہ اگر حضرتؑ نے میرے دل کے شکوک و شبہات دور کر دیے تو میں توبہ کروں گا اور حضرتؑ کی بیعت کروں گا۔ اس کے آتے ہی حضرتؑ نے از خود ایسی باتیں فرمادیں جن سے ان کلمات دور ہو گئے اور وہ حضرتؑ کے عہد پر کمال سے تعلق پیدا ہو گئے کہ ساری برادری کو ان کی جدت حضرتؑ کی بیعت کا شرف حاصل ہوا۔

حضرتؑ کا کشف اس قدر صمیم تھا کہ آپ فرمایا کرتے تھے اگر ایک آدمی غسلِ غافل میں غسل کرے تو میں اس کے بدن کا ملا متعلیٰ دہن سے اتار دوں گا، اور یہ کہ یہ بتا سکتا ہوں کہ یہ غسل کرنے والا مقربِ بارگاہِ اہلبی ہے یا راندہ و رگاہ خداوندی ہے۔

کشفِ قبور ہائیکورٹ کے ایسیٹو کیٹ نے بتایا کہ حضرتؑ نے کراچی میں کس جگہ کے

مردم سے ایک انبار کے نیچے سے ہڈیاں نکلاؤں اور انہیں باقاعدہ دفن کروایا۔ پھر فرمایا کہ یہ ایک اہل اللہ کی ہڈیاں ہیں۔

ایک بار حضرت ایک گاؤں میں تشریف لے گئے۔ اس گاؤں میں حضرت کی ایک غار تھی جہاں جو اس وقت فوت ہو چکا تھا حضرت اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا: ”اس پر اللہ کی رحمتیں نازل ہو رہی ہیں مجھے کتنی ہے“ ابابہؓ آپ کے صفے میں اللہ تعالیٰ نے عجیب بخشیا ہے۔“ ایک بار حضرت ریل گاڑی میں کہیں جا رہے تھے ریلوے لائن سے دور ایک قبر پر آئی حضرت فرماتے گئے: ”اس قبر کے کہیں بڑے اللہ والے ہیں“ مالا مال وہ قبر بالکل خستہ تھی۔

ایکے فخر آپ ایک قبرستان سے گزر رہے تھے تین قبریں برابر برابر تھیں اللہ تعالیٰ فرمایا ”تینوں نیک آدمی ہیں لیکن درمیان والے کا درجہ بلند ہے۔ اس کا عقیدہ توحید میں بہت پختہ ہے“ حضرت کی ایک خادمہ صرف تین چار متعلقین کو تاکید کر گئی کہ جب حضرت اس گاؤں میں تشریف لائیں تو آپ کو میری قبر پر ضرور لانا حضرت ہاں تشریف لے گئے تو ایک شخص آپ کو قبرستان لے گیا ایک جگہ تین قبریں تھیں اس شخص کا خیال تھا کہ ان میں سے ایک قبر اس کی ہے مگر حضرت نے ٹھیکہ کر فرمایا: ”ان تینوں میں سے کوئی قبر اس کی نہیں“ حضرت اگر جلدی واپس جانا تھا آپ تشریف لے گئے دوسرے دن وہی شخص اٹکی کے ارٹوں میں سے ایک آدمی کو لے کر قبرستان آیا تو واقعی اٹکی کی قبر دوسری جگہ تھی۔

حضرت تبلیغ کے سلسلے میں دھرم و چک تحصیل کر گئے تشریف لے جا رہے تھے راستے میں ایک مقبرہ نظر آیا حضرت کا ناٹھو مقبرے کے پاس سے گزرا تو آپ نے فرمایا: ”یہ کسی کی قبر ہے مگر اس میں میت نہیں غالب ہے“ دھرم و چک پہنچ کر آپ کے مصاحبین نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ واقعی اس مقبرے میں کوئی دفن نہیں۔ اس جگہ ایک پستی فخر کا قیام تھا۔ لائن پر

کے کمرے میں ہمارے ہر گیارہ افراد میں دفن کر دیا گیا۔ اُس کے چہرے نے یہاں تیر تارک عداوت کھڑی کر دی اور اب ہر سال قبری محرم و صوم سے اس کا اوس مناتے ہیں۔

مولانا سید گل بادشاہ صاحب کا بیان ہے کہ میں نے ڈیرہ اسمیل خان میں حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانی اور مولانا عبداللہ خان صاحب (دادا پڑی) کی مسجد میں حضرت سید محمد علی صاحب حضرت اسمیل خاں خیر و سید محمد بریلوی کے مزارات پر تشریف لے گئے تھے مولانا عبداللہ خان صاحب فرماتے ہیں کہ میں حضرت مولانا گل بادشاہ صاحب سے ملو رہی تھیں؟

حضرت نے فرمایا وہاں میں نے مولانا محمد اسمیل خاں خیر کے مزار پر مرقبہ کیا تو واقعی انہیں گہوارہ تھا لیکن جب سید محمد بریلوی کی قبر پر مرقبہ کیا تو صاحب قبر نے بتایا کہ میں سید محمد بریلوی نہیں ہوں۔ وہ غلط ہے مجھے سید محمد صاحب بریلوی سمجھتے ہیں اپنا نام سید اقدس نے بتایا۔

ایک دفعہ حضرت نے بتایا مجھے شناسی تعلق لاہور کی غریب دیوار کے پاس ایک خاص قسم کی خوشبو آتی ہے۔ وہاں میں ایک لی کر دفن پاتا ہوں۔ مجھے اُن کے سر اور پاؤں کا عجیب طعم ہے۔ میں باطن کی آنکھ سے دیکھ چکا ہوں مگر بتاتا اس بے نہیں کہ وہ سید گاہ بنائیں گے؟

حضرت کی ایک شہیدہ کے دو بیٹے فوت ہو چکے تھے۔ اُس نے حضرت سے دو فرزندوں کی قبروں کا حال پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ایک بیٹا جنتی ہے اور دوسرا مذہب میں مبتلا ہے۔ اس پر اُس عورت نے کہا واقعی جنتی بیٹا شہادت کی موت سے مرے اور دوسرے نے خودکشی کی تھی۔ انکس میں تعلیم پانے والے ایک پاکستانی طالب علم کی موت پر حضرت نے اس کی والدہ سے فرمایا کہ وہ مذہب میں مبتلا ہے۔ اس وقت تو اس کی والدہ بڑی تڑپ رہی۔ مگر چند دنوں کے بعد جب یہاں سے اس کالج کے پرنسپل کا تفصیل خط آیا تو اس میں درج تھا کہ

”وہ طالب علم میں مرنے والا تھا اس کی لاش کے پاس نہر کی خالی تیشی چڑی تھی جہاں کہ

اُس نے خود کشتی کی تھی۔

کرامات

اولیاءِ ربوبت قدرتِ ازلہ - تیر حیرت را بگردانند ز راه
کرامت اُس فرقِ عبادت کا نام ہے جو بابتِ سنتِ کاملِ انقرویٰ میں سے صادر ہو
اور کرامات بعد از موت ہی باقی رہتی ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردہ مرقوم فرماتے ہیں: تعریف و
کرامات دلیا دینے بعد امارت بھال خود باقی رہے ہند بگردان لایت بعد موت ترقی عے شوقِ حدیث کے کہیں
عبداللہ نقل کردہ شاہد است۔

حضرت علی کرامات بہت ہیں سب سے بڑی کرامت تو یہ ہے کہ جب آپ لاہور تشریف
لائے تو یہاں گشتی کے چند لوگوں کے سوا حضرت کا کوئی واقف نہ تھا اور جب نصحت ہوتے تو قریباً
دو لاکھ انسانوں نے جنازہ میں شرکت کر سادت سمجھا لاہور کی تاریخ میں چشمِ نکل نے ایسا عظیم نشان
جنازہ مشکل ہی سے دیکھا ہوگا۔

علمِ سلوک کا سند ہے کہ کرامت یا اس کا سند و دلیل بزرگی نہیں بعض اولیاء اللہ ایسے ہیں
کہ ان سے کوئی کرامت منقول نہیں مگر پھر بھی وہ اپنے زمانے کے دلِ کامل گذرے ہیں۔ اس لیے یہ
ضرویٰ نہیں کہ دل کو اپنی کرامت یا ولایت کا علم ہی ہو ایک شخص اپنے زمانے کا بہت بڑا دل ہوتا
ہے مگر ہو سکتا ہے کہ اُس کو اس کا علم نہ ہو اسی وجہ سے حضرت فرمایا کرتے تھے کہ الاستقامت فوق
الکرامت حضرت نے اس موضوع پر کئی دفعہ خط بھی فرمایا جبکہ جہانِ نما اُطیبیہ الاتجارتہ
والاُطیبیہ الطرانتہ، حضرت کی چند جہتی کرامات کا تبرکاً ذکر کیا جاتا ہے۔

مولانا ماضی احسان احمد صاحب شجاع آبادی فرماتے ہیں: میرا ہندوٹ گیا، ڈاکٹر ایلوین
جیسے سرجن نے کہہ دیا تھا کہ بغیر آپریشن کے درست نہیں ہو گئے گا میں نے حضرت سے قتالِ جیل
میں ذکر کیا تو حضرت نے فرمایا اتھیر اور ہم کو دیا صبح اٹھا تو بازو بالکل ٹھیک تھا اب تک ٹھیک ہے

۱۹۳۲ء کا فکرا ہے۔ لاہور کے مولوی حفیظ علی کے ایک شخص کی لڑکی تین چار سال سے موت
حیات کی کشمکش میں مبتلا تھی۔ لاکھ دوائیں کیں مگر کوئی کارگر نہ ہوا۔ مالک نے ان اچانک حالت غیر ہو گئی
اور اس کی تدفین کی طرف سے سب مایوس ہو گئے۔ کبھی شخص نے ترکی کے متعلقین سے کہا کہ حضرت
سے رجوع کریں۔ وہ لوگ حضرت ملے آئے۔ آپ نے آتے ہی لڑکی کے چہرے پر نظر ڈالی۔
اور کلام الہی کی آیات پڑھ کر اس پر دم کیں گھر کے کسی فرد نے آپ سے بیان کیا: حضورؐ لڑکی
کو کیا بند ہے؟ آپ نے منہ دیا: ”آپ لوگ خدا کے لم نیل پر تکیہ رکھیں۔ وہ ضرور
پناہ نفل و کرم فرمائیں گے۔“

سبحان اللہ! ایسا ہی ہوا۔ اُس ارجمند الرحیمین کی عمر پانی سے لڑکی چپ ہوئی اور
میں صحت یاب ہو گئی۔

حضرتؐ کے درمیدوں پر عدالت میں قدمے پل ہے تھے۔ دونوں حضرتؐ کی خدمت
میں دُعا کے لیے حاضر ہوئے۔

ایک مرید نے کہا حضرتؐ کل قدمے کا فیصلہ ہے دعا فرمائیں: ”حضرتؐ نے فرمایا اچھا
اللہ تم کو دے۔“

گھر سے نئے جسم عرض کیا: ”حضرتؐ میرا جس کا فیصلہ ہے۔ دعا کریں۔“ حضرتؐ نے فرمایا
”اللہ تمہارے استقامت دے۔“

دوسرے دن جب پچاس شخص عدالت میں پہنچا تو سچ نے اُسے بری کر دیا اور دوسرے کو
ایک سال کی سزا دی۔

۱۹۳۳ء میں ختمِ نبوت کے سلسلے میں دہلیا یروں کے ساتھ قذافی کی مشعل جیل میں تھیں
تھے۔ اُنٹراپریل کو آپ نے اپنے اسباب سے دوا بن گھنکر فرمایا۔ ۵

نقیت شہر صحبت جنس . کوٹلی پنج رزست بارہن

ضیک پانچ روز بعد ۱۳ اپریل کو حضرت کی منتقلی کے احکام آگئے اور آپ کو مندرجہ جیل سے ڈسٹریکٹ جیل میں منتقل کر دیا گیا۔

اکتوبر ۱۹۹۷ء کو لاہور آئے۔ سزائے موت کے ایک قیدی نے حضرت سے ملنے کی خواہش کی۔ حضرت دلداری کے لیے اس کی کوٹھڑی تک گئے۔ سپرنٹنڈنٹ جیل میں ساتھ ساتھ قیدی نے دعا کی انتہا تک آپ نے اسی وقت ہاتھ اٹھائے اور دعا پڑائی۔ کسی کے دھم دھم میں یہ بات نہ آسکتی تھی کہ یہ قیدی موت کے چنڈے سے بچ سکتا ہے۔ اس بد نصیب کی سب پچیس غماج ہو چکی تھیں اور سزائے موت کی تاریخ کا انتظار تھا۔ مگر ۷ اکتوبر ۱۹۹۷ء کو گورنمنٹ نے یوم انقلاب کی خوشی میں تمام چھائی دلوں کی سزائیں معاف کر دیں۔

جناب اللہ دین صاحب مکمل ماسٹر سہ ماہی فرماتے ہیں: ”نور اللغات میں نے ملک کرامت اللہ صاحب اندر سے حج بدل کے تصفیہ کے بعد حضرت کو ایک اور ایذا اہانت کے پیکر لکھا۔ آپ نے بھائے اہانت کے حج کی خوشخبری سے مسرور فرمایا۔“

میں نے حج کے لیے درخواست دی مگر فروری ۱۹۹۷ء کو اسلام آباد ہر سال حج بدل کی درخواستوں کو منظور کر لیا گیا ہے۔ اگلے سال تو راندازی ہو گئی میں بائیس نہ ہوا۔ کیونکہ حضرت کی پیش گوئی پر پورا نہیں تھا۔

چنانچہ کچھ دنوں بعد پیرا اسلام آباد حج بدل کی درخواست دینے والوں میں جو لوگ رجب اولیٰ کو خارج ہوا داشت کر سکتے ہیں وہ اکثر لاہور کو عرضی مسجدیں میں نئے درخواست بھیج دی اور تو راندازی میں میرا نام مل گیا۔

محمد بخش صاحب اور لاپنٹی کا بیان ہے کہ رجب چھ گھنٹے ہست کیا کرتا تھا اور بدحواس

کرنے کے یہ عادت تھیں جو تھا ایک ضعیف اور حضرت کی خدمت میں سے گیا۔ حضرت نے بچے کے سر پر ہاتھ پیرا اور فرمایا: بیٹا! اب گالیں نہ دیا کرو گے؛ پھر فرمایا بیٹا! دیکھو کہ کچھ کمالی نزد گوئے: بچے نے سر اٹایا اس کے بعد حضرت نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا: "وہی را اس نے ہمارے ساتھ دھو کر لیا ہے انشاء اللہ آئندہ کالی نہیں لے گا۔" چنانچہ اللہ کے فضل اور حضرت کی توجہ سے اس بچے نے آج تک کالی نہیں دی۔

مکرم کے حکیم محمد رمضان صاحب جو حضرت امدادی کی زیارت سے مشرف ہو چکے تھے ایک دفعہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے مجلس مذاکرہ کے بعد حضرت کے مگر عطا ہوئے یہ درخواست کی کہ حضرت مجھے خواب میں مبارک دیا، اللہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے مگر حنین کی زیارت سے کامال محروم ہوں میں مکرم صرف اسی لیے حاضر ہوا کہ آپ دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے یہ مسئلہ جس عطا فرمادے حضرت سکھائیے اور مگر کی طرف راہ نہ ہونے مگر کے بیڑی کی مدد سے پہنچ کر اپنے غلام خاص مولوی محمد صابو صاحب کو ارشاد فرمایا کہ حکیم صاحب کو میرے حجرے میں میرے بستر پر لٹا دو۔ چنانچہ صابو صاحب نے تعمیل ارشاد کی مگر حکیم صاحب کھائے حضرت کی چار پائی پر سونے کے حضرت کی رضائی میں فرش پر سر لگئے حکیم صاحب فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے حضرت کے ساتھ حنین اور ہائے حضرت لاہوری بھی ہیں چار پائی پر سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم دفنی افروز ہو گئے ابدان کے ساتھ حنین بھی تشریف فرما ہو گئے حضرت مولانا نے حکیم صاحب سے فرمایا کہ یہ امام حسن ہیں اور یہ امام حسین ہیں۔ عرض اللہ نعم۔

اس خواب سے بیدار ہو کر حکیم صاحب نے حضرت کی بیت کا شرف حاصل کر لیا۔

بزم ان نے حضرت کا نام تو نہ تھا مگر کس دس ترکان مجید میں شرکت کی سعادت نصیب نہ ہوئی تھی تقریباً شمار برس کی بات ہے جب مجھے معلوم ہوا کہ آپ مسجد دس ترکان حکیم میں بیٹے

میں، تو قرب کافی کے باعث درس میں شرکت کی آکر پیدا ہوئی۔

آخر ایک دن پیرم عبدالمی کو لے کر درس میں گیا۔ درس شروع ہو چکا تھا میں چونکہ آخر میں پہنچا تھا اس لیے سب سے آخر میں ہی بیٹھا سب جانا جب میں بیٹھنے لگا تو حضرت نے ارشاد فرمایا ارگے آجہو تعیل ارشاد کی گئی، اگلے دن میں پھر تاخیر سے پہنچا اور جب آخری صف میں بیٹھنے لگا تو آپ نے پھر اشارے سے اپنے پاس بلا لیا۔

درس قرآن مجید میں اس امتیازی دہاداری سے طبیعت بہت کند رہی، مجبوراً درس کے خاتمہ تک صبح بھر کھڑے کیا اور دل میں یہ کیا کہ آئندہ صلہ کبھی نہ آؤں گا۔

درس ختم ہوا تو حضرت نے جمع مام میں فرمایا کہ میں جہاد و منصب کے متعلق کسی کو اپنے قرب نہیں سمجھتا، قصہ صرف یہ کہتا ہے کہ کھجور لوگ میرے قریب بیٹھیں کہ ان کے دل میں بات جلد اثر کرتی ہے اور وہ دوسروں تک میرے خیالات پہنچانے کا ذریعہ بھی ہوتے ہیں، بیچارے تھے ہی میں حضرت کا حال ہو گیا۔ اور آپ کی حیات پابندی اوقات سے حاضر درس ہوتا رہا۔

ایک موقع پر میں جب حضرت کے درس میں شرکت کے لیے تیار ہو رہا تھا کہ میرے انگوٹھے میں بیڑ لگ گیا جس کی وجہ سے کافی خون بہہ نکلا۔ درس میں جانے کے لیے زیر ہدی تھی میں نے جلدی جلدی زخم کو پھرٹ سے صاف کیا جس سے کسی صنگ خون نکلا نہ بند ہو گیا اور اس زخمی ہاتھ کو اپنی اچھن کی جیب میں ڈال کر حسب دستور حضرت کے قرب میں جا بیٹھا مگر سے چلتے وقت دل میں خیال آیا کہ دیکھیں حضرت پھرٹ کے استعمال کی نسبت کیا فرماتے ہیں۔

اُسی وقت آپ تشریف لے آئے اور آتے ہی بلا استفسار فرماتے گئے آپ کو معلوم ہے کہ میں کبھی کبھی گل بند ہوتا ہوں ہے لیکن میں نئی کاتیل نہیں جھانکا کرتا ہوں ہے اسی لئے نرم تپاں جھانکا کرتا ہوں کہ برقت ضرورت استعمال ہو سکے۔

میں دم طور پر نماز مغرب مسجد شیر نوالہ میں جا کر ادا کیا کرتا ہوں۔ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کا لہجہ پر یہ خاص کرم تھا کہ ہمیشہ صاف اذان میں اپنے ساتھ ہی کھڑے ہونے کا شرف فرماتے تھے۔

ایک دن جب حضرت اپنے جہر سے نماز مغرب کے لیے مسجد میں تشریف لارہے تھے اور میں حضرت کا متفق تھا۔ آپ نے آتے ہی جہر سے دریافت فرمایا کہ آپ اس وقت فلاں خطیفہ پڑھ رہے تھے؟ میں نے تعجب میں کیا اور اثبات میں جواب دیا۔

مولانا عبد الحکیم صاحب، تم مدرسہ نعیم المدارس فرماتے ہیں کہ حضرت استاد مولانا محمد امجد علی صاحب نے بیان کیا کہ انکس میں ہمارے ایک عزیز نے حضرت مدنی سے اپنی نسبت ادا کرتے ہوئے حضرت سے بیعت کی درخواست کی۔ اس کے جواب میں حضرت نے فرمایا کہ بیعت مدنی ادا کرنا ہے۔ اس کے بعد آپ نے دریافت فرمایا کہ حضرت نے جو خطیفہ بتلایا تھا وہ پڑھا کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا پڑھا کرتے ہیں۔ اس پر حضرت نے کچھ دیر کے لیے انکس بند کر دیں اور فرمایا عزائمہ صحت مذکورہ تم نے خطیفہ بدی نہیں رکھا۔ تمہارا دل رویا ہوا ہے۔ سبحان اللہ۔

پیشوا اہل دل و دل نگہ دار یہ دل

یہی مولانا فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ بیعت اسلام کی مجلس عالم میں شرکت کے بعد حبیب میں نے واپس لا کر دیکھا۔ حضرت رحمت اللہ نے اپنے خلوت خانہ مخلص مسجد میں باطنی عظیمیگی میں دروازہ بند کر کے صوف اپنے غلام موجود تھا۔ انیسویں فرغانہ بیعت میں کام کرنے کی اہمیت واضح فرمائی۔ اس دوران میں دروازہ پودنک ہوئی۔ حضرت نے فرمایا۔ دروازہ کھول دو۔ دیکھا کہ ایک سفید ریش دروازہ ہوا یا کہ حضرت وکرم میں عجیب لذت و کیفیت ہوتی تھی مگر اب کچھ وقت سے دلگتی ہے جس کے لیے بہت پریشان ہوں۔ حضرت نے فوراً فرمایا، تم نے دروں سے اس کا خیال کر دیا یا پرچہ؟ عرض کیا میں اس پر فوراً آئندہ ایسا نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ کیفیت واپس آجائے گی۔

مکاتیب

کسی انسان کے جملات و بیانات اور افکار و فکریات کی عکاسی اس کے ذہنی خطوط کرتے ہیں جو وہ اپنی زندگی کے مختلف ادوار میں دوسروں کو لکھتا ہے۔ اس لئے سیرت کے موضوع میں مکاتیب کا مقام بہت ہی اہم ہے۔ اکابر اولیاء اللہ میں سے اکثر بزرگوں کے مکاتیب کتابی شکل میں شائع ہو چکے ہیں۔ اس سلسلے میں حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کے مکاتیب نمایاں ترین معروف اور متداول رہیں گے۔ شیخ الاسلام مولانا تاج محمد عینی قدس سرہ العزیز کے مکاتیب بھی چار جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ حضرت کاسمۃ حقیدہ خنداں اس تصدیق و تصحیح کا اس میں غلطیوں، فقرات و سادہ سبب تم کے دل شامل تھے، حضرت نے ہر شخص کو اس کی حیثیت کے مطابق اپنے خطوط سے نوازا۔ انشاء اللہ حضرت کے مکاتیب کا مجموعہ طبع و کتابی صورت شائع کیا جائے گا۔ فی الحال سوانح کے اس عنوان کو مکمل کرنے کے لئے چند خطوط جمع کر دیے ہیں۔

حضرت مولوی فیروز الدین بانی "فیروز سنٹر" کے نام

مخدومی و کمری حضرت مولانا فیروز الدین صاحب نعت بکاکم

از اس طرح نام احمد علی مغل رضی اللہ عنہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ علیہ صاحب مجھے "قرآن مجید مترجم اور توضیح تفسیر تیسری طبع القرآن" کا ایک نسخہ آپ کی طرف سے پیش کرنا چاہتا تھا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی پیغام تھا کہ مولانا نے فرمایا ہے کہ اگر آپ اسے پسند کریں اور دوسرے متبعین کو دینا چاہیں تو ہم اسے بھیج دیں گے۔ تاکہ آپ اہل علم حضرات میں یہ تفسیر کو دیں جس نے اس قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیر متعدد مقامات سے بخیر و برکتی۔ بحمد اللہ تعالیٰ مجھے بہت ہی خوشی ہوئی کہ اللہ تعالیٰ

میں نے اپنی کتاب مقدس کی بہت بڑی خدمت آپ سے لی ہے۔ بفضلہ تعالیٰ۔ ترجہ بہت ہی جلد
اور مطلب خیر ہے اور تفسیر میں باوجود مختصر ہونے کے مضامین قرآن پر بہترین روشنی ڈالتے والے ہیں
اللہ تعالیٰ آپ کی اس خدمت کو آپ کے لئے ثوابِ نجات اور خلق اللہ کے حق میں بامش
ہدایت بنائے۔ آمین یا اللہ العالین۔ فقط

۱۱ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ

مولوی محمد حسین (دعائے ایل) کے نام

عزیز مولوی محمد حسین صاحب

جو انکارِ عرض کئے گئے تھے، اُن پر الزام سے مدافعت کریں۔ اور جہاں تک ممکن ہو
اپنے اور اولادِ تخلیق میں بیٹھ کر کریں۔

احقر انعام احمد علی محلی عن

(تاریخ درج نہیں)

مترجم انعام حضرت مولانا محمد حسین صاحب امیرِ مسلم

از احقر انعام احمد علی محلی عن۔ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میرے طبع شدہ کارڈ اور
سوال نامے کے جواب میں آپ کا کارڈ ملا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک کی تبلیغ
کی توفیق مرحمت فرمائی۔ دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کو انعام اور استقامت میں عطا فرمائے اور اس نعمت
کو قبول فرما کر آپ کے لئے دوسری اور عزا اور آخری نجات کا سامان بنائے۔ آمین!

اب میری تنہا ہے کہ آپ اپنے مکتبہ اتر میں اور مجھوں پر بھی قرآن مجید کے درس
جاری کرائیں۔ تاکہ اس کی آواز زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کے کانوں تک پہنچ سکے۔ مسلمانوں
کی تمام دینی اور دنیاوی مشکلات کا حل قرآن مجید کی تعلیم میں ہے۔

امید ہے کہ آپ اس سلسلے میں ہر ممکن کوشش کر کے مجھے بھی مطلع فرمائیں گے۔ والسلام
ماہِ رجب ۱۴۳۴ھ

نور احمد صاحب (سہنی) کے نام

محترم المقام زیدت معالیکم

ابوہریرہؓ کا نام احمد علی عفی عنہ۔ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ میں نے بہت غور کیا ہے، مگر آپ کے ہاں حاضر ہونے کے لیے کوئی موزوں نظامِ اوقات نہیں بن سکتا۔ خیال یہ تھا کہ ۱۰۔۲۰ فردری ۱۹۵۹ء جمعہ کی شام سندھ ایکسپریس میں روانہ ہو کر ۱۱۔۲۰ فردری ۱۹۵۹ء کی صبح کو لاہور ۲۔۳ منٹ پر روٹری پہنچ کر آپ کے ہاں بی کی طرف روانہ ہو سوں گا۔ مگر ان کو کوئی اور گاڑی ہی نہیں ملتی۔ سرنگا اس کے کو شام کو لاہور ۲ منٹ پر گاڑی ملے گی۔ جو دو بجے رات کے ہی پہنچے گی۔ اگر میرا ایک دن اور ایک رات ساری بیکار گئی، اس کے بعد واپس کے لئے آؤں گے چنانچہ شام کی گاڑی میں واپس آنا چاہتا ہوں اور وہ گاڑی رات کو آئے روٹری پہنچے گی۔ اور صبح چار بجے لاہور میل ملے گی۔ اگر اسلامی رات روٹری چار بجتا ہے گا۔ اس سے زیادہ میں ٹھہر نہیں سکتا۔ اس پر وگرام کے مطابق ۱۲۔۲۰ فردری بروز سوموار واپس لاہور پہنچوں گا۔ اس کے بعد منگل و جمعرات میرے خطبہ لکھنے کے دن ہیں، جو خدام الدینؒ میں طبع ہوتا ہے۔ اتنا طویل سفر کر کے فقط چند گھنٹے آپ کے ہاں رہنا ایک بے معنی چیز ہے۔ ۱۰۔۱۱۔۱۲ اس کے تین دن میری سفر میں سلسلہ گزریں گی۔ ان لمبوریں کی بنا پر حاضر ہی سے مفورہ کہہ کر مجھے معاف فرمایا جائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے جہد کو لایا بہائے۔ آمین

۹۔۱۰۔۱۱۔۱۲

فاضل زادہ العین صاحب کے نام

مولانا الحاج حافظ غلامی اس خطیب مسجدِ نبویاں لاہور نے خواب میں حضرت شیخ الاسلام

مافی الزمیر تہذیب کو دیکھا کہ مکرر زہد العینی کی خمیر میں تبدیل ہو گئے ہیں تاہم صاحب نے وہ خواب حضرت کی خدمت میں پیش کیا آپ نے جواب میں فرمایا:

۱۶ فروری ۱۳۳۵ھ

فندی دکنی حضرت مولانا تھانی زہد العینی امت برکاتکم
از ستر الانام احمد علی مبنی عنہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کی خمیر میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ
کا خمیر نظر آنا آپ کے حق میں نہایت ہی مبارک خیال ہے۔ اس سے یہ مراد لی جا سکتی ہے کہ حضرت
رحمۃ اللہ کے جذبات بالیقین بالکس اپنے وجود میں آیا ہوا ہے۔ طالب کو اپنے شیخ کامل سے یہ نکتہ
طالب کی اسمائ غرض نہیں پورا ہے۔

وَذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ ۚ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۔ نقطہ

مروری خیر الحق صاحب کے نام

بھریز القدر سعادت اثر مروری خیر الحق سلا

از ستر الانام احمد علی مبنی عنہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ بتیامیں کچھ ناصحانہ باتیں لکھنا چاہتا
ہوں۔ ان کو واقعہ پر مبنی خیال کریں۔ شاید صحیح طور پر اخبار دہی چلا سکتا ہے جو انگریزی زبان میں ہند
تار دکتا ہر تار انگریزی کے اخبارات کے مطالعہ سے اس کے معلومات حالات حاضرہ کے متعلق
صحیح ہوں پھر ان کچھ پیش نظر لوگوں کے سامنے کرنی صحیح راہ پیش کر کے ایسے ذہن تو دنیاویات میں
میں حدت تار ہر تار اخبار کے ذریعہ سے دین کی ترویج لوگوں کے دلوں میں پھیل سکے۔

(مولانا عبید اللہ انور سے حاصل کیا گیا)

مولانا خیر اللہ خان صاحب (گجرات) کے نام

محرم الحرام مولانا خیر اللہ خان صاحب دامت سماحکم

از احقر انعام احمد علی مغلی ع۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ والہ فیہ نے سرفراز فرمایا میری رائے
 تو یہ ہے کہ امام المہادیین سید العباسین العیضرت مولانا مفتی اناسین احمد صاحب مدنی لکھے ہیں
 ہیں سے آپ وابستہ ہیں۔ تو داریں میں آپ کے حق میں بہتری ہوگی میرا قرآن کے متعلق یہ خیال
 ہے کہ ان کی کسی جامع ہستی آج سطح زمین پر اول کوئی نہیں ہے۔ یہ عاجز تو ان کے چڑتے کے کوسے
 کی خاک کے ایک تودہ کے برابر بھی نہیں ہے۔ آپ ایک دھنور پر مٹ بنو کر ان کی خدمت میں
 برائیں۔ اس کے بعد خط و کتابت سے بھی مراحل طے ہو سکتے ہیں۔ فقط

۱۰ رمضان ۱۴۳۸ھ

سرور خان میمنہ جیل سنٹرل کراچی ریجنل جیل صدر کے نام
 مگر وہ حق ہی ہارک لکھ

انعام انعام احمد علی مغلی ع۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ تورات کے
 آخری حصہ میں جہاں خاص باہیت اور بہت فضیلت رکھتا ہے۔ ۲ سے لے کر ایک نوافل جتنے
 طبیعت خوشی سے پڑھے پڑھا کریں۔ اور ۱۰ دنوں استغفار اگر ہو سکے، تو بہتر ہے۔ اس کے بعد اگر ذکر
 قلبی کرتے ہیں۔ تو اس میں شامل ہو کر بیٹھا کریں۔ اس ذکر کے وقت تمام ہا سنی اللہ کے خیال ہمارے
 ایک ذات باری تعالیٰ میں تصور محدود کر کے چھٹیں۔ فقط

۱۰ رجب ۱۴۳۸ھ

۱۰ شعبان ۱۴۳۸ھ

برادر محترم و کرم دادم معظم

از احقر انعام احمد علی مغلی ع۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے اور داریں
 کی جھلکیوں سے بالائی اور سرفراز فرماتے۔ ہندو جزیل پر کلام پر عمل پیرا رہیں تو رنجب ہے۔
 دھناتے نولا کے لئے

(۱) نماز باقاعدہ پابندی سے ادا کریں۔

(۲) تلاوت قرآن مجید روزانہ با ترجمہ، تفسیری ہر پانچ یا زیادہ اس سے بحث نہیں۔ قرآن مجید

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ طبع و لکھیں جس پر حاشیہ مولانا خیر احمد صاحب دیوبندی لکھا ہے جو مندرجہ ذیل پر تہ پرل ملتا ہے۔

مولانا حمید الحسن صاحب۔ مالک اخبار مدینہ منورہ دیوبند

(۳) جواز کار میں نے عرض کئے تھے انہیں پابندی سے نبھائیں۔

اہم، دواؤں کی نسیں کو تکلیف نہ دیں، بلکہ ہر ممکن خیر خواہی اپنا مقصد حیات بنائیں۔

(تاریخ دسج نہیں)

مولوی حمید اللہ صاحب کے نام

جو وزارت، مولوی حمید اللہ

از احقر انعام احمد علی رضی اللہ عنہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ، ہم بفضلہ تعالیٰ ۲۲ جولائی ۱۳۸۱ء کی شام کو کوہستان پنج گئے جی تہادی والدہ صاحبہ اور بہنو محبت خیریت سے ہیں، عافیت مولوی حبیب شاہ سلاطین پر عہدہ میں موجود تھا، اسی وقت چوہدری علی اکبر سید پاکستان کے پاس گئے اور کھانا کھا کر نماز عشا کے بعد کوہستان پنج گئے، طوفان کے کسی خطرہ کو کے دات میں غارت ہو گئے۔ واللہ اللہ۔ سب احباب کرام و پڑھنے والی کو سلام کہہ دیں۔

الرحمۃ علیہم وعلیٰ عہدہ طوفان کو کھارے ایسے بکتر، مکرر، العہد و طوفان

اکبر جان اور امیر علی کے نام

میری شریف، صاحبہ اور صاحبہ شہناز امیر علی علیہم السلام و اکبر جان علیہم السلام

از احقر انعام احمد علی رضی اللہ عنہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ، جی ٹی کن کنے کو تہاد و طوفان و طوفان

جیٹی خط میں نماز ارسال نہ کیا کرو، فقط اپنا پتہ تحریر کرو یا کرو۔

محرم الحرام ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۰ نومبر ۱۹۱۶ء

خواجہ نذیر احمد صاحب دکنی کے نام

محبی و غلص محرم الحرام خواجہ نذیر احمد صاحب ندیہ شکر ٹکرم

نماز قرآن نام احمد علی معنی غفرلہ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ میں نہیں چاہتا کہ آپ کراچی چھوڑ کر لاہور
فرما تشریف لائیں مگر اپنی طبیعت کی حالت بیان کرنا چاہتا ہوں کہ میری طبیعت آپ کی ہدایت سے
مغوم ہے اور یہ آپ کے اخلاص اور غیبت کی محبت کا اثر ہے کہ میری طبیعت ایک غلص اور دوس
کی ہدایت کو سخت محسوس کر رہی ہے۔ الحمد للہ یہاں ہر طرح سے خیریت ہے۔ آپ کے گھروالے
بخیریت ہیں۔

مولوی محمد فہر مولانا مولوی عبد اللہ ملا سے سلام منوں کہ وہیں آپ کے کراچی جانے کے
بعد مجھے آپ کا کوئی خط وصول نہیں ہوا۔

۱۰ مئی ۱۹۱۶ء

جیل سے حافظ حبیب اللہ صاحب کو لکھا گیا۔

بعض اوقات رسالت اثر حافظ حبیب اللہ طو لمعروہ

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ گل ہفتہ کے دن ہیں صبح جیل دلوں سے اطلاع ملی تھی کہ ہفتہ کی شام
کو ہلا چکا ہے یعنی دوسری جیل میں ہیں بھیجا جائے گا اس اطلاع پر ہم نے اپنا سارا سامان لٹو
رکھا تھا مگر شام کو انہوں نے اپنی بعض جہیزوں کے باعث روانہ نہیں کیا۔ آؤ اور کچھ تکمیل برقی
ہے۔ اس نے سنا ہے کہ قزو کو روانہ نہیں کریں گے۔ اب سو رہی شام کو ہی ناپا روانہ کریں گے
جبیں نصیحت کرنا ہوں کہ اپنی تعلیم اور مطالعہ میں مشغول رہنا بہت چرچنے کے بعد مسجد کے اوپر واسے

کمرے میں بیٹھ کر اپنا کام کیا کرو یا تختے دوسریں بیٹھنے کی جگہ بنا کر یہ سب سے بہتر ہے کہ اپنے مکان میں باہر خانہ میں جو تعداد کرو ہے اسی میں رہا کرو۔ اندر سے دور ازہ بند کر دیا کرو تاکہ کئی اندر نہ آئے۔ کام لاج کے لئے عبد الرحمن کافی ہے۔ تمام صرف لاہور رہنے ہی کو میں اپنی غیر معاشی میں ضروری خیال کرتا ہوں۔ دوسری نصیحت یہ ہے کہ کسی شخص کی صحبت اختیار نہ کرنا۔ معمولی سلام علیک میں کوئی حرج نہیں بلکہ نشست و برخاست کسی کے پاس نہ رکھنا۔ البتہ کبھی کبھی جی چاہا اور فراغت ہوتی تو حوض القندرشید احمد علیا کے ہاں دوکان پر یا ان کے گھر پر کیا کرو، یا معاشی بی بی کے گھر پر آیا کرو۔ تیسری بات یہ ہے کہ اپنی والدہ کی پوری فرمانبرداری لائق اور ان کی میری غیر معاشی میں اس پہچاری کو تکلیف نہ پہنچانے پائے۔ اپنے بھائی اور بہنوں سے بھی بڑا پیار کرنا۔ انیس بڑی محبت اور شفقت سے بولا کرو۔ خاص کر بہنوں سے خاص طور پر محبت سے پیش آیا کرو۔ رضیہ بی بی اور میر بی بی مجھے بیٹیوں سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ مولوی یار محمد صاحب سے صبح سویرے جاکر سب سے پڑھا کیا کرو۔ اور خوب مطالعہ کر کے جایا کرو۔ عبارت الیقین سے پڑھ کر خود ہی تقریر کیا کرو۔ میں نے دو دفعہ لکھا تھا کہ سیرت ابن ہشام مجھے دفتر سے لے کر بیچ دی چلئے۔ دو دفعہ اس کے بعد ملاقات ہوئی نہ مجھے پڑھنا یاد رہا اور نہ خلیفہ صاحب لائے۔ پہلے بھی خلیفہ صاحب ہی کو تعداد ۱۹ فروری ۱۳۳۵ مسودہ کے دن ۲۴ بجے سے ۲ بجے کے درمیان ملاقات کے لیے چار آدمی آ سکتے ہیں ملاقات کی ویسے تو خاص ضرورت کوئی نہیں۔ البتہ کتاب و ذکر کی ضرورت ہے۔ وہ ضرور ساتھ لے آئیں۔ تہمدی طرف سے ملاقات کی درخواست دہیں سے دے دوں گا اور تم آجانا۔ اگر ملاقات ہو گئی ہوا۔ دو دفعہ پڑھنا کو کہہ دیں۔ کہ یہ کتاب مولانا حبیب الرحمن کو پہنچا دیں تو انشاء اللہ پہنچ جائے گی۔

بہشت نخلان بصمت پناہ۔ شرف اکرام عائشہ حفظہ اللہ من خیر الدنیاء والآئسہ۔

سلام سنوں میں امید کرتا ہوں۔ مکمل سے میرے لیے دعا کرتی رہی گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ
خیریت سے لائے گا۔ اور اعلیٰ حبیب اللہ کے ہاتھ اپنے حالات کی اطلاع بذریعہ خط لکھ دیتا۔

۲۸ فروری ۱۹۳۲ء

ماسٹر اعلیٰ دین صاحب کے نام

معنی و مفہوم ماسٹر اعلیٰ دین صاحب زید عزم

از احقر الام احمد علی معنی عز۔ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ جس کی روتی ملام کر کے اللہ تعالیٰ کا
شکر کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ اور دنیا و دینی عطا فرمائے اور نجات دہرین کا ذریعہ (آپ کے اور آپ کے
اہل و عیال کے لیے) بنائے۔ آمین یا اعلیٰ العالیین۔ یہ خیال کیا کیجئے کہ اے اللہ! میں تو بے کس انسان
تیرا بندہ ہوں۔ یہ سب کامیابی تیرا فضل اور کرم ہے۔ انھوں پر وہ تسلیات مستور معروض ہوں۔
آپ کے چہلوں کے لیے ہم یہ دعا و ترقی و درجات تحفہ ہر

۳۰ اگست ۱۹۳۲ء

برادر محترم ماسٹر اعلیٰ دین صاحب

از احقر الام احمد علی معنی عز۔ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اس معاملہ کے متعلق میں مختار نامہ دینا
مناسب نہیں سمجھتا۔ آپ غامضی سے جتنا اپنی ذات سے ملن ہو سکتا ہے کام کئے جائیں۔ اللہ تعالیٰ
اسی طرح برکت عطا فرمائے گا۔ اپنی طاقت سے زیادہ ہاتھ پیٹنے کی کوشش نہ کریں۔ والسلام
۱۰ فروری ۱۹۳۲ء

محرم الام احمد علی دین صاحب زید عزم

از احقر الام احمد علی معنی عز۔ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ محاربت سے ہرگز مستغنی نہ ہوں۔
تکلیف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر ذریعہ رزق کا بنا دیا ہے۔ اسے ترک کرنا کفر ان نفی ہے۔

۲۸ جنوری ۱۹۵۵ء

فقط

رشید احمد صاحب قادری پسروری کے نام

محرم المقام رشید احمد صاحب

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ، آپ کا خط حضرت دھڑکے پیش کیا گیا۔ آپ نے فرمایا:

”۱) شاک نماز کے بعد تین سو فیضانِ ربانی پڑھا کریں اور بعد میں ورد و شریف پڑھیں

۲) کتاب لکھتے وقت پہلے ورد و شریف پھر رب ربی علیہا ایک بار پھر ورد و شریف

پڑھ کر کتاب پر منی شروع کریں“

(تاریخ درج نہیں)

مولانا عبدالحق صاحب کے نام

مخدومی دکنی حضرت مولانا عبدالحق صاحب دامت برکاتکم

از حق الامام احمد علی رضی اللہ عنہ، اسلام علیکم ورحمۃ اللہ، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

کہ آپ کی دلائل علی الخیر کی برکت سے آپ کے دارالعلوم سے ایک مقدمہ جماعت ورد و تفسیر میں

شامل ہونے کے لیے لاہور آجاتی ہے۔ ورنہ ہندوستان سے تو طلبہ کی آمد تقریباً بند ہو چکی ہے آپ

کے بعض طلبہ کے خطوط میں آپ نے اس عاجز کو بعد از رمضان شریف اپنے جلسہ میں شرکت کے لیے

یاد فرمایا ہے۔ عرض یہ ہے کہ میرا معمول یہ ہے کہ آخر ذی قعدہ تک جب تک اس جماعت کو اطلاع کر کے

دعوت نہ کروں۔ اس وقت تک کسی جلسہ میں شرکت نہیں کرتا۔ تاکہ اس جماعت کا حرج نہ ہو۔

میں امید کرتا ہوں کہ میری سعادت قبول فرما کر ممنون فرمائیں گے۔ بارگاہِ اعلیٰ میں دستِ ہدایوں کو

آپ کو تادیب سلامت لکھے اور شامِ نبی کی پیش از پیش توفیق عطا فرمائے آمین یا الہ العالمین۔

۲۸ رمضان المبارک ۱۳۷۵ھ

مولوی عبداللہادی صاحب کے نام

محرم الحرام مولوی عبداللہادی صاحب زیدت مبارک

ازاختر کلام احمد علی حنیٰ عز۔ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ بفضلہ تعالیٰ بندہ بعزیت کو مسطور پہنچاؤں گا کہ
کے کو مسطور ہا اون قیام رہا۔ آج کل کو مسطور سے دینے ضرور کیا ہوا ہوں۔ واپس کراچی پہنچنے کی صبح
تاریخ حسین نہیں کی جا سکتی کراچی پہنچنے کے بعد دانشا اللہ خانہ رحیم بخش صاحب خلیفہ سید جلال
خانپور کے نام خانپور پہنچنے کی اطلاع دوں گا۔ مانتا صاحب سے کہہ دیں۔ کہ وہ آپ کو اطلاع دیں
تاکہ حسب وعدہ دیں اور شریف حاضر ہو سکیں۔ اگر وقت حسین پر پیشین خانپور پر جماعت لاکوئی کوئی
موجود نہ ہو تو کہیں لاکوئی نہیں پہنچا۔ پھر ہم را سید صالحہ پور چلا جاؤں گا۔ وہ اہل حق فیہ اتفاق میں اسباب
کلام کی خدمت میں سلام سنوں عرض کریں۔

۲۴ رجب ۱۳۸۸ھ ازہدیہ شہرہ

میاں سراج الدین صاحب کے نام

برادر محترم و محرم کرام میاں سراج الدین صاحب بارک اللہ لا

ازاختر کلام احمد علی حنیٰ عز۔ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ خواب کی تعبیر ہے کہ کسی کامل صاحب
اللہ والے سے تعلق پیدا کریں اور اس کی اطاعت اور اس کے اتباع میں زندگی بسر کریں۔ تاکہ
اس کی بھائی سے موجودہ دور الخاوند زندہ قرار تقرر و فدا سے ایساں سعادت پہلے دنیا سے رخصت
ہوں۔ والسلام

اور دسمبر ۱۹۴۷ء

مولوی خدابخش صاحب کے نام

عزیز القدر مولوی خدابخش صاحب زید کریم

ازاختر کلام احمد علی حنیٰ عز۔ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ مولوی محمد عابدی میت میں مانتا عبداللہ

صاحب کو مسجد اچھڑ میں بچوں کی تعلیم کے لیے بھیج رہا ہوں۔ حافظ صاحب کے ساتھ دو وقت کا کانا اور مبلغ عشتہ روپہ ششہرو ملے ہوا ہے۔ حافظ صاحب چونکہ عواد و حفظ قرآن کے کوئی دو تین سائل پڑھے ہوئے ہیں، لہذا آپ کے مقابل میں حافظ صاحب کے دینی خدمات کم ہیں۔ اس لیے مغرب اور شام کی غانا آپ ہی چمائیں، اور صبح کی غانا ان سے چھوایا کریں، اور کسی کہیں آپ بھی غم کی غانا پڑھایا کریں، امید ہے کہ حافظ صاحب کو خوش رکھنے کی کوشش کریں گے، اور حافظ صاحب سے یہ بھی ملے ہوا ہے کہ مسجد میں جو کوئی انیس لکھنا اے جانے آئے ہیں۔ وہ کسی جگہ ختم و غیر ختم کے لیے ہرگز نہیں جائیں گے۔ فقط

۳۰ جنوری ۱۳۵۹ھ

۱۰ جمادی الاول ۱۳۵۹ھ

حافظ محمد اکبر صاحب (ساتھ) کے نام (تو کی ختم نبوت کے سلسلے میں جیل سے رہائی کے بعد) عزم اقامت حافظ محمد اکبر صاحب زید عسکر اسلام علیکم ورحمۃ اللہ علیہم، بندہ رہا ہو کر آیا ہے۔ آپ کس فرض کے لیے تشریف لانا چاہتے ہیں مجھے فرض سے اطلاع دیں۔ اگر اتنی ہی اہم ہوگی تو پھر تشریف لانے کی اجازت دے دوں گا یہاں آنے سے پہلے مجھ سے تلخیص مقرر کر لائیں چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ انیس اور میں یہاں موجود نہ ہوں۔

۱۰ جنوری ۱۳۵۹ھ

احمد علی غنی خان

مولانا محمد سعید صاحب کے نام

مخدومی و کمری حضرت مولانا محمد سعید صاحب است برکاتکم
الاحقر انام احمد علی غنی خان۔ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ علیہم میری سعادت خیر میں نور نبوت کو رہا ہوا
انہی کا شرق بیت کے بہرہ یار ہے اور جس قدر میں یاد دلائی کر رہی ہے۔ وہ سب بیخیت احوال

علی الخیر کفار کے آپ کے ہمارا حال میں لکھا جائے گا۔ اگر آپ اُسے اجازت نہ دیتے۔ تو وہ اس
 ماہر سے بیت کا تعلق کس طرح قائم کر سکتی تھی۔ آپ کا مولا شہداء غریبہ خدام الدینی میں طبع ہوا
 جائے گا۔ وہ مافرائین کو صحت بھل برتاؤ کا ماحول ہو سکتا ہے۔ آج کل ہر جہاں کے طبیعت خراب تھی ہے
 میری شریف اور صالحہ بیٹی ذریخت سلمیٰ،

از احقر الامام احمد علی منی عنہ السلام علیکم درود اللہ علی قداما ۱۱ دسمبر ۱۹۵۹ء کا غورہ خط لے لی گیا
 جواب میں بیٹی اس لیے تاخیر ہوئی کہیں بے حد عظیم الفرصت ہوں۔ شاد و نادر ہی کوئی خط اپنے ہاتھ سے
 لکھا ہوں۔ روز کفر غورہ کو کہہ دیتا ہوں کہ اس خط کا جواب یہ دے دو۔ جی رضائے الہی کے طالب
 اور شیخ کا میں ایک عجیب رابطہ ہوتا ہے اور بالخصوص میں بعض طبیعتیں اس قسم کے عالم ہونے کے بصیرت
 زیادہ متاثر ہوتی ہیں۔ جیسا کہ اس تیز اثر لینے کا تجربہ ہے کہ تم نے میرے سفر کے لیے اپنے زیور زیچ ڈالے
 جی قدامے حق میں دل سے دعا کرتا ہوں کہ تمیں اس قسمی قسطن کی برکات سے زیادہ سے زیادہ جنت
 عطا فرمائے جو میری تباری دنیا کی راحت اور آخرت کی نجات کا نذر یہ ہو۔ کہیں تم آمین سب بچوں
 کے لیے پیر صلاحیت تحف ہو۔

۱۱ دسمبر ۱۹۵۹ء

عملیات و محربات

حضرت رحمۃ اللہ اپنے زمانہ کے اکابر اولیاءِ وقت کی نظروں میں اس قدر پرستار و مقام کے مالک تھے کہ انہوں نے اپنے وارث و متبعین کی روحانی کی سندیں انہیں باصرہ آپ کے سپرد کرنے کو حضرت سیدنا امیر امیر حضرت امیر المومنین حضرت حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ نے حضرت کو اپنی حیات کے آخری ایام میں دیر بند طلب فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ میرے پاس یہ عملیات اور روحانی ہنگامہ لا جو خزانہ ہے میں یہ آپ کے سپرد کرتا ہوں کہ میری نظریہ آپ ہی اس کے اہل ہیں۔

حضرت مولانا امین الدین صاحب امیری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنی مرض الموت میں حضرت کے نام اپنے ہاتھ سے ایک خط لکھا جس کے متعلق خود ہی یہ تصریح بھی فرمادی کہ میں نے مفردی کے عالم میں بظاہر ایک ہفتہ میں اس خط کو مکمل کیا۔ اس طرح دیگر اکابر نے بھی حضرت کو اپنے سموات غلہ سے نوازا چند سموات و قربات درجہ کے جلتے ہیں۔

سب سے بڑی تعلیم حضرت دیار تھے وہ توفیق اللہ کی تھی۔ مگر اس مقام بنا پر ہر شخص کا نہیں ہو سکتا اس لیے حضرت حاجت مندوں کو کچھ سموات بتا دیا کرتے تھے اور ساتھ ہی یہ فرماتے تھے کہ یہ اہل اللہ کو اللہ تعالیٰ کی عزت سے انعام ہوتے ہیں۔

عملیات اور تعویذ

حضرت مولانا علی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ سورہ یسین ہر اکابر علیہ السلام کا اول ہے اہل سورہ یسین کا دوسرا اللہ کے ہاں اس کا خصوصی درجہ بھی ملتا ہے حضرت مولانا علی علیہ السلام

بتایا کرتے تھے۔ حضرت نے بھی سرورِ ناس کا اور اعلیٰ مشکلات کے لیے بتایا تھا جو یہ ہے۔

سرورِ ناسین یاں پڑے کہ ہر بین پر یا اللہ یا سر جنن یا سر جمیم گیارہ دفعہ پڑھے اور جب کلا
کئی پر پہنچے تو یا اللہ یا غنی یا معنی یا فستاح پڑھ کر ختم کر لے۔ انشاء اللہ سب تکالیف
کا ناتر ہو جائے گا۔

خُزْبُ الْحَمْرِ اس کی اہانت بھی دیا کرتے تھے۔ خواب مختلفاں صاحب کی اہلیہ نے حضرت
سے اس کی اہانت لی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ کچ سے مشرتن ہوئیں اور ساری زندگی زہد و تقویٰ
میں بری۔ اس کے علاوہ حضرت خُزْبُ کا عظم کی بھی اہانت دیا کرتے تھے۔

برائے رفعِ غیبات مصائب اور کرنے کے لیے مندرجہ ذیل دعا بارہ ہزار دفعہ روزانہ پانچاں
متر از اس طرح پڑھنی چاہیے کہ اگر دن میں یہ تعداد پوری نہ ہو سکے تو
شام کے بعد غنیمت سے پہلے پوری کر لے۔

يَا مُدْرِغِ الْعَجَائِبِ يَا فَخْصِيْرَ مَيَا بِرِغِ

برائے رُوسِ خَيْرِ الْاَنَامِ منقول از تَنْزِيْبِ وَرِجْلِ فَرْادِ خَوَانِدِ وَرِوَقِ نَقْلِ اَوْتَمَابِ
ترغیب اہل السعادت علی کثیر اصولات علی سید الانانات علیہ
افضل اصولات و اہل اتمیات کہ تصنیف فرمودہ حوۃ المؤمنین و زجۃ المتقین شیخ عبدالحق دہلوی
دو گروہ سائل۔

زیادتِ دُورِ کَرَمِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لیے ۱۰ حوۃ المؤمنین و زجۃ المتقین شیخ عبدالحق دہلوی
کی کتاب بوسورِ ترغیب اہل السعادت و اہل اتمیات کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ۱۰ باتنامہ پڑھا

دیانہ و بار سورتہ اخلاص و بعد از سلام بعد بارود و فرستہ بصیغہ انتم صل علی محمد انہی الامی و اکرم و علیہ وسلم
برجید و خواب حضرت رسالت پناہ صل اللہ علیہ وسلم اگر نصیب او باشد از سر بعد از بارود انشاء اللہ تعالیٰ
و تقدیر بر بعض فقرہ و الحمد للہ۔

۴۔ و نیز روایت است کہ کہ اگر بخواند و در رکعت نماز شب بعد و بخواند و در رکعت بعد از فاتحہ بہت و پنج
بار قل ہو اللہ احد و بعد از سلام نیز بارود و فرستہ بصیغہ صل علی محمد انہی الامی و برجید و رسول خدا صل اللہ علیہ
و سلم و خواب پندار تھانہ خوب۔

اقل حضرت دین پوری دامت برکاتہما قرانی مکرر بعد و فرماتے ۳۰۰-۳۰۰۔

احمد علی غنی عنہ السلام الحرام الحرام ۳۰۰ مرتبہ در دین پر شریف اہانت دادند۔ والحمد للہ

حاصل ہوا ہے گا۔

۲۔ جو کسی جہر کی دلت کو در رکعت نفل اس طریقہ سے پڑھے کہ ہر رکعت میں سو بار قل ہو اللہ احد و نیز بہت نفل
کے بعد ہر ترقل ہو اللہ احد و پھر سو بار سلام کے بعد سو بار انتم صل علی محمد انہی الامی و اکرم و علیہ وسلم پڑھے خواب
میں اگر کسی کی قسمت میں ہو اور رسول اکرم کی زیارت سے شرف ہو انشاء اللہ تعالیٰ تین محرموں کے بعد یہ نہیں گندی
کے لئے بعض فقرہ نے تین کر کے دیکھا اور الحمد للہ کامیاب ہوئے۔

۳۔ حدیث میں روایت ہے کہ جو کوئی جہر کی دلت کو در نفل اس طریقہ سے پڑھے کہ ہر رکعت میں سو بار قل
کے بعد ہر ترقل ہو اللہ احد و پھر سو بار سلام کے بعد صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم
و نبی اکرمی صلی اللہ علیہ وسلم پڑھے خواب میں رسول اللہ کی زیارت سے شرف ہو یہ بھی خوب ہے۔

اقل حضرت دین پوری دامت برکاتہما ۱۰۰، ۱۰۰، ۱۰۰ دہر بار پڑھ کر کے لگے ہیں اکی اہانت

احمد علی غنی عنہ السلام الحرام الحرام ۳۰۰ مرتبہ کہ دین پر شریف میں ملاحظہ فرمائی۔

واللہ اعلم

مے دی آسے نفع نہیں ہوگا۔

مولانا صاحب نے فرمایا ملک و ایران و غیرہ کے متعلق یہی مذکور تھا اسدہ عمل لانی ہے۔ نقص اس
عمل میں آیت الکرسی نہ پڑھی جائے۔

انقرضام اسماعیلی عنہ

لا حول ولا قوۃ الا باللہ

۳ ربیع الثانی ۱۳۴۳ھ

یہ بیت ایک ہزار مرتبہ روزانہ پڑھی جائے۔ اول و آخر سو سو مرتبہ
برائے حب و بغض و درود شریف پڑھا جائے۔

شعر

هُوَ الْجَبَّارُ الَّذِي تَوَجَّحَ شَيْفَ عَشَّةٍ

بِأَكْلِ حَقُولٍ مِنْ أَهْلِ هَوَالٍ مُنْقَطِعَةٍ

حضرت نے فرمایا کہ اس کی اجازت اعلیٰ حضرت مولانا حسین علی صاحب خان کچھڑا لائے گئے ہیں

۱۔ اعلیٰ حضرت مولانا امجد علی صاحب نے اقامت برائے اسماعیلی عنہ
۲۔ اعلیٰ حضرت مولانا امجد علی صاحب نے اقامت دی۔

أَلْقَيْتُمْ سَامِرَ النَّاسِ إِذْ غَبَّ النَّاسُ أَنْتَ الشَّافِي لَوْ شِئْنَا إِلا شِفَاءَ نَحْوِ
أَشْفِ شِفَاءَ إِلا بِفَادِرٍ سَقَا.

یہ شعر مولانا صاحب نے پڑھا کہ ہاتھ پر دم کرے اور جہاں تک ممکن ہو پڑھے۔

۲۶ ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ

۲۶ ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ

اسید معلوم کرنا

یہ عمل بھی حضرت دان پھراں دانوں سے منقول ہے۔

۷۸۶

یا اللہ

۸	۶	۳	۲
۲	۳	۶	۸
۸	۶	۳	۲
۲	۳	۶	۸

یہ تعویذ کہ کوہنہ کو دکھایا جاتے۔ اگر زمین دیکھ لے تو سمجھ لیا جاتے کہ ایب کا اثر نہیں ہے
اور اگر نہ دیکھے تو سمجھ لیا ایب کا اثر ہے۔

الرحمہ اللہ

ادویات مجربات

برائے بواسیر خونی یا ریاحی :- سنوف و شیخہ جو کھار مسدوی عذون ہلکیک پیس کر ایک
ماشہ ہاون کے ساتھ پاک پیسل میں دیک کر کھانی ہائے ایک ہنتر یا دہنتر کھانے سے انشاء اللہ تعالیٰ
آرام ہو جائے گا۔
۳۰۔ زہر ۱۳۹۲

برائے وضع تشنج :- ۱۔ شہد خالص ایک پاؤ در عرق گاؤ زبان در عرق باویان ایک تھل
عرق کرائل پر چھلک اس میں شہد ڈال دیا جائے اور نیم خف سے ایک دو حش دے دیئے جائیں
خود پاک :- ایک چٹا لک پیس پانی ڈالے بغیر پیس۔
برائے تقویت اعصاب و مانغ :- از حکیم اجل ناس دعت اللہ علیہ۔

ایک سو ایک بیضہ خرغ لے کر دس بارہ سیر نیچے پانی میں ابلا جائے جس میں ایک تڑکلیا
باریکس پیس کر مل کیا ہو اور جب اندے پک جائیں آتش دے چھنے کے بعد پانی سے نکال لے
جائیں۔ پانی اور اندل کا چھلکا اور سفیدی سب زہر آدہوں گی پانی نال میں گرا دیا جائے اور چھلکا
اور سفیدی گڑھا کر دھنی کر دی جائے بعد ازاں زردی کو ہاتھوں یا کسی کچے سے مل کر آٹے کی
طرح کر لیا جائے اور پھر بہت سا گھی ڈال کر ملا لیا جائے اس طرح سے میں مغزیات پتر بادام خیر
بھی ڈال نیچے جائیں سردی میں یہ ملا لیا جائے۔ خود پاک :- ایک تڑکلی

احمد علی

۱۹۔ شوال ۱۳۹۲ھ

برائے ناسور۔ پیاز سفید اور پرنایا پتڑا دونوں کو جلا کر تیل میں ملا دیا جائے اور اس تیل سے
کی مالش کی جائے۔

احمد علی عفی عنہ

۱۰۔ بروج افول نشہ بہاقتی، درجہ ثانی

برائے درد گردہ و قلع

صبر و نضاد۔ مساوی الوزن۔ سفوف بنار یک با شرمض کرکلا یا ہائے

برائے فالج و زلزلہ و غصیرہ

نندرجہ ذیل نسخہ حکیم نور الدین صاحب لائل پوری نے عطا فرمایا اور فرمایا کہ یہ نسخہ حکیم اجل
خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ دہلی سے انہیں عطا کیا یہ حکیم صاحب برص کا کاغذ ثانی نسخہ ہے۔

اسکند ناگری

بڑا مال گاؤں دہلی

دھڑ

دھڑ

ایک ٹھیس ڈال کر کل حکمت کر کے خشک کر میں اور ۲۴ سیراپوں کی آگ دیں اسکند ناگری

جل کرنا ہو جائے گا فقط بڑا مال باقی رہ جائے گی، اس سے پس کر دیکھیں۔

خوداک۔ مقدار ایک چاول شہر ہے یا شہد یا اندھے کے ساتھ۔

۱۱۔ فالج کے مرض کے لیے یہ نسخہ بے نظیر ہے۔ فالج کا مرض اس کے ساتھ اندازہ تیز مرنی

یا تیز کا شہر باز یا دہ استعمال کرے۔

۱۲۔ جس شخص کے ہاں غلط لائیں پیدا ہوتی ہوں حکیم اجل خان صاحب مرحوم سے یہی

کثہ ۱۵۔ ۲۰ دن کھلوا کرتے تھے۔ خدائی قدرت سے پھر لاکے پیدا ہوتے ہیں۔

(۳) زلزلہ و زلزلہ دالے کبھی یہی کثہ کھلایا جائے۔ گردہ دھینچنے سے روک دیا جائے۔

۱۵۱) انھوں نے فرما دئے کہ ابھی یہ ٹھوس سفید ہے۔ اس کے لیے دودھ بند نہ کیا جائے۔

۱۵۲) دائمی نزلہ و زکام والے کے لیے ایک چاول اور چاول حتیٰ کر ۱۶ رقی تک کھلایا جاسکتا ہے اس مریض کو شربت بنفشہ کے ساتھ کھلایا جائے۔

۱۵۳) بخار والے مریض کو شربت بزداری کے ساتھ کھلایا جائے۔

استقر الانام احمد علی عفی عنہ

۳۰ شوال ۱۲۰۴ ۲۲ جون ۱۹۵۵ء

برائے قویا بطیس

کھانے کے بعد پشادری تباہ کی ایک چمچی من میں ڈال کر دانتوں سے چبائی جائے چلتے چلتے وہ ایک طرح کا صاب سا بن جائے گا۔ وہ صاب تگلایا جائے اور اگر چاہے تو پہلا صاب پانی کی طرح باہر پھینک دے اور دوسرا تگل جائے۔ اس طرح سے آٹھ گھنٹے بعد تیسرا تگل ہوگی۔ تقریباً دو ماہ تک مسلسل یہ علاج کیا جائے۔

۶ جنوری ۱۹۵۶ء

۱۵۴) تباہ کی تپیاں ہوں۔ ڈنڈیاں نہ ہوں

۱۵۵) بچہ ضرور آئے گی بہتر ہے کہ اس وقت پانی نہ پیا جائے۔

اسی اس دوا کے استعمال کے وقت کم از کم ۵ اینٹ بچھا رہے۔ پلے پھرے نہیں۔ اس کے

استعمال سے دوران خون تیز ہو جاتا ہے۔ سر میں بھی اس کا اثر ہوتا ہے مگر وہ دھل کر کے چکر نہیں ہرتے۔

روحانی برائے وجع مفاصل درد ریاضی و گھٹیا

روحانی کنبہ گھر چکی ٹک سانہر

اپاز ۱/۲ آرد سوار

گھر چکی کو آکر ڈرائندے دانے نکالنے جائیں اور انہیں ایک دات پاؤ بھر ڈالیں میں بھگودیا
ہائے صبح کو روئی کھوٹا آگ پر چڑھا دیا ہائے۔ اور اس میں گھر چکی کے دانے ڈال دیئے جائیں جب
وہ اتنے نرم ہر جائیں کہ ہاتھ پر رک کر انگلی سے ملے جائیں تو آٹا ہو جائیں۔ اس وقت روئی کو تنگے
سے ناپ دیا جاتے۔ پھر اسے آگ سے نیچے تیار گھر چکی کدات والا پانی اس میں ڈھل دیا جاتے۔ پھر
آگ پر چڑھا دیا جاتے جب اس ناپ کے مطابق جوتے سے دیا گیا تھا۔ سارا پانی تنگ ہو جاتے تو
نیچے تیار کر تنگ سا بھر اس میں دیا دیا جاتے۔ اس کے بعد خوب گھڑا جاتے۔ جب سب چیزیں حل
ہو جائیں تو پھر اسے جھان دیا جاتے۔ تمام درد پر اس کی مالش کی جاتے۔

احقر کا نام احمد علی معنی مراد

۱۰ نومبر ۱۹۴۳ء

۹ ذی قعدہ ۱۳۶۲ھ

برائے آپ محترقہ

از مولانا عبدالواحد صاحب غفرلہ فری مرحوم

جس دن بیمار کی باری ہو اُس دن قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَاَوْسَلًا اَمْ اَنْتِ اِنْهَابِ هَيْمَ . کاغذ پر
لکھ کر بچ کی اذان کے وقت آئندے سے مرض کی پیشانی پر چسپا دیا جاتے اور اس کے بعد لایعلاج ہوا کرتا
الاھم پہل کے تین برتنوں پر لکھ کر تینوں پتے بیمار کے وقت سے ایک گھنٹہ پہلے قرڑی قرڑی دیر
کے بعد مرض کو چٹائیے جائیں

۱۰ اکتوبر ۱۹۴۵ء

۵ ذی قعدہ ۱۳۶۳ھ

مرض اشتر کے لیے

دست کتہ برگ نیم برگ منا صندل سُرخ صندل سفید . خاکہ ہاشیر
ہوڑا ہوڑا ہوڑا ہوڑا ہوڑا ہوڑا

عشری مقرر چار دین جوت دسماں بڑی تخم شاہزو آٹ
 ۱۰ آرد ۱۱ آرد ۱۲ آرد ۱۳ آرد ۱۴ آرد
 لکھنؤ جنگ گل دینی گل نیلوفر
 ۱۵ آرد ۱۶ آرد ۱۷ آرد

یہ سب ازویات کوٹ چھان کر عرصہ عرصہ وزن کریں۔ در سنت کو پانی میں مل کر کے صاف
 کریں اور بعد ضرورت صاحب بیدار میں ٹھونٹ کر بعد روانہ نگوہ بانڈھ لیں۔ جب صبح ہو کر اُٹھیں
 ہو گئی ہے تو بات صبح شروع میں ایک گلی بڑا ایک چھوٹا دین زرد خاص یا بڑا شیر گاؤں گھلا لیں۔ پندرہ
 دن بعد گولی کھولیں۔ تا وضع حل۔ آتشا آتشہ تھانے سو رو در من اضر سے محفوظ ہے گا۔ اگر بچہ کو جس
 ایک گولی کا پانچواں حصہ اس کی ماں کے دودھ میں مل کر کے ہفتہ میں دو تین بار دے دیا جائے۔
 تو مناسب ہے۔ علاوہ انہیں نصف چھٹا تک وہاں بوٹی کو مناسب مقدار پانی میں جوش دے کر اور
 چھان کر اس پانی سے بچہ کو نسل دیا جائے تو آتشا آتشہ تھانے بچہ پر قسم کے چھٹے چھٹی سے محفوظ ہے گا۔
 حق الامام احمد علی رضی

۵۰ ہلاوی ملازلی ۱۲۳۰ھ ۱۳ جلاوی ۱۲۳۰ھ

برائے دمر

از حضرت مولانا محمد مناجاد اللہ صاحب دہم مجرم دین پوری
 اسم اللہ ہمدانی (یعنی شیشہ ناز ہر) بادام شیریں عشر
 ۱۵ آرد ۱۶ آرد

طبائیر کم دی موٹے دانے والی

۱۷ آرد

پہلے سم اندازہ لکھ کر لیا جاتے۔ پھر طیارہ خزاں لکھ کر لیا جاتے۔ جب ابھی طیارہ لکھ کر لیا جاتے تو بادِ ازمِ نواں کرتا لکھ کر لیا جاتے کہ روضہ نکلے گئے۔ اس کے بعد... انگوٹھیں نیاں جاتیں۔

ایک سال بعد رمضان کے دنوں کے ساتھ کان چاہیے۔ اگر غلطی کرے تو روزہ زیادہ چاہیے

نوٹ:- یہ درائن جالیس مادیہ کے مریض کو کھانہ پاتے اس سے کلم عزوئے کو برائے کھانہ کھانے

المختار من رسائله

د. محمد صالح المنجد

کشتہ فزادہ عرب بچے

جریان، اختلاج قلب، ورم مجر، کمزوری معده، سنگ دہنی، حبس شش، کولری، کولری پانڈیا، تپسی و دوران سر، قنوت، باد اور سرعت ہزال:

چہرہ دار فرلاو۔ توڑ کر کوبایک کر دیا جائے۔ کوپ میں فدا، ڈال کر اس پر گائے لادو جو اتنا فدا ہائے کہ فدا داس میں قتل بیگ ہائے نیوہو ڈالا جائے۔ روزانہ دو دو روپ ہند کر کے لگائیں یا بائیس دن اس طرح روزانہ لگئے تو چھ لایا جائے۔ اس کے بعد تر پھلے کے پانی میں گھری کیا جائے۔ تاکہ ایک تیر کی شکل میں بن جائے۔ اس کے بعد اسے مٹی کے برتن میں لگی مٹ کر کے دھوپ میں ٹکھا لیا جائے۔ بعد ازاں گڑا حکم کر کے تین چادر اپلوں کی آگ دی جلتے۔ اس کے بعد مٹی کے برتن سے نکال کر فدا کر کے پتھر سے میں چھان دیا جائے۔ جو کیا ہو گا۔ اور پتھر سے کے اور رو جلتے گا۔

خود کو :۔ لے رتی ہے ایک رتی تک سب کچھ کے ساتھ بات کو ایک پاؤں دو میں ایک پتہ تک
کوڑہ دھری اور ایک چٹا کلمی جا کر آگ پر گرم کرے اور اس میں ایک رتی شستہ نواہل کر کے پی لے
اور سوجائے ۔

اسی فرلاد کا شربت اس طرح بنایا جائے۔

پہلے شربت فرلاد کچرے کی پٹلی میں باندھ کر آدھ شیر پانی میں دگلا جائے۔ تاکہ سارا شیر پانی میں چلا جائے اس کے بعد میں پاؤں قدر سفید ڈال کر شربت کا تمام پھلایا جائے۔ میں یہی شربت فرلاد ہے اور وہ میں ڈال کر پیش کیا پانی میں حل کر کے استعمال کے وہ بھان گوشت دکھائیں بلکہ نہیں تو سبزی کے ساتھ کھا کر۔

پھر حسین: گائے کا گوشت، کاکو، بادی، اشیاء، سہ پر ہیز، اہار اور جالاح سے پر ہیز اس کا گروس خوردنی ہے۔

جولہ شہقوی معذوقہ قبض

نریہ سیادہ ہرک سراب فضل سفید خضل سیادہ نلک سفید
 و چٹانک پٹہ چٹانک ڈالڈ ڈالڈ ڈالڈ
 دیر سنی اصل ترہ ریحیل یا دورک مرہ عیلاں جانی قد سفید جہ ستورہ ڈالڈ
 م ڈالڈ پٹہ اپاڈ و چٹانک ۲۳
 خوردک ۲ صبح و شام ۱۱ شاک ایک ڈالڈ
 فرٹ: ۱۔ نریہ اصل ہر دور سر کرانگوری میں جگہ کر لکھا جائے۔ جب نلک ہو جائے تو وہ ہاروی
 طرح کیا جائے اور سہارہ اسی طرح نلک کیا جائے۔ بعد ازاں قدرے بریوں کیا جائے۔

۲۲ جولائی ۱۹۸۹ء

موتیا بند کے لئے سرسہ

سلامت سیادہ خاص کر کھل کریں اور گائے کا دودھ نہ دیا نہ ڈالتے جائیں۔ جب وہ مٹی کی

طرح نرم ہوجائے دین پندرہ میں خشک ہوجائے گا، تو اس کے ہم وزن سرسرخ خاص ڈال کر تھوڑا سا
دودھ لے ڈال چھلنے جب خشک ہوجائے تو چھان کر دکھ لیا جائے۔ دانت کو ایک ایک سٹان آسمان
میں لٹا کر سوجائیں۔ عارضی ہو تو ہرگز نہیں۔

گلوں اور پڑوئوں کے لیے بے نظیر نسخہ

پشوی سُرنا انہون یکو میل
آورد یک نیم پتر دہا

پشوی کو آٹھ پار لیں۔ جب وہ پھلنے لگے آس کے اندر انہون ڈال دیں۔ جب
وہ پک کر خشک ہوجائے تو نیچے بتا کر کھل کر میں در کھل دیں۔ ایک ایک سٹان روزانہ تین چار روز
کھلائیں۔ آٹھ روز تھامے دم آجائے گا۔

درذیقہ ۱۳۴۵ھ ۳۰ جون ۱۹۵۶ء

برائے مارگزیدہ، کڑوم گزیدہ، زہرور گزیدہ وغیرہ

سودہ مناس یا سہم اللہ الرحمن ادریم پڑھتے جائیں اور دم کرتے جائیں۔ انشاء اللہ تھامے
ہر خشک شفا کامل ہو جاتی ہے۔

یہی سورۃ شریفہ فلک پر دم کے خشک مارگزیدہ کو کھلایا جائے تین مرتبہ یا کثیر تر یہ نافع ہے

۶ دسمبر ۱۹۴۶ء ۵ دسمبر ۱۹۴۶ء

حضرتؐ کے چند خصوصی ارشادات

فرمایا ہے۔

- قرآن مجید کا خلاصہ ہے بندے سے توڑا خدا سے جوڑا۔
- قرآن مجید کا خلاصہ ہے تعلق باللہ سے وابستگی۔
- ماہ ہے اسلام، ماہِ ربوہ ہے سُلمان، منزلِ مقصود ہے دربارِ رحمان۔
- اگر کوئی شخص آسمان پر اُڑتا ہوا آئے لاکھوں مُردے پیچھے لگائے گئے۔ دریا پر سے گزرتا ہوا آئے، مگر اس کا مسلک حضورؐ کے طریقے کے خلاف ہو تو اس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا گناہ ہے۔ اس کی بیعت حرام ہے اگر ہو جائے تو توڑنا فرضِ مبین ہے۔ روزِ خود بھی جہنم میں جائے گا اور اپنے پیچھے چلنے والوں کو بھی جہنم رسید کرے گا۔
- ہمارے باوِ آدم تو انتقال فرما گئے ہیں مگر شیطانوں کا باوِ آدم ابھی تک زندہ ہے۔ اس لیے مگر ابی زیادہ عام ہے۔
- شیطان اس کا خلاصہ بُرا عقائد ہے کہ بڑے بڑے عقائدوں کو بے وقوف بنا دیتا ہے۔
- جب مسلمان کو خلاص اور توکل کے دو پر لگ جاتے ہیں تو پھر وہ روحانیت کے آسمان پر اُڑنے لگتا ہے۔
- بیعت کے دو فائدے ہیں۔

۱۰۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے ۔ **وَالَّذِیْ اٰکُرِہِیْنَ اَللّٰہَ کَثِیْرًا وَّالَّذِیْ اٰکُرٰتِ اَعَدَّ اللّٰہُ لَہُمْ عَذَابًا وَّ اٰخِرًا عَظِیْمًا** (ترجمہ) اور بہت ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں ان کے لیے عذبت ہے اور عظیم ہے ۔ اور

(۲) یہ کہ قرآن مجید میں قیامت کے متعلق ارشاد ہے :-

یَوْمَیْنِ یُفْصِلُ النَّاسَ اَنْتَآثًا وَّ ذَرَبًا جس دن لوگ ٹوٹے ہوئے ہوں گے تو ہر ایک اپنے شیخ سے ملتے ملتے اور چمک مل جائے گا۔ احمد بن حنبلہ کا ہمارا سلسلہ سیدہ حاضر تک پہنچتا ہے ۔

لابد رہی ! تم نے اپنی اولاد کو بی۔ اے۔ ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ ڈی کرایا۔ وکالت اور ڈاکٹری پڑھائی۔ لیکن ایسی اولاد کو کیا کرنا اور اس کا کیا فائدہ جس کے لیے تم نے سب کچھ کیا کروا دیا؟ اپنے باپ کے جنازہ پر ڈھانے جنازہ بھی نہیں پڑھ سکتی۔

●۔۔۔ ولی کبھی شرک نہیں ہو سکتا اور شرک کبھی ولی نہیں بن سکتا۔

●۔۔۔ اللہ تعالیٰ تو بڑا ہی نازک مزاج مہرب ہے۔ وہ اپنے تعلق میں غیر کی شرکت برداشت نہیں کر سکتا۔

●۔۔۔ طبیب صادق ہو تو کچھ عرصہ بعد شیخ کامل کی صحبت میں اس کا کفلس ہونے لگتا ہے۔

●۔۔۔ مسجدیں بدایت کی مٹیوں ہیں اور مٹائے ربانی دکان دار۔ دکان ان کا سینہ ہے اور مال ہے قرآن۔ خریدار ہے مسلمان اور پونجی ہے ایمان۔ جو خاصیت سے ایمان خریدنے میں آیا آتا ہے خالی ہاتھ نہیں جاتا۔

●۔۔۔ دُنیا میں سب طمع کے یار ہیں۔ بے طمع کھایا صرف اللہ ہے جو سب کچھ دیتا ہے لیکن کچھ نہیں لیتا۔ پھر بے طمع کے یہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ

شفاقت کیسے بغیر میں نہیں گئے یا پھر بے طمع کے یا اللہ والے میں۔ باقی سب طمع کے یار۔ بیوی، اولاد اور پراوری۔ اور پراوری تو ایسی ہے کہ اگر اپنے بدن کے گوشت کا قیدہ بنا کر انھیں کھلا دیں تو بھی کوئی خوش نہ ہو۔

●۔۔ موقی طے اور اں مگر اللہ والے طے اس سے بھی گراں۔

●۔۔ اللہ والوں کے مچھروں کی خاک میں وہ موقی طے ہیں جو بادشاہوں کے تاجوں میں نہیں ہوتے، نہیں ہوتے انہیں ہوتے۔ یہ موقی قبر میں بھی ساتھ جائیں گے اور میدان شہر میں بھی۔

●۔۔ عقیدت، ادب اور اطاعت سے فیض آتا ہے۔ ان میں سے ایک تو بھی ٹوٹ جائے تو کنکشن ٹوٹ جاتا ہے۔

●۔۔ لوگ کہتے ہیں اس جہاں میں دنیا سارے اندھا کوئی کوئی۔ میں کہتا ہوں اس جہاں میں سارے اندھے دنیا کوئی کوئی۔

●۔۔ بوقرآن مجید کا اتباع نہیں کرتے وہ آخرت کے معاملے سے پٹا لے رہے ہیں۔

●۔۔ شیخ کی طرف اپنے آپ کو منسوب تو سب کرتے ہیں مگر پختہ دہی ہوتا ہے جو صحبت میں تربت دیدہ پانے کے بعد پک کر نکلتے۔

●۔۔ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں کامل ہو گیا ہوں۔ قبر میں داخل ہونے سے پہلے ہر وقت خطر ہے۔

●۔۔ ماں باپ کو ستانے والوں کو دنیا زار اور مذہب جہنم سے بچائے گا نہ زکوٰۃ اور نہ زکوٰۃ بل جگہ۔ ان کے لیے دوزخ کا فتویٰ دے رہا ہوں۔

●۔۔ گوش ہوش سے ٹیپتے اگر آپ نے پیرس، برلن، ٹوکیو وغیرہ کی ریویو شوں سے

بُگیں تو حاصل کریں لیکن قرآن مجید سے باہل میں تو مرنے کے بعد قبر تہم کا
گرھا بن جائے گی۔

• یہ سے دوستو! طبیعتوں پر تباہ رکھو۔ جبر و سبر کی عادت ڈالو، غذا کو یاد رکھو
یہ دُنیا نانی ہے۔ اپنے معاملات درست کرو۔ رزق حلال کما کر کھاؤ۔

• طاسب کی ریاضت ایسی ہے جیسے زمین پوسے کی خردوں کو اپنی چھائی کے
اندر کھینچ کر رکھتی ہے اور شمع کی توتہ ایسی ہے جیسے مانی پردے کو پانی
دیتا ہے۔ دونوں چیزیں ہوتی ترقی ہوتی ہے۔

• اپنی نشست و برخاست ہمیشہ ان لوگوں میں رکھیے جنہیں دیکھ کر خدا یاد آجائے
ہمیشہ چراغ سے چراغ بنتا ہے۔

• والدین کا فرض ہے کہ اپنے بچوں کو دینی تعلیم دیں۔ والد قیامت کے روز ان
سے باز پرس ہوگی۔ اور وہ مجرم ٹھہرائے جائیں گے۔

• غذا اور اس کے فرمان کو دل سے منانا اور اس پر عمل کرنا ہی ایمان ہے۔

• اگر کوئی شخص خدا کو فرض سمجھتے ہوئے بھی نہیں پڑھتا تو وہ فاسق ہے۔

• مرد کام کے لیے اور عورت اس کے آرام کے لیے ہے۔

• اگر آپ کی کسی سے دوستی ہو تو صرف اللہ کی رضا کے لیے اور اگر دشمنی ہو
تو بھی خدا تعالیٰ کی رضا مطلوب ہو۔

• تفکر بالقرآن اور تدبر بالقرآن کا نظریہ طائفہ قرآن کے وقت پیش نظر ہونا
چاہیئے۔

• قرآن کی تعلیم سے ہی حُرّاتِ ایمانی پیدا ہوتی ہے۔

- اتباع قرآن و شریعت سے انسان کامل انسان بنتا ہے۔
- حدیث کا انکار کرنا قرآن کا انکار کرنا ہے اور قرآن سے انکار کرنے والے کا ایمان سلب ہو جاتا ہے۔
- جس طرح ایک مرد اپنی بیوی سے غیر مرد کے تعلقات کو براہِ اشتہاف نہیں کرتا اسی طرح اللہ تعالیٰ کسی غیر اللہ سے ان تعلقات کو جو ان سے ہونے چاہئیں پسند نہیں کرتے، اگر کسی غیر اللہ سے تعلق ہو تو وہ شرک ہے۔
- غیر اللہ کو سجدے کرنا، الہ سے مراد ہیں، لگنا، ان کی قبروں پر چڑھانے پڑھانا یا نصیبت کے وقت ان کی ادا و طلب کرنا بھی شرک ہے۔
- کافر بتوں کو سجدے کرتے تھے اور آج مسلمان اولید کرام کی قبروں پر سجدے کرتے ہیں۔
- اللہ تعالیٰ شرک سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔
- جن علماء نے قرآن کو ذریعہٴ معاش بنا لیا ہے، وہ یاد رکھیں کہ قیامت کے روز جنت کی ہوا بھی نہ سونگھنے پائیں گے۔
- مجبور و ہدایت قرآن ہے۔
- ہادی کی آواز پر اگر آپ بیٹھ نہیں کہہ سکتے تو خدا را سے ننگ توڑ لیجئے۔
- یاد رکھیے! اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو جاویدت پہنچاتا ہے، اللہ اس کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔
- ہادی تمام محبت کے لیے آتے رہیں گے تاکہ قیامت کے روز لوگ یہ نہ کہہ سکیں کہ اے خداوند تعالیٰ آپ نے کب ہمیں ہدایت دکھائی تھی کہ ہم تیرے

حکم کی تعمیل کرتے۔

● رٹڈیوں، شراب خانوں اور سنیا خانوں سے ہم عشق کرتے ہیں لیکن خدا اور

اس کے دین سے نفرت۔ خدا را اپنی بھلائی اور بہتری کے لیے اسکیں بھولیں۔

● کامل بزم و مہجے جس کا تعلق خالق اور مخلوق سے ہے۔ خالق کو راضی کرتا آسان

ہے لیکن مخلوق کو بہت مشکل۔ مخلوق کو خوش کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ ان

کا حق ادا کر دے اور اپنا حق طلب نہ کرے۔

● صلہ رحمی یہ نہیں کہ جوڑنے والے سے جوڑے بکو توڑنے والے سے جوڑے۔

صرف اہل کرام فرماتے ہیں کہ مرنے سے پہلے مر جاؤ۔

● بیماری انسان کے لیے تنبیہ ہے۔

● حرام کی کسائی نوایاں کو ختم کر دیتی ہے۔ اپنی آمدنی کے مطابق خرچ کرو۔

● ایماں کے معنی یہ ہیں کہ اے اللہ تیرے دو ہاتھ پر جبر ٹاہوں۔ دلائل پر چل

جو حکم تیرا بندہ بتائے گا۔ دل سے مان کر عمل کروں گا۔

● ایماں کی شذیاں مسجدیں ہیں۔

● بدکبھی عزت حاصل نہیں کر سکتے اور نیک کبھی رسوائی نہیں ہو سکتے۔

● نیک کمائی سے نیک صلاحیت پیدا ہوتی ہے جس کی غذا گندی، اس کے ضمیر

کی آواز بھی گندگی سے آلودہ ہوگی۔

● جو شخص کسی کو فریب نہیں دیتا۔ وہ ہر کسی کے نزدیک عزت حاصل کر لیتا ہے۔

● قرآن کے فرمان کا اتباع کرنے والے دانش مند، مال اندیش اور غامض نگاہ

ہیں +

علامت اور رحلت

جس پاکیزہ انسان کی ساری زندگی دین حق کی اشاعت و ترویج تھی
آخری ایام کی خدمت، عبادت الہی اور شب بیداری کرتے ہوئے گزری۔
اُس کی جسمانی صحت درست رہنا مشکل ہے حضرتؑ اپنی حیات مبارکہ کے آخری
ایام میں فالج اور ذیابیطس جیسے امراض میں مبتلا تھے لیکن اس کے باوجود حضرتؑ
کا چہرہ مبارک نورانی تھا۔ ٹانگوں کو اتھکانے سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ کسی بچے
کی ٹانگیں ہیں مگر جب دوبارہ خداوندی میں قیام کا وقت آتا تو جوانوں سے زیادہ
سرو قد م ہو جاتے تھے اور اکثر اوقات نوافل بھی کھڑے ہو کر ادا فرماتے تھے۔
مرضِ آہستہ آہستہ بڑھتا رہا۔ مگر اس کی زیادتی نے تقارب کے عاشق کو پریشان
نہیں کیا بلکہ اور تازہ دم کر دیا۔ اکثر فرمایا کرتے تھے:-

”میں نے اللہ تعالیٰ سے جو مانگا وہ مجھے دید میں اُس سے راضی ہوں جب
جگہ میں حاضر ہوں؟“

کئی سالوں سے کھدک کا کفن سلاک کھا ہوا تھا۔ قبر کی جگہ صاحبزادہ صاحب
اور حاجی دین محمد صاحب کو بتادی تھی۔ بلکہ جب آخری عمر کو گزرنے کے لیے تشریف لے
جائے تھے تو خود بر ذیل ارشاد فرمائے تھے:-

”میں ۲۸ جولائی بروز جمعرات صبح کے وقت عمرہ کرنے تک معطر جاریا
ہوں۔ ۲۹ جولائی کو صبح کراچی پڑھوں گا۔ حکومت نے مجھے اجازت

دسے ہی ہے میں پہلے سے جاننے والا تھا۔ اپنا کبیری ٹیری میں سخت درد ہونے لگا۔ جس کی وجہ سے میں چار دن تک چل بھر نہ سکاؤ۔ جو ٹکٹ میں نے خرید رکھا تھا۔ واپس کر دیا۔ موت کا علم نہیں کہ کب آئے پانچ سال ہو گئے ہیں۔ میں نے دزدی کو ہار کر اپنے آپ کا کفن تیار کر لیا تھا۔ میں ہر وقت موت کے لیے تیار ہوں۔ اگر تو معطر میں فوت ہو گیا تو یہ نصیب کرنا کہ میرے مرنے کے بعد کسی بدعتی یا قبر پرست پر کئے گئے ہجے لگ جائیں اور گمراہ نہ رہ جانا۔ بلکہ کسی شیعہ سنت اور اصلاح یافتہ عالم کی صحبت اختیار کرنا۔ یہ میں اس لیے کر رہا ہوں کہ سائے علوی اور پیر ہدایت یافتہ نہیں ہوتے بلکہ گمراہ ہوتے ہیں۔

حضرت نے آخری دنوں میں جو خطبہ دیا اس میں آپ کے وصال کی اطلاع کی جھلک صاف نظر آتی تھی۔ آپ نے جنوری اور فروری ۱۹۶۶ء میں آنے والے اکثر خطبہ سے ایسے کلمات فرمائے تھے جن سے معلوم ہوتا تھا کہ اب آپ نعاذ رب کے لیے پارہا پارہ ہیں۔ حضرت نے حاجی دین محمد صاحب دلاہر کو وصال سے دو تین دن پہلے فرمایا۔ ”اب میں آپ کے پاس خطبہ لکھنے کے لیے نہیں آیا کروں گا۔“ اسی مجمعہ مبارک کو آپ کے خادم خاص مولانا محمد صابر صاحب نے شہر ال جانے کی اجازت چاہی تو آپ نے مخالف معمول نہ دی۔

ادھر عالم بالا میں آپ کی رحلت کا اعلان ہو چکا
رحلت کی پیشین گوئیاں تھا۔ چنانچہ وہ افراد قدسیہ جو اس گزشتہ اربعہ پر
 رہتے ہوئے بھی کچھ دوا باذنہ تعالیٰ عالم بالا کی خبروں سے واقف ہوتے ہیں۔ ان میں

سے بعض نے اس کی اطلاع دی تھی۔ بتائیکے کی جامع مسجد کے خطیب مفتی ابو الشافو کا بیان ہے کہ ”ہمارے ہاں ایک مجذوب نے عورت اور جذب کے عالم میں چند باتیں فرمائیں۔ اس نے استغراق و انداک مجذوبان میں پکار کر کہا کہ لوگو! تمہارا خیال ہے کہ لاہور میں صرف ایک علی ہجویری علیہ الرحمۃ ہیں۔ آؤ اگر زندہ علی ہجویری دیکھنا ہو تو شیرازہ دہلاؤ وہیں حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب کو دیکھو۔ مگر ان کا وقت بھٹوٹا سا رہ گیا ہے“

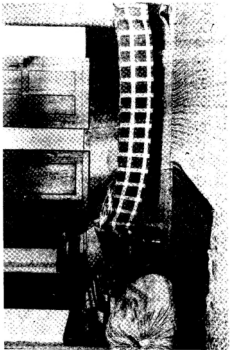
اسی طرح حضرت کے اصال سے کچھ دن پہلے تھکرہ میں ایک باخدا بزرگ نے حضرت کے ایک مُتَقَدِّمِ الرَّحْلِ صاحب سکندر نو شہر کو، جو حج کے لیے گئے ہوئے تھے آپ کی رحلت کی اطلاع دی۔ عبد الرحمن صاحب کا بیان ہے کہ ۱۹ فروری ۱۹۶۶ء بروز سوموار بعد از نماز مشاء ہم لوگ بابِ العمرو سے باہر ایک بول میں چائے پی رہے تھے کہ ایک شخص آکر بیٹھ گیا۔ باقوں ہی باتوں میں ہم سے حوافت کرنے لگا کہ آپ کا تعلق کس جہتی سے ہے؟ میں نے شیخ التفسیر حضرت لاہوری کا نام بیا تو اس نے کہا کہ ان کا تو انتقال ہو گیا۔ میں نے بڑی حیرت سے پوچھا: آپ سے کس نے کہا؟ بریڈیو میں آیا یا کسی نے اطلاع دی؟ اُس نے کہا: مجھے کسی نے بتایا ہے۔ میں نے بہت پوچھا کہ کس نے بتایا اگر اُس نے نہ بتایا۔ طبیعت از حد بے چین و غم ہوئی۔ دوسرے دن باوجود کوشش کے کسی جگہ سے اطلاع نہ مل سکی۔ ہم کبھی کریئر خراب ہوئی ہے۔

۲۳ فروری کو جمعۃ المبارک تھکرہ میں پڑھ کر ۲۴ فروری بروز جمعۃ بعد العصر دینہ المنورہ پہنچے۔ اگلے دن مولانا حافظ حبیب اللہ صاحب سے ملے ان سے بھی کچھ معلوم نہ ہو سکا مگر دوسرے دن انھوں نے اطلاع دی کہ حضرت کا انتقال ہو گیا ہے۔

سفر آخرت حضرت نور محمد ۲۲ فروری بروز جمعہ ۱۰ بجے صبح اپنے مکان سے حسب معمول مسجد عثمان والی میں خطبہ جمعہ کے لیے تشریف لائے۔ حضرت اقدس ایک عرصے سے علیل اور نحیف ہونے کے باعث گھر سے مسجد تک کا ریا ناکر میں تشریف لایا کرتے تھے۔ مگر اس دن آپ نے اپنے صاحبزادہ مولانا عبید اللہ اور صاحب کو سولہ لائے سے منع فرمایا: مولانا اور صاحب کی خوشی اور ہجرت کی انتہاء رہی۔ جب انھوں نے حضرت شیخ وقت کو جوائی کی سی تیز رفتاری کے ساتھ مسجد کی طرف روانہ ہوتے دیکھا۔

مولانا اور صاحب حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو حجرہ میں چھوڑ کر خود کسی اور جگہ خطبہ جمعہ ادا فرمانے چلے گئے۔

پونے بارہ بجے حضرت شیخ کے چھوٹے صاحبزادے مولانا حافظ حمید اللہ صاحب لباس تبدیل کرانے کے لیے حضرت اقدس کی خدمت میں پہنچے تو آپ کی طبیعت تازہ تھی۔ بیٹ میں درفتا اور متلی وغیرہ کی شکایت تھی۔ چنانچہ حضرت اقدس کی تاز سازی طبع کے پیش نظر مولانا حافظ حمید اللہ صاحب ہی کو نماز جمعہ کا خطبہ ادا فرمانا پڑا۔ نماز جمعہ کے فوراً ہی بعد ڈاکٹر کیپٹن چودھری صاحب جو حضرت کے عشاق میں سے ہیں، شیخ العالم کی خدمت میں پہنچے۔ انھوں نے طبی امداد پہنچائی اور کادکے ذریعہ حضرت شیخ کو گھر لے گئے۔ شام تک انھوں نے تین انجکشن لگائے لیکن حالت نہ سنبھل سکی۔ وہ متعدد ڈاکٹروں سے بھی مشورہ کرتے رہے۔ لیکن افادہ نہوا۔ شام کو مشہور ڈاکٹر محمد یوسف صاحب بھی تشریف لائے اور حضرت اقدس کو ہسپتال لے جانے کا مشورہ دیا۔ لیکن اللہ کی حکمت اس کے برعکس تھی۔



ماہ صغیر فروری میں حضرت کا مجموعہ حضرت کا ہوا تھا۔ ہر ماہ نئی نئی چیزیں آتی تھیں۔ اور ان کے لئے ہر ماہ نئی چیزیں آتی تھیں۔



Digitized by Google

یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ حضرت اقدس نے مغرب تک کی تمام نمازیں جوش کی حالت میں ادا کیں۔ اگرچہ بیہوشی بھی طاری ہوتی رہی مگر نماز کے وقت جوش آجاتا۔ چونکہ طبیعت پر فطری طور پر صوم و صلوة کا غلبہ تھا۔ اس لیے بے ہوشی کی حالت میں بھی تو تہ نماز اور ذکر الہی کی طرف رہی۔ اسی دن رات کے ۹ بجے آپ نے نماز عشاء کی نیت باندھی اور صبح کی حالت میں آپ کا وصال ہو گیا۔

إِنَّا لِلّٰہِ وَ إِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ ؕ

اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس دیرینہ دُعا کو قبول فرمایا کہ اے اللہ! جب تک تیری دُنیا میں زندہ ہوں، خدمتِ دین کرتا رہوں۔ اور میری کوئی نماز بھٹانہ ہونے پائے۔ ایک نماز پڑھنے کے بعد دوسری نماز کا وقت ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچ جائوں۔ چنانچہ جمعرات تک حضرتؒ نے اپنے تمام مشاغلِ معمول کے مطابق سرانجام دیئے۔ مسجد کو روزہ رکھا اور تمام فرائض کی ادائیگی کے بعد اپنے مولیٰ سے جا ملے۔

بارہ بجے شب آپ کے صاحبزادوں مولانا صید اللہ صاحب اور عاقل حمید اللہ صاحب نے آپ کو آخری غسل دیا۔ اور شاقاوی زیارت کی خواہش کے پیشِ نظر حضرتؒ کے مکان واقع حضری محلہ اندھان شیرازہ اڈگیٹ کے پختی منزل کے صحن میں حضرتؒ کے درجہ اقدس کو زیارت کے لیے رکھ دیا۔

حضرتؒ کی نصیحت سچی کہ محمد و عیدین کے علاوہ دوس کا ناغہ نہ کیا جائے۔ چنانچہ ساداتِ خاندانِ صاحبزادوں نے مگر میں باپ کا جواز رکھ کر تڑپتے ہوئے دل اور انگلیاں اکھٹوں سے اس نصیحت پر عمل کیا اور دس قرآنِ حکیم دیا۔ جب قرآن پاک کھو گیا تو

جس آیت پر نظر پڑی وہ تھی كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ۔ حاضرین دس کی سیکنے
فروں تر ہوتی جا رہی تھیں۔ آخر جب دس کا اختتام ہوا تو حاضرین دس بے تاب اپنے
اس خلیب کو ایک نظر دیکھنے کے لیے دوڑے جس کی آواز سے اُن کی سماعت محروم ہو
چکی تھی۔

طلوع آفتاب کے ساتھ ساتھ یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اور اجتماعات
نے ہر شہر اور ہر قریہ کو اس عظیم المرتبت انسان کی رحلت سے باخبر کر دیا۔ چنانچہ عقیدت مند
ہوائی جہازوں بدیل گاڑیوں اور موٹروں کے ذریعے جوق درجوق شیر انولہ پہنچ گئے۔
مردوں اور عورتوں کے گروہ باری باری اپنے محبوب شیخ کی زیارت سے شرف پہنچے۔
آخر جب مکان اتنے بڑے ہجوم کا متحمل نہ ہو سکا تو قریبی سبز منڈٹ پر میں شیخ ہر اس احمد
صاحب نے حضرت کے صاحبزادوں سے اہانت لے کر حیدر اہل کو مکان کے باہر لگی میں
دیکھو ابدار اور اوپر شامیانے لگا دیئے گئے۔ صبح سے لے کر لٹ و بجے تک شستا قانہ میں
اپنے شیخ کی آخری جھک دیکھتے رہے۔

بعد از نماز ظہر قادم ملائے کرام جمع ہوئے تو حضرت کی نماز جنازہ کے لیے اہانت
کے انتخاب کا سوال اٹھایا گیا۔ میسر ملائے کرام نے یہ تجویز پیش کی کہ چونکہ حضرت نے
اپنے مچھلے صاحبزادے مولانا مبداء اللہ انور کو اپنا قائم مقام اور اپنے بعد امیر المؤمنین بنایا
تھا، اس لیے وہی نماز پڑھائیں۔

اس فیصلے کے بعد جنازہ اٹھایا گیا۔ بے پناہ ہجوم کی وجہ سے چارپائی سے
باندھنے کے لیے تیس تیس گز بے بانس اٹے گئے۔ مکان سے مسجد تک جنازہ ویسے
ہی لایا گیا۔ کیونکہ گلی سے طویل بانس باندھ کر جنازہ ٹکنا ممکن نہ تھا۔ مسجد کے نزدیک

چل پائی سے بائیں اذہ دیشے گئے۔ لوگوں کی خواہش کے پیش نظر حضرت کا بُخ اندر کھلا رکھا گیا تھا تاکہ کوئی شخص آپ کی آخری جھلک سے محروم نہ رہ جائے۔

اس کے بعد آپ کا جنازہ شیرازہ انارکلیٹ سے باہر سرسکدہ وچ لایا گیا۔ جوں جوں جنازہ آگے بڑھ رہا تھا، توں ہیوم میں بھی اضافہ ہوتا تھا۔ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس نے جو پولیس کی بھاری جمیت کے ساتھ جنازے کے جلس کے ہمراہ تھے، یہ پیکش کی کہ ہم ایک کھلی کارنگلاٹھے دیتے ہیں، حضرت کی چار پائی اُس پر رکھ دی جائے مگر بانس بدستور اس کے ساتھ بندھے رہیں۔ اس طرح تمام لوگ اس بانس کو چھونے کی سعادت حاصل کر سکیں گے۔ حافظ حمید اللہ صاحب نے کہا کہ حضرت اوس قوم کی امت تھے۔ اگر قوم اس کے لیے تیار ہے تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں، لیکن لوگوں نے اس بات کو گوارا نہ کیا۔

حضرت کا جنازہ سرسکدہ وچ راستہ دہلی گیٹ، اکبری گیٹ، رشا، عالمی گیٹ اور انارکلی قبرستان میانیاں صاحب کی طرف بڑھا گیا۔ یہاں سے پولیس کی ایک جپ جٹاٹھے کے آگے آگے چلائی گئی تھی تاکہ ہیوم کی وجہ سے جنازہ ٹکنے نہ پائے اور آگے بڑھا رہے۔ پولیس نے شیرازہ سے یونیورسٹی گراؤنڈ تک ٹریفک بند کر دیا تھا۔ مددگاہ تک انسانوں کا ایک سیل رواں نظر آتا تھا۔ دھندلے کانوں اور دکانوں کی جھپٹیں عورتوں اور بچوں سے آتی پڑی تھیں۔ عورتیں بچتوں سے حضرت کے جنازے پر پھول برساتیں۔

کم و بیش ساڑھے چار بجے کے قریب جنازے کا طویل یونیورسٹی گراؤنڈ میں پہنچا اٹھا ڈیڑھ دو گھنٹہ انسانوں نے نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔

نماز کے بعد گروہ عاشقان اپنے محبوب شیخؐ کو کندھ پر اٹھائے قبر پر پہنچاؤ

امام رضاؑ کی افطاری سے دس منٹ قبل حضرت مولانا عبداللہ صاحبؒ فرمائی
 مولانا حبیب اللہ انور صاحب، حافظہ حمید اللہ صاحب اور چند دیگر مقتدرین نے حضرت
 قطب عالم مولانا غلام محمد صاحب دین پوری اور قطب الانقلاب حضرت مولانا سید تاج محمد
 صاحب امرتوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس شتر کو نمانت کو کھد میں اُتار دیا۔ اس طرح غروب
 آفتاب کے ساتھ علم و عرفان کا یہ آفتاب بھی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

اک آسرا تھا وہ کا باقی سو مٹ گیا

مستے میں بند روزِ دل و دل کر دیا

کھن میں لبوس و بُود مبارک بھی نظروں سے اوجھل ہو گیا وہ سسکیوں نے فضا کو
 گھیر لیا۔ آہ و فغاں بند ہونے لگی، ہر شخص ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرنا تھا اگر اپنی
 آنکھوں اور دل پر اس کو اختیار حاصل نہ تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ فضا اور ہوا شریک
 رنج و غم ہیں۔ بادل گرج گرج کر وہ بجلی چمک کر سلامی سے رہی تھی۔ آخر گو کہنوں نے تیزی
 سے مٹی ڈالنا شروع کر دی۔ حضرت کے مقبرہ میں جو قبر کے نزدیک کھڑے تھے، دُور
 کھڑے عشاق کی اتھانوں کا مگر بنے بنے تھے۔ وہ لوگ ان سے مٹی کے ڈھیلے ہلکے سے
 تھے تاکہ ان کے اھتوں سے چھوٹی ہوئی مٹی قبر پر ڈالی جاسکے۔

جب قبر کا توبہ تیار کیا ہوا تھا تو روزِ افطار کرنے کا سائنس لگایا۔ بہت سے
 حضرات افطاری کے لیے اشیائے خورد و پی ساتھ لائے تھے جن کو وہ ان تقسیم کیا گیا۔ قبر کی طہاری
 کے بعد حضرت مولانا عبداللہ صاحبؒ درخواستی نے دعا فرمائی اور جو آمین کہنا گیا۔ دُعا
 کے بعد جمع گرد ہوں میں بہت کر نماز مغرب کی اور انجلی کے لیے رخصت ہو گیا۔
 مزارِ مبارک سے خوشبو۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر انورِ تقصیر غزل۔

علاقہ سرقد سے خوشبو کا آنا سن رہے تھے آج بارہ سو سال سے وہاں کی معطر مضافات میں ایک ایمان کو تازہ کر رہی ہے۔ خداوند قدوس نے اپنی رحمت کا اظہار اَلْاُمِّ لَدِیْہِ مَوَدَّہِ اَمْرِیٰ صاحبِ قدس سرہ العزیز کی آرام گاہ پر بھی فرمایا۔ لاکھوں انسانوں نے اس خوشبو کو درمف محسوس کیا بلکہ تجزیہ اور تجزیہ کے بعد کہنے پر مجبور ہو گئے کہ واقعی مودہا کی قبر اور اس کے ارد گرد سے خوشبو آتی ہے۔

اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔ ہر قبر اور ہر اس جگہ سے جہاں کسی انسان کا بدن اصلی شکل میں، قد انت خاکی کی شکل میں یا مادہ سیال کی شکل میں پڑا ہو وہاں سے بدبو یا خوشبو آتی ہے۔ دُعائی قوت سے مشرف حضرات اس کو محسوس کرتے ہیں۔ اس لیے کہ سمتِ فنا، کلامِ کلام نہیں بلکہ انتقال مکانی کلام ہے۔ محدث عمر قلاوۃ النور شاہ کا شہرہ فرمایا۔

ع سمت این طرف بُدوستن آں طرف

اور اقبال مرحوم نے مہی کی شہرہ کہتے ہوئے فرمایا:۔

فرشتہ موت کا چھوٹے گویا قبرا ترے دھوکے مرکز سے دور رہتا ہے
چنانچہ قرآن کریم نے موت کے ذرا بعد انسانی حیاتِ قبر کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔
كَأَمْثَلٍ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ ۚ فَوَسَّوْا وَرِیْحَانًا ۚ اَوْ جَبَّتْ
قَبِیْرُہٗ ۚ وَ اَمْثَلٍ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُنْكَرِیْنَ اَلضَّالِّیْنَ ۚ فَانْزِلْ مِنْ
حَبِیْرُہٗ

ترجمہ:۔ پھر جب قیامت آنے کی (گدگد) قریب میں سے ہے تو اس کے لیے راحت اور خوشبو میں اور مٹی کے باغ میں اور گدگد، جھلنے والے گڑھوں میں سے ہے تو کھوتا مٹی یا پانی مٹاتی ہے
جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

الْقَبْرِ وَوَضَعَتْ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ أَوْحَشَ قَاتِلِ النَّبِيِّ (حکمر)
ترجمہ: قبرِ باقر جنت کے باغوں میں سے ایک باغیچہ بن جاتا ہے اور یہ جہنم کے گڑھوں
میں سے ایک گڑھا بن جاتا ہے۔

آٹھ دن اخبارات میں ایسے واقعات کثرت سے آتے رہتے ہیں کہ خلافتِ مکی
قبر سے آگ نکلی اور خزانہ کئی دن تک شعلے بندھ جاتے رہے اور خلافتِ مکی سے دھواں نکلتا رہا۔
(المیاد بائند)

قبرِ کاجت کے باغوں میں سے بارغ بن جانا بھی یقینی ہے جس کا مشاہدہ حضرت
کے مزار پر انوار سے ہوا ہے۔ جس وجہ پاک نے ستر اسی سال خداوندِ قدوس کی نعمات
میں گرا دیے جو ترکیبِ فیض کے اس بلند مقام پر فائز ہوا جس کی مثال اس کے معاصروں
میں نہ مل سکی۔ اس کی تربیت سے خوشبو کا آنا کوئی تعجب کی بات نہیں۔
قلب الارشاد و انوار شہید احمد گنگوہی قدس اللہ سرہ اس میں نے ارشاد فرمایا۔

”وگفتہ اند کہ ابو الحسن نوہی رحمہ اللہ قتالی نوہی از ایشان ہار او دیدہ شد و
بسیار خواص و عوام از مقام اصلی و شہدا و زمرہ تقی می بینند و این نور فیض را کہ ایشانست کہ
چوں کا فیض عالی می بود نور او در بدن سرسبز می کند و طبع مزاج بدن می گردد و باز اگر فیض
از بدن متعلق ہم می شود و تا ہم آں جہد منبع انوار و مستند آں می باشد چنانچہ در حالت حیات
بقا و فیض بود“ (ص ۱۰۷ از کتاب احوال السلوک مؤلفہ حضرت قطب الارشاد)

یعنی جو بدن اس دنیا میں اطاعتِ خداوندی اور ترکیبِ فیض کے عالی مقام پر
فائز رہتا ہے وہ اس جہانِ فانی سے چلے جانے کے بعد بھی انہی صفات کے ساتھ معروف
رہے گا جو طبع انوار بن جاتا ہے۔ اس لیے اکثر اولیاء اللہ کے مزارات سے ”نور کا

مشاہدہ عام و خاص لوگوں کو متاثر ہوتا ہے۔

انسان زندگی میں جن اعمال کا پابند رہا موت کے بعد اس کی قبر سے وہ اعمال بزرخی شکل میں ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ قرآن کریم نور ہے تو عامل باقرآن کے مزار پر نور سے نور کا ظاہر ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ حدیث میں عامل باقرآن کو اس تاریکی سے تشبیہ دی گئی ہے جس کا مزہ بھی لذیذ اور خوشبو بھی دل پسند ہوتی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک صحابی نے ایک قبر سے سورہ ملک کو اتنی دقت سے سن کر حفظ کر لی۔ (ترمذی)

مولانا عبید اللہ صاحب انور
کی دستار بندی
یادگار سلف، تقدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین
حضرت مولانا عبدالمادی صاحب دامت
برکاتہم سجادہ نشین دین پور شریف (خلیفہ کبیر)

حجۃ اللہ فی الارض شیخ الشاشخ غوث الاعوان حضرت خلیفہ غلام محمد صاحب دین پوری
قدس سرہ (العزیز) نے سلطان الادبیاء، قطب الاقطاب، شیخ التفسیر حضرت مولانا امجد علی
صاحب نور اللہ مرقدہ کی وصیت اور سلسلہ قادریہ راشدیہ کی روایت کے مطابق
شیخ التفسیر علیہ الرحمۃ کے فرزند ارجمند حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب دقت اللہ العالی کو
۱۹۶۲ء کو بعد از نماز فجر باقاعدہ پگڑی بندھوائی اور حضرت اقدس مجدد الزمک کے
منو تسلیم کو جملہ معاملات اور مذاہل سلوک میں رہنمائی حاصل کرنے کے لیے آپ سے
رجوع کرنے کی ہدایت فرمائی۔

سلسلہ قادریہ راشدیہ میں دستار بندی کا طریق شیخ الشاشخ غوث دان حضرت
مولانا محمد راشد صاحب قدس سرہ کے دقت سے چلواتا ہے۔

تخلُّبُ الاقطاب مولانا محمد راشد صاحب علیہ الرحمۃ کے دو صاحبزادے تھے۔
 دونوں ہی آپ سے مجاز تھے۔ چنانچہ جانشینی کا امتیازی منصب باقرار رکھنے کے لیے
 اور جامعیت کی مرکزیت قائم رکھنے کی غرض سے آپ نے بڑے صاحبزادے کو پگڑی بندھوائی
 تاکہ تہ تسلیں ان کی سرپرستی میں مقامات سلوک طے کر سکیں۔ اسی نسبت سے اگر آپ کو
 پگڑی بندھوائی گئی تھی، تو گوں نے آپ کو پیر گچاڑا کہنا شروع کر دیا جو امتدادِ دُعا کے
 ساتھ سندھ میں پیر گچاڑو کے نام سے مشہور ہو گئے۔

اس وقت سے لے کر آج تک اس سلسلے میں یہ روایت چلی آتی ہے کہ جب
 کوئی صاحب مقام، ولی کامل دُنیا سے اٹھ جاتا ہے تو اس کے جانشین کی دستار بند
 کی جاتی ہے۔ قُطُبُ الاقطاب شیخ التفسیر علیہ الرحمۃ نے بھی اسی طرح شیخ الشانخ
 حضرت دین پوری علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد ولی کامل حضرت مولانا عبدالمادی صاحب
 قُطُوب کی دستار بندی کی تھی۔

حضرت مولانا مفتی عبداللہ انور صاحب قُطُوب اعلیٰ اگرچہ حضرت شیخ التفسیر
 علیہ الرحمۃ کے وصال کے دن ہی حضرت کی وصیت اور سفرِ پاکستان کے تمام اہل کلام
 کے فیصلہ کے مطابق جانشین شیخ قرار دیئے جا چکے تھے اور محض اسی منصب کی بناء پر حضرت
 مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی جیسے صلوات نے امت اور اولیائے کرام نے حضرت
 کی نماز جنازہ آپ سے پڑھوائی تھی لیکن حضرت مولانا عبدالنہادی صاحب نے سلسلہ قُطُوب
 کی روایت کو برقرار رکھنے اور بزرگوں کی شُمت کو تازہ کرنے کی غرض سے آپ کی باتاوارہ
 دستار بندی فرمائی۔

الْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ۔ انسانی زندگی کو قرآن حکیم نے تین حصوں میں

تقسیم کرتے ہوئے فرمایا:-

الْبَنَاءُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ
الدُّنْيَا وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ
خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ
أَمَلًا (الکہف ۴۶)

مال اور بیٹے میں زیبائش زندگی دُنیا کی
اور باقی رہنے والی نیکیاں بہتر ہیں آپ کے
کے یہاں تو آپ کے گھر سے اور بہتر ہی توقع کے
امید سے۔ (تیسیل القرآن)

مال اور اولاد نہایت حیات دنیا ہے اور باقی رہنے والی نیکیاں ہی ہیں۔ اگر
انسان اپنی اولاد کی وجہ سے قیم کے لیے تربیت کرتا ہے تو وہ بھی اس کے باقیاتِ صالحات
میں شمار ہوتی ہے۔ اسی طرح جو مال اطاعتِ خداوندی میں صرف کیا جائے، باقیاتِ
الصالحات میں شمار ہوتا ہے۔

حضرت کے الباقیاتِ الصالحات میں اُردو عانی اولاد تو ہزاروں کی
تعداد میں ہے جو مندرجہ محدث، فقیہ، راہِ نمائے طریقت کی شکل میں موجود ہیں اور حضرت کی
صلبی اولاد بھی وہ اولاد ہے جو قسوة العین کا مصداق اور قدیۃ طیبۃ کی مکمل
تصویر ہے۔ ان کا اجمالی تذکرہ درج ذیل ہے:-

۱۔ الحاج حافظ مولانا حبیب اللہ صاحب۔ حضرت کے سب سے
صاحبزادے ہیں۔ دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل اور حضرت کے تربیت یافتہ ہیں۔
چودہ سال سے حرمین شریفین میں قیام پذیر ہیں، تین ماہِ خدا کے گھر میں گزارتے ہیں اور
نواہِ رسول خدا کے گھر میں۔ عارف باللہ ہیں۔ سلوک اور طریقت کے بلند ترین مقام پر فائز
ہیں۔ حرمین میں لاج اللہ دس قرآن و حدیث دیتے ہیں۔

۲۔ الحاج مولانا عبید اللہ انور صاحب۔ حضرت کے دوسرے صاحبزادے

ہیں۔ دوا معلوم دیو بند کے فارغ التحصیل اور حضرت کے تربیت یافتہ ہیں جنہوں نے کمال حاصل پر با اتفاق سرمدین اظہار اور محمد علیار پاکستان و سہارنہ میں حضرت دین پوریؒ آپ کو حضرت کا بنائیں مقرر کیا گیا ہے۔

۳۔ الحاج حافظ مولانا حمید اللہ صاحب حضرت کے بچے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ ہامد اشرفیہ کے فارغ التحصیل اور قرآن حکیم کے حافظ ہیں۔ دعائیت میں حضرت کے تربیت یافتہ ہیں حضرت نے اپنی حیات میں ان کو جامع مسجد فیض باغ کاترکی مقرر فرما دیا تھا۔

۴۔ ایک صاحبزادہ جو مولانا حمید اللہ نور صاحب کے بڑا تھا اور جس کا نام بھی حمید اللہ ہی تھا فوت ہو چکا ہے۔

۵۔ عائشہ بی بی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں۔ لاہور میں قیام پذیر ہیں اور مولانا نور اللہ صاحب (جو کہ حضرت کے شاگرد بھی ہیں) کے عقد میں ہیں۔ ان کے ۵ لڑکے اور ۱ لڑکیاں ہیں۔

۶۔ مریم بی بی - فوت ہو چکی ہیں۔

۷۔ فاطمہ بی بی حفصہ ان شباب میں تپ دق کے باعث فوت ہو گئیں۔

۸۔ رقیۃ بی بی - جوانی میں فوت ہو گئیں۔

۹۔ فاطمہ بی بی یہ سب سے چھوٹی تھیں۔ اوائل عمری میں وفات پائیں۔

حضرت کے دو تمام دینی اور علمی کام باقیات الصالحات کے گل سرسبیل ہیں کے تفصیلی حالات گزر چکے ہیں۔ ان کی اجمالی فہرست درج ہے:-

مدرسہ قاسم العلوم شیروانوالہ - مدرسہ البنات شیروانوالہ - چچہ مساجد جولاہو

ہی میں ہیں۔ مسجد اچھرہ، مسجد فاروقی گنج، مسجد نصری شاہ، مسجد گلن پور، مسجد میر پتال

مسجدِ عظیم لاہور۔

رسالہ خدام الدین لاہور۔ تصانیف جن کی مجموعی تعداد ساٹھ تک ہے۔
ترجمہ قرآن حکیم لفظی۔ ترجمہ قرآن حکیم بالتفسیر و حاشیہ، تفسیر درجہ سندھی لاہور
حضرت امروٹی، جو حضرت ہی نے شائع فرمایا۔

باقی تصانیف کا حال پہلے درج کیا جا چکا ہے۔

حضرت زندگی میں تقسیم حصص ہذا ذکر کے فارغ ہو چکے تھے۔ آپ اکثر فرمایا
وہیت کہ میں اس حالت میں مرنا نہیں چاہتا کہ میرے تمام رفیقین اور
روٹے لکھے جئے ہوں۔

وہیت کے طور پر آپ نے اپنے صاحبزادوں کو تین باتوں کی نصیحت کی تھی۔

۱۔ کیا لگی کے چکر میں نہ پڑنا۔

۲۔ ہنر ادا اور چتریں کو فنا کرنا اور عملیات کرنا ٹھیک نہیں صرف ذکر الہی میں ملاومت کرنا۔

۳۔ کبھی کسی کی نہانت نہ دینا۔

ایک رات شی مکان جو کہ لاش ہُماں خاں میں ہے آپ نے ترکہ میں پھوڑا اور یہی
ترکہ آپ نے اپنی حیات میں ہی اپنی اہلیہ اور بچوں کے نام رجسٹرڈ کرادیا تھا۔
اس کے علاوہ چند ہزار روپے تھے جو کہ عمرہ پر جانے کی غرض سے رکھے تھے۔
وہ شرعی طریقے سے آپ کی اولاد میں تقسیم کر دیئے گئے۔

حضرت کے وصال پر عالم اسلام میں سب رنج و غم کا اظہار کیا گیا، اس کا اندازہ ان
مراثی مرثیوں سے کیا جاسکتا ہے جو حضرت کے اراکات مندوں نے آپ کی رحلت کے
بعد لکھے یہاں صرف چند اشعار مراثی درج کیے جاتے ہیں۔

صاحبزادہ ابوسعید فضل احمد قرابین محرقی

(پیشو مع ترجمہ لکھنؤ)

بَرَوَاقَاتِ حَمَرٍ اَیَاتِ شَیْخِ التَّفْسِیْرِ حَضَرَتِ مَوْلَانَا اَحْمَد عَلِی رَحْمَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ

دن پہ خلق کو کنب و پرکھ دے چا پیر چل
آج میں دیکھتا ہوں کہ خلقت میں ہر دم ماتم پیا ہے
پیڑندے پکن پرہ دے شی اونہ خیل
اپنے اور پرانے کی شناخت نہیں ہو سکتی
مولانا احمد علی مرشد افسوس دے
افسوس ہے کہ مولانا احمد علی کا انتقال ہو گیا
دُعا عالم سہری لوٹے غم دے مرکیدال
اور ایک عالم آدمی کا مَر جانا عظیم حادثہ ہے
لوٹے دولت دَدہ وجود و قوم د پآرہ
آپ کا وجود گرامی قوم کے لیے بڑی دولت تھی
خنکہ خہ بہ وہ کہ دے ژوند دے دے تل
کیا ہی اچھا ہوتا اگر آپ کو پائندگی ہوتی
دکا کنب عیب نہ وُد نور و خلق و عود
آپ میں ایسا کوئی عیب نہیں تھا جو اور لوگوں میں ہوتے ہیں

بے لہ دے دے لہ ہم و وفنا کیدل
 بجز اس اک عیب کے کہ آپ بھی فانی تھے
 پاکیزہ ژوند بیٹے و داسے حقیقت کبن
 فی الحقیقت آپ کی زندگی ایسی برگزیدہ تھی
 جاری و کہ چینہ د علم آود عمل
 جس سے علم و عمل کا چشمہ جاری تھا
 ناستہ ملاستہ بیٹے یہ یاد و کبن د خدائے و کہ
 اٹھتے بیٹھے ذکر الہی آپ کا شعار تھا اور
 مشغولاً بیٹے خو کہ و کہ قرآن خود ل
 اور آپ کا عزیز ترین شغلہ درسی قرآن مجید تھا
 یہ خبر و کبن بیٹے نوراً و حکمت د کہ و
 آپ کی باتوں میں حکمت اور نور بھرا تھا
 اضطراب یہ بیٹے سکون کبن کہ بدال
 جس سے اضطراب سکون سے بدل جاتا تھا
 پو کہ و کہ دد مجلس حلو د پارہ
 آپ کی صحبت نوجوانوں کو سمجھ عطا کرتی تھی
 دضعیف دپارہ و دتوان موندل
 اور ضعیفوں کو توانائی بخشتی تھی
 ددہ مرگ اوژوندن دوارہ د عزت و و
 مرحوم کی موت و زیت ہر دو قابل ستائش تھی اور

مشال و دھدا بیتیرے کبن بِل

تاریکیوں میں آپ کی ذات ہدایت کی روشن مثل تھی

خہ بہ وائے مرگ یو داسے حقیقت دے

کیا کہا جائے موت اک ایسی حقیقت ہے

نشہ دے نہ دھپیا خلاصے موندل

کو اس سے کسی کو بھی ترستکاری نہیں ہے

مرگہ مرثے گورے نا عالم جاہل تہ

اے موت! تجھے موت آجائے کہ تو عالم اور جاہل کو نہیں دیکھتی

پہ یونرخ دِ واغستہ فنا دِ کرل

تو نے ترسب کو ایک بھاؤ خریدا اور فنا کر ڈالا

مبارک قبر خواستالکہ نافہ دے

آپ کی قبر مبارک نافذ کی مانند ہے اور آپ کا

چہ بیٹے خاودہ مشک کرکے ستا حسن عمل

حسنِ عمل بمنزلِ مشک ہے جس نے اُس کی نئی کو خوشبو دار کر ڈالا ہے

شہ رحمت پرچہ دے قبر کبن اودہ دے

خدا کی رحمت ہو اُس پر جو اس قبر کے اندر سویا ہے

دشرف خادریئے وُ بے داغہ شل

اور جس کے شرف کی چادر ہمیشہ بے داغ رہی ہے



مَاتَ بِخَيْرٍ مَوْلَانَا

(حضرت مولانا مفتی عیسیٰ احمد صاحب قادیانی)

کیا کیف کا عالم ہوتا تھا کیا لطف کی بارش ہوتی تھی

جب خطبہ و درس میں ہوتا تھا ساقی حق کی ہدایت فرمانا

کیا عشق کی گرما گرمی تھی، کیا فیض کی عام ارزانی تھی

ہر وعظ میں شعلہ بیسانی سے افسردہ دلوں کو گرمانا

ہر ایک پرستی ہر شکاری ہر ایک کے دل کی سیرانی

وہ وہ جس میں ڈوبے غفلوں سے اک کیف کی بارش برسانا

اب نظریں ڈھونڈتی پھرتی ہیں اور کان ترستے رہتے ہیں

وہ شکل، نہ وہ الفاظ، نہ وہ اللہ کے گھر کا دیوانا

وہ فضل گیا، وہ فیض گیا، وہ بزم گئی، وہ رنگ گیا

تاریخ وفات اس طرح کہو مَاتَ بِخَيْرٍ مَوْلَانَا

۱۳۸۱ھ

حضرت شیخ التفسیر کے مزار پر

(غلام انور صابری مدظلہ)

یہ فیض اللہ کی رحمت میں ڈھلتی جائے گی
 خاکِ مرقد سے تری خوشبو نکلتی جائے گی
 جو ترے الفاظ سے روشن ہوئی تھی وہیں
 آندھیوں میں بھی تری وہ شمع جلتی جائے گی
 ہر نظر کو کیفِ تیرے دم سے ملتا جائے گا
 رُوحِ تیرے سایہِ ایماں میں پلتی جائے گی
 جس زمین کو تو نے سیدھا ہے خود اپنے خون سے
 وہ زمین تفسیر کا سونا اُگلتی جائے گی
 ذہن سے تا عمر جاسکتا نہیں تیرا خیال
 یادِ تیری حشر تک دل میں مچلتی جائے گی
 ربطِ باہم کے مُبَلِّغِ ابیرے فیضِ رُوح سے
 ہند و پارِ کستان کی دُنیا بدلتی جائے گی
 حق پرستوں کو محمدؐ سے جو درختے میں ملی
 گردِ باطل پر وہ تلوار چلتی جائے گی
 قصرِ دیں کی تجھ سے جو دیوارِ مستحکم ہوئی
 زلزلوں کی زد میں آکر بھی سنبھلتی جائے گی
 ہے یقین انور کو تیرے ذکر کی برکات سے
 جو بلا بھی سر پہ آئے گی وہ مٹلتی جائے گی

قِطْعَانَا مُخَيِّدًا لِرَحْلِنَا الشَّيْخَ الْاَجَلِ مَوْلَانَا اَحْمَدُ عَلِيٌّ عَمَّهٗ اُوَّلًا

(حضرت مفتی جمیل احمد صاحب نقانوی)

كَانَ فِي لَاهُورَ شَيْخٌ مَّاجِدٌ لاہور میں ایک شیخ تھے بزرگ	فَاضِلٌ فِي الْعُلُومِ عَالٍ فِي الْعَمَلِ علوم میں فاضل اعمال میں جہادیا
أَلَمَّحِي لَوْ ذَعَى بِأَسْرَعٍ ذہریک ذہین فائق	مُتَّقٍ تَقْوَاهُ فِي ذُرْوَى الْقُلَلِ وہ شیخ گراں کائناتوں کی بلندی میں پیارا میں کہ چڑھیں پڑھیں
مُهْتَكِرٌ هَادٍ عَزِيزٌ فَضْلُهُ راہ شناس راہ نما بڑے فضل والے	أَخِذْ أَلَا يَدِي إِصْحَابَ الرُّؤُلِ نعرش والوں کے غصے صحت گیر
وَفَضْلٌ أَحْمَدُ عَلِيٌّ التَّرْتَضِي بڑے فاضل مولانا احمد علی توفیق کے منتخب	قَدْ كَسَى الْأَحْبَابَ بِاللُّغْوَى الْحُلَى جنہوں نے تعلق والوں کو تفریق کے لئے پہنا بیضے
شَابَ رَسْنًا صَوْرَةً لَكِنَّهُ عمر میں موت میں تو بوڑھے تھے لیکن	عِنْدَ أَبْطَالِ الْخَنَى كَهَلٍ بَطْلٌ بدایوں کو باطل کرنے کے وقت بہادر سپاہی تھے
هَاتِكُ الْأَسْتَارِ عَنْ كَيْدِ الْعَدَى جہاد میں کئی نگاہوں کے پرے سے پاک کرنے والے	قَامُوا إِلَيْدَعَاتٍ قُلَاغُ الدَّجَلِ بہادری کا قلعہ قمع کرنے کے لئے دجل و درہم کی گھڑیاں
كَانَ مِنْ خُدَّائِ دِينِ اللَّهِ إِذْ آپ ایسے وقت میں کے غامضوں میں تھے جب	مَالَ نَاسٌ نَحْوَلَاتٍ أَوْ هَبَلٌ لوگ اٹھ رہے تھے کی طرف دینی شکر پر ہٹاں تھے

مَنْ أَنَّى فِي دَرَسِهِ نَالَ الْهَدَى
 جو آپ کے درس میں شامل ہو تا ہدایت پالیا تھا
 عَمَّ شَبَابًا وَشَيْبًا قِصْصُهُ
 آپ کا فیض جو انوں اور بڑھوں کو عام تھا
 يَوْمَهُ عِلْمٌ وَذِكْرٌ دَائِمًا
 آپ کا دن تو علم اور سلسلہ ذکر تھا
 قَلْبُهُ الشُّورُ مِنْ نَارِ الْجَوْيِ
 آپ کا دل عشق الہی کی ناک سے تندہ تھا
 جَاوِزٌ يَا رَبِّ عَنَّا خَيْرِمَا
 پروردگار ہمارے طرف سے ان کو وہ بہترین چیز تھی
 وَآخِرُ نَفْحٍ وَرَيْنَحَانٍ لَهُ
 آپ تو اللہ کی رحمت اور رحمن میں پہنچ گئے
 قَالَتْ الْأَحْبَابُ فَيَضْرِبُ
 دوستوں نے کہا کہ بڑا فیض فوت ہو رہا ہے
 وَأَنْجَلِ الْوَسْوَاسَ وَأَسْدِ الْخَلْلَ
 شہباز اور حیلے ختم ہو جانا
 كُلُّ أَشْكَالٍ أَهْوَمُهُ أَفْجَعُ
 ان کا ہر اشکال و صورت سے نفٹ جانا تھا
 لَيْلُهُ فِي الشُّغْلِ بِاللَّهِ أَشْغَلُ
 اور رات اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول رہتی تھی
 كَانَتْ الْأَلْفَاظُ مِنْهَا كَالشُّغْلِ
 اس کی وجہ سے آپ کے الفاظ مشغول کا طرح کی جاتے تھے
 حُوزِي الْأَنْوَارِ فِي أَعْلَى الْمَحَلِ
 جو نیک نیک لوگوں کا اعلیٰ ترین میں ہی جاتی رہی
 وَإِلَى رَبِّي تَعَالَى الْمَوْجَلُ
 اور میرے پروردگار کی طرف ہی سب کا سفر ہے
 قُلْتُ يَا نُورُجْ وَبِالرَّضْوَانِ حَلْ
 میں نے عرض کیا کہ وہ تو رحمت اور رحمت الہی میں داخل ہو گئے

اب جاور باد زہد کامل

آنے والے ہیں ہم گئے زہد کامل نصرت ہو گیا

اے شیخ زاهد خبر رحل

آہ ایک بزرگ زاہد قاضی سفر کر گیا



تاریخ ہائے رحلت نکھیں جن میں سے چند پیش کی جاتی ہیں۔
 ملک کے نامور ادیبوں نے حضرت کی تاریخ طے کرنے وفات

باغ ارباب کشف سے آخر جلیل قدامت اڑ گیا بیہات
 ۱۹۰۹ - ۲۲۸

گلستانِ حدیث و قرآن سے آج احمد چلے گئے افسوس
 ۱۳۴۴ - ۵۳

وفاتِ مُفسرِ قرآن احمد علیؒ
 ۱۳۸۱ھ

امیرِ انجمن خدام الدین مبرور
 ۱۳۸۱ھ

غفر اللہ لہ
 ۱۳۸۱ھ

وصف کی صورت ہے تاریخ وصال
 رب سہ راہ خدا احمد علیؒ
 ۱۳۸۱ھ

ترپ کے بجلی فلک پر چھنی کہ عالمِ دین حق اُنھاب
 کہا یہ بادل نے رو کے حضرت چراغِ احمد علیؒ بھجا اب
 ۱۳۸۱ھ

نکھر عروجِ دینِ حق، بندوں کی آزادی کا غم
 کیا خوب تھا کیا خوب تھا، تیرا چلن احمد علیؒ
 ہم کو ردا کی فکر کچھ لاحق نہیں تیرے لیے
 ہے ریشیِ رومال، جو بہرِ کفن احمد علیؒ
 ۱۳۸۱ھ

مصرۃ تاریخ رحلت خوب ذوقی نے کہا
مرحبا کیف بہار غلد ہے احمد علی
 (نصرت قریشی) ۱۳۸۱ھ

گنہاروی پیرو مرشد من
 کہ من نیام سداغ کعبہ
 چراغ خوش اند دوستانم
 بگو کہ گل یک چہراغ کعبہ
 ۱۳۸۱ھ

شمع را بجشت آہ باد اہل
 ۱۳۸۱ھ

— — — — —
 — — — — —

حضرت علمائے کرام اور اکابر ملت کی نظر میں

تقریباً ہر دور میں اکثر اہل علم طبقاتی اور ذاتی کشمکش میں مبتلا رہے ہیں۔ لیکن حضرت مجددِ تعالیٰ اس فتنے سے بھی محفوظ رہے ہیں۔ حضرت کا اپنا طرزِ عمل یہ تھا کہ آپ تمام اہلِ کلام و احترام کرتے تھے۔ کسی کو دیکھ نہ دینا آپ کی تعلیمات کا اصول تھا۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ ہر طبقہ کے اکابر نے آپ کو سراٹھوں پر بٹھایا۔ ذیل میں حضرت کے بارے میں چند شاہیر کے اذکار نقل کیے جاتے ہیں:-

حضرت شہرِ قیومی قلعہ دواں حضرت میاں شیر محمد شہرِ قیومی اکثر و بیشتر حضرت کے درسِ قرآن میں شرکت کیا کرتے تھے۔ آپ نے بار بار فرمایا:-

”احمد علی اللہ کا زور ہے۔ میں شیرِ نوالہ کی طرف نگاہ کرتا ہوں تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے فرشِ زمینی سے عرشِ بریں تک نہ کی قیدیں دشمن ہیں اور دنیا کو ستور کر رہی ہیں“

آج سے ۳۵ برس پیشتر حضرت شیخ التفسیر شہرِ قیوم شریف نے گئے تو یہاں صاحبِ علیہ الرحمۃ نے بعد اصرار آپ کو سنبھرایا اور آپ کی اقتدا میں نماز پڑھ کر آپ کے امامِ وقت ہونے کا اعلان کیا۔

حضرت علامہ انور شاہ محدثِ زمانِ تحفۃ اللہ فی الاضواء انور شاہ بخاری قدس سرہ العزیز جن کے متعلق علامہ اقبالؒ نے

فرمایا تھا۔ ج۔ ”نگاہِ مردوں سے بدل جاتی ہیں تقدیریں؟“ حضرتؒ کے کلامِ نمایاں کو اپنے اُپر احسان سے تعبیر فرمایا کرتے تھے اور قیامِ لاہور کے دوران حضرت علیہ الرحمۃ کے ہاں ہی ٹھہرتے تھے۔

امام دوران شیخ الاسلام حضرت ہرمانیہ حسین احمدیؒ حضرت مولانا مدنیؒ نور اللہ رقادؒ و قدس سرہ رحمہم حضرت شیخ انیسیر برہا جان سے فدا تھے۔ آپ دورہ حدیث کے اختتام پر درالعلوم میں علماء کو دستِ انصاف بندھواتے تو فرمایا کرتے۔

”علم کی تکمیل آپ نے آٹھ سال دیوبند میں رہ کر کی لیکن آپ کی تکمیل حضرت مولانا محمد علیؒ کے دورہ تفسیر سے ہو گی۔ اللہ کا ایک شیر لاہور کے دروازہ شیرانوار میں بیٹھا ہوا اللہ اللہ کی ضربوں سے کائنات کا بدل مسخر کرنے میں مصروف ہے۔ وہ اللہ کا ایسا مقبول بندہ ہے کہ اس کے درس قرآن میں شمولیت جنت کی ضمانت ہے؟“

یہ وہ بھی کر حکیمِ اُمت تھلا ر قاری محمد طیب صاحب است برکاتہم مبتمم درالعلوم دیوبند اور جامع شریعت و طریقت علامہ رشید ابوالحسن ندوی مدظلہ العالی ایسے اصحابِ فکر و نظر اور صاحب مقام علمائے وقت بھی آپ کے دورہ تفسیر میں شامل ہوئے اور بکثرت سخاوت سے اپنی جھوڑیاں بھریں۔

قاضی عبدالرحمن صاحب بانی جامع مسجد عثمانیہ اوکاڑہ ضلع قاضی عبدالرحمنؒ شگوری کا بیان ہے کہ میں نے حضرت مولانا حسین احمدیؒ کی خدمت میں بیعت ہونے کی درخواست کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ لاہور میں قطب زمانہ

موجود ہیں۔ آپ ان سے سمیت کر بیٹھتے ہیں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی۔
حضرت رائے پوری رحمہ اللہ حضرت رائے پوری کا یہ حال تھا کہ
 پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اور عالم بے قراری میں فرمایا: مجھے لاشوں سے چلو، اگر
 ڈاکٹروں کا مشورہ مانع نہ ہوتا تو آپ اسی وقت لاشوں آ جاتے۔

حضرت رائے پوریؒ نے خدام الدینؒ کو مندرجہ ذیل پیغام تعزیت ارسال فرمایا تھا۔
 "حضرت اقدس سیدی مولائی احمد علی صاحب نور اللہ قادریؒ کی خبر رسال
 سن کر سخت صدمہ ہوا۔ حضرت مرحوم بہت ہی بڑے بزرگ اور اولیاء اللہ
 میں سے تھے۔ ہیں اس بات کا شدید صدمہ ہے کہ وہ ہم سے اوچھل ہو
 گئے۔ مگر کیا کریں۔ یہ بات ایک نہ ایک دن سب کو پیش آنے والی ہے۔
 سب کو اسی راستے سے گزر کر اپنے مولائے حقیقی کے ہاں حاضر ہونا ہے۔
 اور محل بقا جس کے بعد فراق نہیں اس کے واسطے اس راستے سے
 گزرنا ناگزیر ہے۔ جی تعالیٰ ہم کو بھی خاص خاص قرب سے نوازے
 اور اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق ارزانی فرمائے؟"

سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ حاجی دین محمد صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے
 سید صاحب سے حضرت کا ذکر کیا تو انہوں
 نے فرمایا: آپ کے شیخ کا رتبہ کیا عرض کروں۔ ایک سو سال پہلے اور ایک سو سال بعد
 تک مجھے اُن جیسی کوئی شخصیت نظر نہیں آتی؟
 مولانا داؤد غزنویؒ۔ مولانا داؤد غزنویؒ نے حضرت کی وفات پر فرمایا کہ مولانا

احمد علیؒ کی وفات میرے لیے انتہائی صدمہ کا باعث ہے مروجہ ملک کے ممتاز ترین علماء میں سے تھے۔ ان کے ساتھ ارتحال سے قبل اسلامیہ کالج نقصان پہنچا ہے۔ وہ ناقابلِ تلافی ہے۔ مولانا مرحوم نے توحید و سنت کی اشاعت اور دعوت کو مٹانے کے لیے جو کالیف برداشت کی ہیں۔ آج کے نوجوان علماء ان کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ جب تک یہاں انگریز رہا، مرحوم نے انگریزی استعمار کے خلاف جہاد جاری رکھا اور اس راہ میں تمام مصائب کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ میں نے انھیں ہر مرحلے میں مخلص، ہمدرد و رفیق پایا۔ آج قبلت اسلامیہ ایک عالم باعمل، مجاہد فی سبیل اللہ، عابد و زاہد اور علومِ قرآن کے مبلغ و معلم سے محروم ہو گئی ہے۔ دعا ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔

ایڈیٹر منفت روزہ "چٹان" نے جواداریہ حضرت
جناب شورش کاشمیری کی وفات پر لکھا تھا اس کے چند اقتباسات
ذیل میں درج ہیں:-

وہ با حضورِ نام تھے کہ نازی باسرو مجھے اور دل خشیت الہی سے معذور ہو جاتے تھے۔ انھوں نے ہر کردار کے دل میں اپنا گھر بنا رکھا تھا۔ وہ صحیح معنوں میں عالم باعمل تھے۔ تقریباً نصف صدی تک انھوں نے لاہور کو اپنے ذکر و ادکار کی جلو گاہ بنائے رکھا۔ یہیں ان کا ستارہ چمکا اور یہیں اس آفتاب نے سفرِ آخرت اختیار کیا۔ لاکھوں انسانوں نے اُن کی درس گاہ میں قرآن پڑھا، ہزاروں نے اُن کے تفسیر پڑھی۔ کوئی سوسے اوپر ایسے رسالے اُن کے قلم سے اشاعت پذیر ہوئے جن میں قرآن اور سنت کے اسباق تھے۔ اور جن کے مطالعہ سے لوگوں کی طبیعتوں میں اسلام و صلح بڑا۔ یہ رسالے لاکھوں کی تعداد

میں تقسیم ہو چکے ہیں۔ ان کے ہاں دہشتی کا شور شراب تک نہ تھا۔ انہوں نے دعوات کے خلاف سخت احتجاج کیا۔ وہ دین کی راستی کے علمبردار تھے۔ لیکن ان کے قتل و حکم سے کوئی شخص بھی آندوڑ نہ ہوا تھا۔ وہ ایک باہر سرجن کی طرح نشر و پھیلتے اور فریشتن کی طرح علاج کرتے۔

انہوں نے اسلام کی سر بلندی اور ملک کی آزادی کے لیے بارہا قید و بند کے شہداء کو انتخاب کیا۔ قاضی احسان احمد کی روایت ہے کہ ختم نبوت کی تحریک میں جب "فتان جیل" کی ایک تاریک کوٹھری میں تھے تو ٹکلی کھڑی کاگو و خباران کے چہرے کو ارد بھی پردہ دینی کر رہا تھا۔ ان کے ہوتوں پر ایک ہی دُعا رچی تیرے مولا! تیرے اور تیرے محبوب کے لیے جہنم کیا ماہاں بھی حاضر ہے میں اپنی راہ میں قربان مہنے کی توفیق وافر کرو جب تک ہم جنس تیرے لیے جنس اور جب مریں تو صرف تیری راہ مریں قاضی صاحب کہتے ہیں کہ میں ان کی کوٹھری کے پاس سے گزرتا تو معلوم ہوتا کہ اللہ کی بارگاہ میں سر بسجود ہے یا پھر چاندنی اس پیکر خاکی کے گرد اڑ کیے مجھے ہے۔

اللہ کے سوا وہ کسی طاقت یا فرد کے خوف سے آشنا نہ تھے۔ یہی بات کہنا ان کا شہادت تھا۔ ہر وہ میں سچی بات کہتے ہیں۔ اس اعتبار سے وہ راست بازوں کی اص صفت کے نگین تھے جس سے تاریخِ حریتِ اسلام کے اوراق جگمگا رہے ہیں۔ جن لوگوں نے ان کے خطبات سُنے ہیں وہ شہادت سے کہتے ہیں کہ ہندو مول پکھڑے ہو کر وہ کس سچائی اور اعتماد کے ساتھ اعلانِ کلمۃ الحق کیا کرتے تھے۔ ان کلماتِ حق کی گرمی لاکھوں دلوں میں موج رہے اور کوئی تذکرہ نویس سازگارِ فضا میں انہیں علامۃ طاقِ نسیاں نہیں بنا سکے گا۔"

رسول اللہ نے فرمایا

صدرِ مٹ کی پورستہ کتابوں (مجموع مٹ) کی وہ حدیثیں مٹ قرآن مجید پر مبنی تھیں کہ
محقق اور ائمہ کی اپنی حیثیتوں سے تحقیق میں ان سے کہیں سزاوارتہ نہ کیں، واسطہ پر
ہے اور جنہیں مشعلیہ یا دیگر کتب میں اسلامی کردار سے پسند نہ ہو سکتے ہیں۔

حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا

فیوض اہل کے ارشادات اعلیٰ و کثرت کا چرچہ میں دینی و اخلاقی مسائل
میں ہر رسالت و حکومت کے نمودار ہیں۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا

خوفتِ رائدہ کے دوسرے سترن حضرت غازی اعظم کے ارشادات گرامی جو زندگی کے تمام شعبوں کو فائدہ پہنچانے، عام شہرہ فوں کے نیچے بھی مشعل راہ ہیں اور اس سبب حکومتِ جسارت کے لئے ہیں۔

حضرت عثمانؓ نے فرمایا

فیضِ سرمد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اقوال و روایات کا مجموعہ ہے۔ اعلیٰ کے علم

حضرت علیؓ نے فرمایا

نہایت دلکش ہے۔ چنانچہ حضرت علیؓ کے ارشاد میں ہیں کہ ہفت و ہاشم کا شکر سورج و زہر ہے اور خضروں زندگی کے ہر قدم پر آتی ہے۔ ان کے ہر قدم پر آتی ہے۔



شیراز و اصفهان و تبریز و مشهد